

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
وَأَقْرَبُ إِلَهُكُمْ وَأَنْفُسُهُمْ أَكْثَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ

# حیاتِ سیدِ اللہ



اَکْبَرُ عِلْمِ فِیضِ عَالَمِ صَدِیقِ شَهِیدِ

فَارُوقِ کُتُبِ قَانِه  
بیرون پورہ گیت مٹان  
۳۱۸۰۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدْ وَأَفِي سَبِيلِ اللَّهِ  
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ

# حَيَاتِ سَيْفِ اللَّهِ



أَرْزَقَ بِحُكْمِ فَيْضِ عَالَمِ صَدِيقِ شَهِيدِ رَسُولِهِ

فَارُوقِ كُتُبِ خَانِهِ بِوَهْجِ حُرَيْتِ مَلِكَانِ

فَرْغَ نَبْرَةِ ٢١٨٠٩

# جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ !

نام کتاب \_\_\_\_\_ خالد بن ولید

مؤلف \_\_\_\_\_ حکیم فیض عالم صدیقی

صفحات \_\_\_\_\_ ایک سو اٹھسٹھ<sup>۱۶۸</sup>

طباعت \_\_\_\_\_ ذوالحجہ پرنٹنگ پریس ملتان

ناشر \_\_\_\_\_ فاروقی کتب خانہ ملتان

بار \_\_\_\_\_ اول

سال طباعت \_\_\_\_\_ ۱۹۹۵ء

تعداد \_\_\_\_\_ گیارہ سو<sup>۱۱۰۰</sup>

قیمت \_\_\_\_\_ ۵۱ روپے



# فہرست مضامین حیاتِ سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۵	قبولِ اسلام اور حضور اکرمؐ	۱	حالاتِ مؤلف
تا	کی حیاتِ طیبہ میں آپ کی	۲	نذرانہ عقیدت
۲۳	مجاہدانہ خدمات -	۵	حضرت خالدؓ کے معرکوں کی مقامات کی فہرست -
		۶	ابتدائیہ
۱۶	جنگِ موتہ جس میں آپ کو {	۹	اپنی زندگی کا پہلا دور
۱۷	سیف اللہ کا لقب ملا -	تا	(حالات قبل از اسلام)
۲۰	فتح مکہ میں آپ کا کردار	۱۳	
"	تھامہ	۹	نام - نسب - قبیلہ - بچپن
"	جنگِ حنین	۱۰	تحلیہ ، تجارتی سفر
۲۲	تبوک اور دومتہ الجندل	"	بچپن کے دوست
۲۳	فتحِ نجران	"	اسلام
		"	ہجرت اور جنگِ بدر
۲۴	تیسرا دور	۱۱	جنگِ احد
تا	خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ	۱۲	مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۲۲	کے دورِ خلافت میں آپ کے	"	جنگِ خندق میں خالدؓ کا کردار
	مجاہدانہ کارنامے -	۱۳	صلح حدیبیہ
۲۶	ذوالفقہ کے مرتدین کا خاتمہ	۱۴	
۲۸	ظلمہ سے جنگ -	۱۵	دوسرا دور
۳۰	دولطف	تا	



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۸	سیدنا یزید کی پیش قدمی	۳۱	ظفر کا معرکہ اور ام زل سے جنگ
۹۱	۹۰۰۰ ہزار فوج کے ہمراہ ایک سفر	۳۳	مالک بن نویرہ
۹۷	ارک کی فتح	۳۴	سیلمہ کذاب
"	سخنہ اور قدم	۳۵	سجاح اور سیلمہ
"	تدمر، قریتین، حوارین، مرج،	۳۸	دربار خلافت میں طلبی
۹۸	راہط، غوطہ -	۳۹	جنگ یمامہ
۹۹	سیدنا ابو عبیدہ بن جراح	۴۷	خلیفہ اولؓ کی حربی صلاحیتیں
"	بصری کی فتح	۵۲	مثنیٰ بن حارثہؓ
۱۰۰	دو عظیم الزبائوں کی ملاقات	۵۵	جنگ سلاسل
۱۰۲	جنگ اجنادین	۵۸	جنگ دریا
۱۰۸	جنگ مرج الصفر	۶۰	ولجہ کی جنگ
۱۱۰	دمشق	۶۲	دریائے خون
"	اسلامی لشکر میں فوجی نوعیت	۶۵	حیرا کی فتح
۱۱۱	کی پہلی تنظیم -	۷۰	ایک تاریخی لطیفہ
۱۱۳	بیت لہیا کی جنگ	۷۱	حیرا کی فتح کے بعد
"	تاریخ اسلام کا ایک	"	شہنشاہ فارس کے نام
۱۱۴	زندہ جاوید کردار -	۷۲	حضرت خالدؓ کا خط -
۱۱۵	تسخیر دمشق	"	امبار کی فتح
۱۱۶	ایک عاشق نامراد	۷۵	عین التمر کی عیسائی خانقاہ
۱۱۸	جنگ مرج الدیبا	۷۶	دومۃ الجندل کا دوسرا واقعہ
"	اپنے اپنے مقام پر تین بلند	۸۵	سیدنا خالدؓ کا حج
۱۲۰	کردار انسان -	۸۶	ملک شام

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۸	فتح کی تکمیل	۱۲۳	چوتھا دور
۱۲۹	بیت المقدس کی فتح	تا	
{	دنیائے عظیم حکمران کا	۱۵۲	خلیفہ ثانی کا دور
۱۵۰	بے مثال سفر		
۱۵۱	بیت المقدس کی فتح کے بعد	۱۲۳	جنگ ابوالقدس
۱۵۲	حلب کا معرکہ	۱۲۵	جنگ فعل
"	انطاکیہ کی فتح	۱۲۶	جنگ بیسان اور فتح طبرہ
۱۵۳	دوبارہ حمص	۱۲۷	مرج الروم کی فتح
۱۵۴	طرطوس اور مرعش	۱۲۸	فتح حمص
		"	اہل قنسرین سے معاہدہ
۱۵۵	پانچواں دور	{	حما، شیزر، افامیہ، حمص
تا	ریٹائرمنٹ سے	۱۲۹	کی فتوحات
۱۶۵	وفات تک	۱۳۱	جنگ یرموک
		۱۳۷	جنگ کاؤمرادن
		۱۳۸	تیسرا دن
		۱۳۹	چوتھا دن
۱۵۵	تاریخ اسلام کا المناک اور	{	بنی الحزم سے عشق و محبت
{	حیرت ناک باب	۱۴۱	کا ایک مظاہرہ
۱۶۲	وفات	۱۴۳	پانچواں، چھٹا دن
"	مرقد	۱۴۶	جنگ یرموک پر ایک نظر
		◎	

# حکیم صاحب کی دیگر کتب

• داغ الطنون — = ۵۶ روپے

• حقیقت مذہب شیعہ — = ۹۰ روپے

• اختلاف امت کا المیہ — = ۱۰۵ روپے

• بنات الرسول — = ۳۶ روپے

• القول المفتوح — = ۲۱ روپے

• صدیقہ کائنات — = ۷۲ روپے

• حیات سیف اللہ

{ = ۵۱ - روپے

خالد بن ولیدؓ

• مقام صحابہؓ — = زیر طبع

• عبداللہ بن سبأ — =

• شہادت ذی النورین — =



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
يَأْتُوهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ أَكْثَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ

# حَيَاتِ سَيْفِ اللَّهِ

خَالِدِ بْنِ وَلِيدٍ

وَاللَّهُ يَكْفِيهِمْ  
أَنْصَحُكُمْ

أَوَّلُ عِلْمٍ فِيضُ عَالَمٍ صَدِيقِي شَيْدِ شَيْدِ

فَارُوقِي كُتُبِ عَانِهِ بِرَبِّهِ مَلَانِ

فَرْزِ نَمْرِ ٢١٨٠٩

# فیض عالم صدیقی

(شمار کار اسلامی انسائیکلو پیڈیا قسط ۳۰ صفحہ ۱۲۱۸)

ممتاز مفتق عالم دین اہل قلم اور تحریک آزادی کشمیر کے سرگرم رہنما ۱۸/اپریل ۱۹۱۸ء کو قمبر مصافات راجور (مقبوضہ کشمیر) میں پیدا ہوئے والد کا نام قاضی دین محمد تھا جو علاقے کی معروف شخصیت تھے۔ ابتدائی تعلیم قمبر میں حاصل کی مزید تعلیم پنجاب میں حاصل کی۔ قرطاس و قلم سے تعلق بڑی چھوٹی عمر میں ہی ہوا تھا چنانچہ اسی دوران آپ نے کشمیر کے جرائد چاند، حق، جاوید، پاسان، ملت، جوہر اور الاصلاح وغیرہ میں لکھنا شروع کیا تھا۔ بعد میں یہ سلسلہ آپ کی سیاست کے باعث منقطع ہو گیا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ فوج میں بھرتی ہوئے تھے اس دوران آپ کو مرزائیت اور عیسائیت کا بھرپور مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ صنل کٹھوڈ میں جو ہندوؤں کا مرکز تھا مدرس تعینات ہوئے وہاں ہندو مذہب کا پورے انہماک کے ساتھ مطالعہ کیا۔ انہی دنوں مسلم کانفرنس کے احیاء اور مسلم کاز کی تائید میں سینکڑوں مقالات لکھے۔ طب میں آپ نے زبردست مہارت حاصل کی۔ ۱۹۳۲ء میں الہ آباد سے اردب کابل اور ۱۹۳۵ء میں پنجاب سے فاضل فارسی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اسی طرح طب میں بھی حکومت کی طرف سے درجہ اول کے سند یافتہ طبیب ہیں۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور معروف کشمیری رہنما چوہدری غلام عباس کے معتمد خصوصی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیا ان کے خلوص و انہماک سے چوہدری صاحب بہت متاثر تھے۔ ان سیاسی ہنگاموں کے باوصف دینی خدمت سے غافل نہیں رہے اور محض توکل علی اللہ دھرمالہ جالب صنل جہلم میں ایک بڑی جامع مسجد اور ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی بعد میں آپ کو یہ قصبہ چھوڑنا پڑا یہاں سے مولانا جہلم کے محلہ مستریاں آئے اور وہاں مسجد و مدرسہ تعمیر کرایا۔

مولانا فیض عالم ایک عالم و زاہد ہونے کے علاوہ ادیب بھی ہیں مولانا اتحاد بین المسلمین کے بڑے خواہشمند ہیں لیکن ایک محقق ہونے کے ناطے سے عظمت و مقام صحابہؓ کے شدت سے قائل ہی نہیں زبردست مبلغ ہیں اسی جذبہ کی بنا پر بعض دفعہ انہی تحریر سلف صالحین کی روش سے ہٹ جاتی ہے لیکن اس کے باوجود مسئلہ کو بڑے موثر انداز میں سمجھانے کے ماہر ہیں۔ ان کا طرز تحریر منفرد ہے اور اس میں شدت بھی پائی جاتی ہے تحقیق کے میدان میں انہوں نے بڑے نازک مسائل پر قدم اٹھایا ہے روافض و سبائیت ان کا خصوصی موضوع ہے اس پر انہوں نے سینکڑوں مقالات لکھے ان کی باقاعدہ تصنیف اختلاف است کا المیہ ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی تھی تو گویا فکر و نظر کے ساکن تالاب میں تہنوج پیدا ہو گیا اور معلوم ہوا کہ حکیم صاحب نے جاد تقلید کا جواب اپنی گردن سے اتار دیا ہے۔ ان کی کتاب کا حصہ دوم رافض کے رد میں ہونے کی وجہ سے سابقہ حکومت نے ضبط کر لیا تھا۔ ان کی تصنیفات میں مقام صحابہؓ واقعہ کربلا، عترت رسول ﷺ، شہادت ذوالنورینؓ، مشکوٰۃ شریف کے فوائد غزنویہ پر ایک نظر، خلیفہ مروان بن الحکم، سلطان ٹیپو، افادات بنگش، مختصر تاریخ راجور، حقیقت مذہب شیعہ شامل ہیں۔





# نذرانہ عقیدت

اس بطل جیس فاتح اعظم کے حضور میں جو بیٹ وقت اپنی حربی بصیرتوں میں جنگیز بھی تھا اور پولین بھی، اپنی جنگی تدابیر میں تیمور لنگ بھی تھا اور جنگیز اعظم بھی فتوحات میں سکندر اعظم بھی تھا اور فریڈک اعظم بھی۔ اپنی ذاتی شجاعتوں میں رستم و اسفندیار بھی تھا اور یحییٰ بال بھی، اس کے مجاہدانہ کارنامے خالص لوجہ اللہ تھے ان میں کوئی آمیزش تھی نہ میل اور نہ نقص، وہ جہاں سے اور جس طرف سے بھی گذرنا فتوحات کے پھر سے اٹھاتا ہوا گذر۔ اس نے جس طرف بھی رخ کیا فتوحات، کامیابیوں اور کامیابیوں نے آگے بڑھ کر اس کے قدم چمکے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مہاجرین و انصار کے علاوہ تقریباً ہزار عرب کے تمام اسلامی صدر میں ارتداد کی لہر اس شدت سے اٹھی جیسے کوئی طوفان بلاخیز ہو۔ مگر اُنے ایک طرف ارتداد کے بجائے ادھر مکرر رکھ دیتے دوسری طرف ایران کی ہزار ہا سالہ متمکن ایرانی سلطنت کو اپنے پاؤں تلے روند کر رکھ دیا اس نے پندرہ سال کی قلیل مدت میں بھوٹی موٹی جھڑپیں چھوڑ کر اکتالیس سے زائد عظیم جنگیں لڑیں اور فتح و کامیابی نے اس کے پاؤں چمکے۔

اس بھری دنیا میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے پہلے آنا عظیم فاتح ہوا نہ "بعد میں" وہ تاریخ عالم کا ایک زندہ و تابندہ فاتح تھا رضی اللہ عنہ۔

فیض عالم صدیقی  
یکم جنوری ۱۹۸۳ء - جہلم

ہم سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی حیات مبارکہ

کو پانچ ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں

دو براؤں اسلام قبول کرنے سے پہلے۔

دوسرا دور۔ حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کے کارنامے۔  
تیسرا دور۔ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے  
زمانہ میں آپ کے مجاہدانہ کارنامے۔

چوتھا دور۔ خلیفہ ثانی شاہکار رسالت مراد محمد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے  
خلافت کے زمانہ میں آپ کی مجاہدانہ سرفروشاں۔

پانچواں دور۔ مجاہدانہ خدمات سے علیحدگی اور زندگی کا آخری زمانہ اور وفات  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

## وہ مقامات جہاں سیدنا سیف اللہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منہ مکے سر کئے

جنگ موتہ جس کی فتح پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو سیف اللہ کا خطاب ملا، فتح مکہ، جنگ حنین، محاصرہ طائف، محاصرہ تبوک، دومتہ الجندل، نجران، طلیحہ سے جنگ، یمامہ، جنگ سلاسل، جنگ دریا، جہنم ولجہ، حیرا، انبار، عین التمر، دومتہ الجندل میں دوسری جنگ، خطرناک سفر، جنگ اجنادین۔ تسخیر دمشق، تسخیر محص، یرموک، کاظمہ، بزاخہ، ابلہ، بناج، نقرہ، ملار، تیما، مقنا، ماہان، ایلہ، عمان، غزہ، بصرہ، موصل، قומר، بیروت، نصیبین، شیزر، لازقیہ، حلب، رہا، آمار، انطاکیہ، مرعش، ملطیہ،





## ابتدائیہ

اس وقت مذاہب عالم کی تواریخ کے لاکھوں صفحات ہمارے سامنے کھلے پڑے ہیں ہندو مذہب کی مہابھارت اور رامائن جیسی ضخیم کتب جنہیں آج مذہبی تقدس کا لبادہ اوڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے ان میں سے اول الذکر میں گورو پانڈو کی جنگ اور موخر الذکر میں رام چندر کا راون کے لنگا پر حملہ اور یس عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخیں سرے سے ان ابواب سے خالی ہیں۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ”تو اور تیرا رب جا کر لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں (القرآن)“ کہتے نظر آتے ہیں۔ اور عیسائی سرے سے ہی اس میلان کے کنارے بھی نہ پہنچ سکے۔ ان لوگوں کے ہاتھوں بعد میں جو کچھ سرانجام ہوا وہ قرون وسطیٰ میں اسلام کی فتوحات کا تاثر تھا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد عالم اسلام میں، عیس صرف اور صرف سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات نظر آتی ہے جو جزیرہ نما عرب، عراق اور شام کے نقشے پر نظر ڈال کر ان مقامات کو دیکھنے سے جو سیدنا سیف اللہ کے ہاتھوں فتح ہوئے کہ ایک بجلی ہے جو شمال سے جنوب، مشرق سے مغرب، جنوب سے شمال اور مغرب سے مشرق کی طرف کو ندرتی نظر آتی ہے۔

ہندوؤں کے مہابھارت میں جب ایران کے فردوسی کو کرشن کے ہاتھ میں سدرشن چکر نظر آیا اور جو رماناں میں اسے ہنومان جیون بوٹی کا پہاڑ دکھائی دیا تو اس نے اپنی تالیف شائبنا میں رستم و اسفندیار اور ان کے مفتحوں کی تخلیق کر کے اسلام کے جانبازوں کی فتوحات اور ان کے کارناموں کو پس منظر میں دھکیلنے کی کوششیں کیں۔ مگر اس کا اسلام کے خلاف بغض باطن مسلمانوں کی عملی زندگی کے کارناموں کو غبار آلود نہ کر سکا۔ البتہ اس کے پیش روؤں میں سے ایک فرزندِ محسوس نے صداقت، عدالت، شجاعت اور امامت کے شہکارِ اعظم کو خاک و خون میں

ترتیباً ختم کر دیا اور یہود کے ایک بیٹے نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلامی نظریات میں اپنے  
 باطن کے کینچے داخل کر کے اپنے ڈھب کا ایک ہیولے تراش کر تخیلاتی اور تصوراتی دنیا میں  
 کئی رنگ بھرے۔

مگر کجا علی دنیا اور کجا تخیلاتی دنیا۔

حضور عظام المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اسلام کی فتوحات  
 کے دودور ہوئے۔

دور اول سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ کا دور۔ اس دور میں ہمیں سیدنا ابوعبید بن جراحؓ  
 سیدنا سعد بن وقاصؓ، سیدنا مغنی ثنیبانیؓ، سیدنا صراہ بن ازورؓ، سیدنا قعقاعؓ و س کے  
 اسماء گرامی عالم اسلام میں تابناک ستاروں کی طرح نظر آتے ہیں۔ مگر ان سب میں سیدنا خالد سیف اللہ  
 کا مقام منفرد اور یکتا نظر آتا ہے وہ ایک بجلی تھی جس کی چمک سے ایک عالم منور ہوا۔

دوسرا دور سیدنا معاویہؓ کا دور تھا جس میں شہادت ذوالنورینؓ سے عالم اسلام میں جواہر انقزی  
 پیدا ہوتی تھی وہ ختم ہو کر تمام عالم اسلام ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر فرد واحد بن گیا۔

تیسرا دور امیر المومنین ولید بن عبد الملک کا تھا۔ ولید کی جہاں بین نظروں نے حجاج بن یوسف  
 ثقفی جیسے مدبر، مقنن، فاتح اور علوم متداولہ کے حامل کو عالم اسلام کے تمام مشرقی، شمالی اور  
 مغربی صوبوں کی گورنری پر فائز کر کے گویا ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔

حجاج کا مستقر بصرہ تھا اس نے اپنے مستقر میں بیٹھے ہوئے محمد بن قاسم، موسیٰ بن نصیر  
 اور قتیبہ بن مسلم کو مشرق، مغرب اور شمال کی طرف بھیجا۔

محمد بن قاسم نے مشرق میں ملتان تک سندھ کو فتح کر کے ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا راستہ  
 ہموار کیا۔ دیبل سے بھرے کا فاصلہ تیرہ سو میل ہے عقل یہ باور کرنے سے ابا کرتی ہے کہ حجاج کو دیبل سے  
 آٹھویں روز جنگی کارروائیوں کی اطلاع مل جاتی تھی اور محمد بن قاسم کو اس کی ہدایات مل جاتی تھیں۔ اور  
 یہ سلسلہ ہر روز جاری رہتا تھا اسی طرح موسیٰ بن نصیر اور قتیبہ بن مسلم اپنی روزانہ کارروائیوں سے

جناح کو مطلع کرتے رہتے اور اس کی ہدایات کے مطابق پیش قدمی کرتے تھے۔ موسیٰ بن نصیر نے مغرب میں مراکش تک پہنچ کر سپین کی فتح کا راستہ صاف کیا۔ اور قتیبہ بن مسلم نے چین کی سرحد تک پہنچ کر موجودہ ردی مقبوضہ ریاستوں کی فتوحات کا راستہ صاف کیا۔

میں کہہ رہا تھا کہ حضرات شیخینؒ کے دور امارت میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کارنامے انجام دیے۔ یہ سب کچھ ایک چلتے پھرتے انسانی ڈھانچے سے سرزد ہونا آج ناممکن نظر آتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ہوا اور آج تک تاریخی صفحات پر اس فاتح اعظم کے کارنامے نہری حروف میں ثبت ہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہؒ کی زندگی کے حالات اور فتوحات پر مہجر جنرل آغا ابراہیم اکرم نے جس کاوش، محنت، ہمت اور دیدہ ریزی سے کام کیا ہے اس کے بعد کسی کے لکھنے کا کوئی کام نہیں باقی نہیں رہا۔ ان کی اصل تالیف انگریزی میں ہے جس کا اردو میں ترجمہ عزیز ہمدانی اور شہید نیازی سے کیا ہے۔ موجودہ کم فرصتی کے زمانہ میں اس قدر ضخیم کتاب کا مطالعہ کاروباری اور مصروف ترین زندگیوں میں تقریباً ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس پر محمد ان نے چاہا کہ سیدنا خالد سیف اللہؒ کی زندگی اور فتوحات کے حالات مختصر سے مختصر صورت میں پیش کرنے کی کوشش کروں۔ تاکہ عظیم الفرصت اصحاب بھی اس عمن اسلام اور فاتح اعظمؒ کی زندگی کے حالات سے کسی حد تک واقف ہو سکیں۔





## پہلا دور

### سیف اللہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

**نسب** | باپ کا نام الولید تھا جو مکہ میں اپنی امارت، وجاہت اور سخاوت کی وجہ سے الوحید کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ولید بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، مخزوم کے نام سے یہ قبیلہ مخزومی کہلایا۔ مخزوم نقطہ کا بیٹا تھا۔ نقطہ اور کلاب جو مرہ کے بیٹے تھے۔ یہاں پہنچ کر سیدنا خالد بن کا شجرہ نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ سے مل جاتا ہے۔

**بچپن** | عرب کے کھلتے پیتے گھرانوں کے بچوں کی طرح سیدنا خالد بن کا بچپن بھی صحرائی ماحول میں گزرا۔ بچپن میں چمپک کا علمہ ہوا۔ آپ کے چہرہ پر چمپک کے دانوں کے چند نشان تھے جو بجلتے بد زبانی کے خوبصورت نظر آتے تھے۔ سیدنا خالد بن کا اپنے باپ کی خصوصیات یعنی جرأت، جنگی مہارت، جفاکشی اور سخاوت ورثہ میں ملی تھیں۔ انہیں اپنے اسلاف پر بڑا ناز تھا۔

**قریش میں بنو مخزوم کا مقام** | قریش مکہ نے اپنے مختلف قبائل کے سپرد مختلف کام کر رکھے تھے۔ بنو مخزوم کے سپرد دشمنوں سے جنگ کے وقت قریش کے دستوں کی قیادت تھی۔ اس لئے اس خاندان کے لوگ مہمات کی تیاری سامان جنگ کی فراہمی، گھوڑوں کی پرورش اور نگہداشت میں خصوصی امتیاز کے حامل تھے سیدنا خالد بن کا اسی ماحول میں عنفوان شباب کا زمانہ گزاریا۔

**بچپن کا ایک واقعہ** | دس گیارہ سال کی عمر میں ایک فوجی میلہ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ نے کشتی لڑی جس میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا شجاع، بہادر، نڈر اور پہلوان ہی آپ کی نگہ کا انسان تھا۔

پهلوانی کے علاوہ نیزہ، برچھی، تیراندازی، شمشیر اگنی میں آپ آغاز جوانی میں ایک پیش مقام حاصل کر چکے تھے۔

**حلیہ** | پتھر پر چھپک کے ہلکے ہلکے نشان، قد چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا۔ شانے کشادہ سینہ پھیلا ہوا، بازو لمبے، وارثی گنجان، مضبوط اور موزوں جسم کی وجہ مکہ بھر میں ایک موزوں ترین شخصیت کے طور پر بچانے جاتے تھے۔

الولید کی اولاد

پانچ بیٹے تھے، خالہ، ولید اپنے باپ کا ہم نام، ہشام، عمارہ اور عبد شمس  
دو بیٹیاں تھیں فاخہ اور فاطمہ۔

الولید کہہ کا ایک مالدار ترین آدمی تھا، کامیاب تاجر تھا اور غلاموں کے ذریعے تجارت کرتا تھا مگر سیدنا خالد نے جب جوان ہوئے تو باپ کی تجارت کا تمام کام خود سنبھال لیا۔ تجارت کے مسئلہ میں سیدنا خالد نے شام، غسان کے عیسائیوں مدائن کے پارسیوں قبطیوں اور برطانیسی رومیوں سے کئی بار ملاقاتیں کیں۔ اور ان کے حالات و عقائد سے واقفیت حاصل کی۔

**بچپن کے دوست** | عزمین الخطاب جو آگے چل کر خلیفہ دوم شہکارِ رسالت عرف ارفاقِ عظیم ہوئے، عمرو بن العاص جو آگے چل کر عرب کے مدبرِ اعظم اور فاتحِ مصر ہوئے، عمرو بن ہشام جو آپ کا چچیر بھائی تھا اور ابوالحکم کے نام سے مشہور تھا۔ جسے تاریخ میں ابو جہل کا خطاب ملتا تھا۔ ابو جہل کا بیٹا سیدنا عکرمہ رضی بھی آپ کے احباب ہیں سے تھا۔

اسلام | حضور خاتم النبیین والمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کے وقت جزیرہ خما عرب کی جو حالت تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال اس ماحول میں گزارے سینا صدیق اکبرؓ عمرؓ میں حضور اکرمؐ سے کم و بیش دو سال چھوٹے تھے۔ ہمیں سیرت اور تواریخ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدیق اکبرؓ کے ساتھ بچپن سے تعلقات تھے۔ فارحانؓ جب جبرائیلؑ امین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرفِ نبوت

نوحی ہے شاد کام فرمایا اور آپ اپنے خانہ اقدس میں تشریف لائے تو ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے محبوب شوہر سے تمام کیفیت سن کر مشرف باسلام ہو گئیں۔ دوسرے روز خانہ اقدس سے باہر نکلے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نظر آئے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے فوراً آپ کی دعوت کو قبول کر لیا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے چند دیگر پاکیزہ روجوں نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہی حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت چوبیس سال تھی۔ ادنیٰ آواز جب مکہ کے گلی کوچوں میں گونجی تو قریش مکہ نے کعبہ کی مجاوری کی وجہ سے اپنی آمدن میں کھنڈت دیکھی تو مخالفت پر اتر آئے مکی زندگیاں کا تیرہ سالہ دور مسلمانوں کے لئے ایک قہر، غلاب، تشدد، مخالفت اور سختی کا دور تھا۔

یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب داماد سیدنا ذوالنورین اپنی بیوی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ کو ہمراہ لے کر چند مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت فرما ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ کی زندگی میں مسلمان، کفار مکہ کی جس بربریت، ظلم، شقاوت کا نشانہ بنے رہے تاریخ عالم میں اس کی مثال ملنا ناممکنات میں سے ہے۔

**ہجرت** آخر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحکم الہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر عین دوپہر کے وقت جب لوگ اپنے اپنے گھروں میں محو آرام تھے عازم مدینہ ہوئے۔

**بدر** ہجرت نبوی ص کے بعد اوسفیان ایک تجارتی قافلہ کی قیادت کرتے ہوئے شام سے واپس لوٹ رہے تھے کہ انہیں مدینہ کے مسلمانوں کے حملہ کی خبر ملی انہوں نے مکہ میں ایک

پیغام بھجوا۔ پیغام طے پر ابو جہل وغیرہ ایک ہزار کا لشکر لے کر عازم مدینہ ہوا۔ قافلہ تو بچ کر مکہ پہنچ گیا مگر مدینہ کے ۳۳۳ نئے مسلمانوں کے ساتھ مکہ کے ایک ہزار مسلح کافروں، بھادروں کے مقام بدر کو آئے۔ ستر کافر قتل ہوئے۔ ستر قید ہو گئے۔ ابو جہل، عتبہ، شیبہ جیسے سردار قتل ہو گئے اور جزیرہ نما عرب کے لوگوں کے لئے یہ ایک عجیب جنگ تھی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا بھائی ولید بھی گرفتار ہو گیا۔

**احد** تھا۔ اس نے ان کے دلوں میں انتقام کی آگ شعلہ زن کر دی تھی۔ مکہ کی سرداری اُموی سردار ابوسفیان کے سر تھی۔ بدر کا تمام مال غنیمت نئی جنگ کیلئے وقف کر دیا گیا اور تین ہزار کاشکری لے کر ابوسفیان عازم مدینہ ہوا۔ اور یہ لشکر احد کے مقام تک پہنچ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عقب کی پہاڑی پر پچاس صحابہ رنہ کا ایک دستہ حفاظت کے لیے متعین فرمایا۔ جنگ شروع ہوتی تو کفار مکہ بھاگ نکلے۔ عقب کے جس درے کی حفاظت کے لئے پچاس مجاہدین کو تعینات فرمایا گیا ان میں سے چند ایک نے جب کفار مکہ کو بھاگتے دیکھا تو وہ درہ چھوڑ کر کفار کے کیپ میں پہنچ گئے۔

سیدنا خالد سیف اللہ جو اس وقت لشکر کفار کے رسالے کے سالار تھے اپنی جنگی بصیرت اور فطری شجاعت کو بروئے کار لاتے ہوئے اسی درہ کے راستے مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چشم زخم پہنچا۔ ستر مسلمان شہید ہوئے مگر کفار اس کامیابی کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے اور خود ہی میدان چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حمیہ بن مطعم کے غلام وحشی کے ہاتھوں شہید ہو کر سید الشہداء بن گئے۔

**مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم** | مسلمانان مکہ آہستہ آہستہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ رہے تھے مدینہ کے اصل باشندے جو تارنخوں میں انصار کے نام سے

زندہ باوید بن گئے اوس اور خزرج کی دو شاخوں میں بٹے ہوئے تھے۔ مگر یہ لوگ کاشکار تھے۔ دولت کے سرچشمے یعنی تجارت، صنعت و حرفت، زراعت، اسلحہ سازی کی اجادہ داری، چوہو دیوں کے ہاتھ میں تھی۔ یہ لوگ بنو نضیر، بنو قینقلا، اور بنو قریظہ نام کی تین شاخوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان کا بنیادی پیشہ سودی کاروبار کا تھا۔

مسلمانوں کی آمد سے انصار کی دونوں شاخیں متحد ہو کر مہاجرین سے یک جان ہو گئیں اور یہودی سودی اجالا داری ختم ہو گئی۔ وہ بدر اور احد کے مقام پر قریش مکہ کو پیٹتے

ہوئے دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے ایک خاص سکیم کے تحت کفار مکہ سے رابطہ قائم کر کے انہیں مدینہ کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے اکسایا۔

قریش مکہ احد کی شکست کے بعد اپنے طور پر فیصلہ کر چکے تھے کہ ہم اب کبھی بھی مسلمانوں سے نہیں الجھیں گے۔ مکہ کا سردار ابوسفیان تو بالکل کسی نئی جنگ کیلئے تیار نہیں تھا۔ پھر اس کی بیٹی۔ سیدۃ النساء العالمین سیدہ ام حبیبہ کو ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہو چکا تھا، ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ایک معاہدہ کیا تھا کہ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوگا تو ہم مل کر اس کے خلاف جنگ کریں گے۔ مگر بدر و احد میں کسی یہودی قبیلے نے مسلمانوں کا ساتھ نہ دیا۔ سب سے پہلے بنو قینقاع کی سازشوں کا علم ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ سے نکال دیا۔ پھر بنو نضیر نے جنگ احد میں درپردہ کفار مکہ کا ساتھ دیا تو انہیں بھی شہر بدر کر دیا گیا۔ ان قبائل نے قریش مکہ کو مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے اکسایا اور اور آخر ابوسفیان کی سرکردگی میں عرب بھر کا دس ہزار بقول بعض کے تیس ہزار کا لشکر مدینہ کی طرف چڑھ دوڑا۔

ان سطور سے بتانا صرف یہ مقصود ہے کہ لشکر کفار کے سالار اعظم تو ابوسفیان تھے مگر عملاً تمام لشکر کی باگ ڈور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اور صفوان کے ہاتھوں میں تھی۔ ایک روز اچانک شدید طوفان اور آندھی آئی۔ قریش اس آندھی سے گھبرا اٹھے اور ان کا یہ لشکر چار ہفتے خندق سے سر پھوڑتا واپس لوٹ گیا۔

**جنگ خندق سیف اللہ خالد کا کردار** | چونکہ خندق عبور کرنے کی کوئی صورت کو خندق عبور کرنے کی ایک عجیب تجویز سوچی۔ انہوں نے پہلے خندق عبور کرنے کے لئے محمد کیا مگر جب مسلمانوں کی مدافعت سرفروشی سے کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو بظاہر اس طرح واپس لوٹے کہ اب حملہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمان بے خبر ہو گئے ہیں

تو اپنا تک پلٹ کر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ چند قریشی خندق عبور کرنے پر قادر ہو گئے۔ مگر مسلمانوں نے دوبارہ حملہ کر کے سیدنا خالد بن ولیدؓ کی یہ سیکم ناکام بنادی۔

## صلح حدیبیہ

حنوز خاتم المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہتے تھے مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ ادا کر دیے  
آپ سجدہ سوجاں تیاروں کو لے کر مدینہ سے عازم مکہ ہوئے۔ قریش مکہ کو علم ہوا تو وہ بڑے  
سٹ پٹاتے۔ انہوں نے سیف اللہ خالد کو تین سو سوار دے کر راستہ روکنے کے لئے بھیجا۔ سیف اللہ  
خالد کراخ انعمیم کے درے میں پہنچ گئے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس سواروں کا ایک  
دستہ خالد کو الجھانے کیلئے بھیج دیا اور خود دوسرے راستے سے حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے۔

## دوسرا دور

قبول اسلام اور حضور اکرم کی حیات طیبہ میں آپ کی مجاہدانہ خدمات صلح حدیبیہ کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ جو ایک دیہی جنگجو تھے اس بات پر غور کرنے لگے کہ آج تک مسلمانوں سے جس قدر جنگیں ہوتی ہیں ان سب میں باوجود عددی عسکریت کے ہمیں پے درپے کیوں شکستوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اب ان کے ذہن میں ایک خاص تبدیلی رونما ہو چکی تھی۔

عمرۃ القضا کے بعد آپ کے ذہن میں اپنے باقی مذہب پر شک ہونے لگا اور جب انہوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا تو اپنے رفیق خاص عکرمہ اور چند دوسرے دوستوں سے اس ارادے کا اظہار کیا عکرمہ سن کر کہہ سکتے ہیں آگئے۔ وہ رشتہ میں خالد کے بھتیجے تھے۔ بات سردار مکہ ابوسفیان تک پہنچی۔ طویل گفتگو ہوئی مگر خالد نے اپنے ارادہ پر ڈٹے رہے اور آخر ایک روز اپنی زرہ اور ہتھیار لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر عازم مدینہ ہو گئے۔ راستہ میں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ دونوں بھی قبول اسلام کے لئے مکہ سے روانہ ہوتے تھے۔ آخر تین اصحاب پر مشتمل یہ پاکیزہ صفات اصحاب کا قافلہ ۳۱ مئی ۶۲۹ء مکرم صفر ۸ ہجری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔

سیدۃ النساء العالمین ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ کی حاملہ تھیں اس لحاظ سے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوت و خلوت میں حاضری کے تمام مواہق حاصل تھے۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔



## سیدنا خالد بن ابی سیف اللہ بن گئے جنگ موتہ

سیدنا خالد بن ابی سیف اللہ بن گئے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی زمانہ میں مختلف حکمرانوں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ ایک سفیر بصری کے غسان حاکم کی طرف بھیجا۔ جب سفیر موتہ کے مقام پر پہنچا تو وہاں کے سردار شریہیل بن عمرو نے سفیر کو قتل کر دیا۔ دستور کے مطابق شریہیل کا یہ بہت بڑا جرم تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ غسان سے بدلہ لینے کے لئے ایک لشکر ترتیب دیا۔ اور سالاری کے لئے زید بن حارثہ رضی کو منتخب فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالبؓ فوج کی کمان سنبھال لے اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائے عبداللہ بن رواہہؓ لشکر کی قیادت کرے۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو مسلمان اپنے میں سے جسے موزوں سمجھیں اپنا سردار بنالیں اس لشکر میں سیف اللہ خالد ایک عام رضا کار کی حالت میں شامل تھے اور لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ مسلمانوں کا یہ لشکر جب معان کے مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ ہر قل شہنشاہ روم نے موتہ کے مقام پر ایک لاکھ کا لشکر فراہم کر رکھا ہے مسلمان بلقاس کے مقام تک پہنچ گئے۔ مگر عیسائی لشکر کا ٹڈی دل دیکھ کر موتہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنالیا۔ یہ ستمبر ۶۲۹ء مطابق جمادی الاول ۳۷ھ کے تیسرے ہفتے کا واقعہ ہے۔ جنگ شروع ہوئی سالار لشکر سیدنا زید بن حارثہؓ اٹھلے سب سے آگے تھے اور پہلے بتے میں ہی شہید ہو گئے۔ اب جھنڈا سیدنا جعفرؓ نے سنبھالا مگر وہ بھی اعلیٰ علیین کو سہارا گئے۔ اب باری عبداللہ بن رواہہؓ کی تھی مگر وہ بھی جان ہار گئے یہ دیکھ کر مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ سیدنا عبداللہؓ کی شہادت کے بعد ثابت بن ارقمؓ نے جھنڈا سنبھالا۔ اور بلند آواز میں کہا کہ مسلمانو! اپنے میں سے کسی کو فوراً سردار منتخب کر لو۔

اپنا مک سیدنا ثابت کی نظر سیف اللہ خالدہ پر پڑی۔ اور چلا کر کہا مسلمانوں تم میں خالدہ جیسا شجاع اور باہر موجود ہے اب یہی تمہارا قائد ہوگا۔ سیدنا خالدہ کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ عظیم المرتبت صحابی مجھ جیسے نو مسلم کو اپنا سالار بنائیں گے۔ مگر یہ سعادت روز الست سے ہی آپ کے مقدس کاہن چکی تھی آپ نے آگے بڑھ کر جھنڈا سنبھال لیا مگر اسلامی فوج کی حالت اب بگڑ چکی تھی سیدنا سیف اللہ خالدہ نے اہل اسلامی لشکر کو ایک قلعہ کی صورت دے کر عیسائیوں کے حملوں کو روکا۔ اور دوسرے مرحلہ میں ان پر حملہ آور ہوا انداز سے آگے بڑھے۔ سیدنا قطیبہ کے ہاتھ سے مشہور عیسائی سردار مالک قتل ہو گیا۔ سیدنا خالدہ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ چکی تھیں اور اب ان کے ہاتھ میں دسویں تلوار تھی۔ ادھر یہ ہنگامہ کارزار گرم تھا اور ادھر مسجد نبوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان فرما رہے تھے، زید رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا اب جعفر رضی اللہ عنہ سالار لشکر ہے اب وہ بھی شہید ہو گیا اور اب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ قائد لشکر ہے۔ پھر فرمایا اب وہ بھی شہید ہو گیا اور مسلمانوں نے اللہ کی تلوار کو اپنا سالار بن لیا ہے۔

پھر فرمایا — اب اللہ تعالیٰ نے خالدہ کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا ہے (بخاری) اس مقام پر ان کم علم مورخین یا متعصب ذہن کے سیرت نویسوں کی عقل کا ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جنہیں سیدنا خالدہ کی فتوحات اور کامیابیوں سے خدا واسطے کا میر ہے۔ وہ سیدنا خالدہ کی موت کے مقام پر فتح سے انکار تو نہ کر سکے مگر یہ پھر لگانے سے باز نہ آ سکے کہ خالدہ بڑی کامیابی سے مسلمان لشکر کو بچا کر دشمنوں سے نکال لائے۔

## فتح مکہ میں سیدنا خالدہ سیف اللہ کا کردار

صلح حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ عرب کے جو قبائل چاہیں وہ مسلمانوں کے حلیف بن سکتے ہیں اور جو قبائل چاہیں قریش مکہ کے حلیف بن سکتے ہیں مکہ کا مشہور قبیلہ

بنو خزاعہ مسلمانوں کا حلیف بن گیا اور بنو بکر کا قبیلہ قریش مکہ کا حلیف بن گیا مگر بنو بکر نے قریش مکہ کی مدد سے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ حرم کعبہ میں پناہ لینے والوں کو بھی امان نہ دی۔ بنو خزاعہ کے چند افراد نے چھپتے چھپاتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچ کر اپنی درخاک داستان سنائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی شرط کے مطابق بنو بکر سے انتقام لینا ضروری خیال کیا۔ سرکار مکہ ابوسفیان کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ مدینہ پہنچا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے چند جلیل القدر صحابہ کرام رضہ کے پاس پہنچا۔ مگر سب نے سر دھری کا اظہار کیا اپنی بیٹی سیدۃ النساء العالمین ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضہ کے ہاں پہنچا مگر انہوں نے بھی توجہ نہ فرمائی۔ آخر وہ ہر طرف سے ناامید ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور معاہدہ کی تجدید کے متعلق عرض کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اب وہ ناامید ہو کر مکہ لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے چند دن بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوجی کارروائی کے لئے فوری تیاری کا حکم دیا۔

مدینہ منورہ سے اسلامی فوج یکم جنوری ۶۳۰ء مطابق ۱۰ رمضان ۸ ہجری کو روانہ ہوئی۔ اسلامی فوج کی تعداد دس ہزار تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعفیہ کے مقام پر پہنچ کر اسلام قبول کر لیا۔ سرکار مکہ ابوسفیان کو اسلامی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ بھی مکہ سے روانہ ہو گیا۔ انھوں نے مقام پر سیدنا عباس رضہ سے ملاقات ہوئی۔ اور وہ ابوسفیان کو ہمراہ لے کر واپس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سیدنا ابوسفیان رضہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سرکار مکہ کے اسلام لانے سے بڑے خوش ہوئے اور اپنے لشکر کو فرمایا کہ مکہ میں داخلہ کے وقت جو شخص خانہ کعبہ میں سے یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزین ہوا یا پناہ دلازہ بند کر لے اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ اب مکہ میں داخلہ کیلئے سچاڑھیش تیار کئے۔ سب سے بڑے دستے کی سیدنا ابوعبیدہ رضہ کو

قیادت سپرد کی دوسرے دستے کو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے دستے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور چوتھے دستے کو سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہونے کا ارشاد فرمایا۔ باقی دستے تو بغیر کسی رکاوٹ کے خانہ کعبہ تک پہنچ گئے مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جس راستہ سے شہر میں داخل ہوئے اس راستہ میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے عکرمہ اور ان کے بہنوئی صفوان خندامہ کے مقام پر ستر راہ ہوئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ ایک عجیب تجربہ تھا۔ کہ ان کے مقابل ایک ان کا عزیز ترین دوست اور بھتیجا عکرمہ ہے اور دوسرا ان کی سگی بہن ناخنہ کا شوہر صفوان ہے۔ عکرمہ اور صفوان کے دل میں شاید یہ خیال بھی ہو کہ خالد رضی اللہ عنہ ہمارے خلاف لڑنے سے استرا کر کریں گے مگر آپ نے تمام دوستوں اور شہداء کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔ اس جھڑپ میں عکرمہ اور صفوان تو بھاگ نکلے۔ مگر بارہ کا فرارے گئے اور دو مسلمان شہید ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس روز اونٹنی پر سوار تھے۔ اور آپ کے پیچھے آپ کے نواسے سیدنا علی بن سیدنا ابی العاص رضی اللہ عنہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بیٹی سیدہ زینب صلات اللہ علیہا کے تخت جگہ تھے۔ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو آپ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، زبان اقدس سے جوار الحق و زحق الباطل کے کلمات فرماتے اور چھڑی سے بتوں کی طرف اشارہ فرماتے جاتے اور بت گرتے جاتے۔ کعبہ کی دیواروں پر جو تصاویر تھیں ان کے مٹانے کے لئے اپنے محبوب نواسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کر کے ان کے دست مبارک سے تصویریں صاف کرائیں۔

خانہ کعبہ کے صحن میں تمام مسند دید کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے منتظر تھے مانتی کے تمام واقعات ان کی نظروں کے سامنے تھے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کو معاف فرما دیا۔ صرف تین مردوں اور دو عورتوں کو قتل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد مکہ کے مضافات سے بتوں کو توڑنے کا ارشاد فرمایا۔ سیدنا سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ کو بخندہ کے

اہم ترین بت خانہ کو غزنی کی دیہی سے پاک کرنے کیلئے بھیجا۔ وہ ۳۰ سواروں کے ہمراہ نخلہ پہنچے۔ اور غزنی کے بت کو توڑ کر وادی نخلہ کو بت پرستی سے پاک کیا۔

وادی نخلہ کے بعد سیدنا سیف اللہ خالد رحمہ کو ۳۵۰ سوار دستے کی قیادت پر **تہامہ** | مامور فرما کر مکہ کے جنوب میں تہامہ کی طرف بھیجا۔ وہاں کے قبائل کے ہاتھوں

سیدنا خالد سیف اللہ کے چابن المغیرہ قتل ہوئے تھے۔ مگر ان لوگوں نے ہتھیار ڈال کر اسلام قبول کر لیا۔ مگر آپ کے ہاتھوں چند افراد قتل ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو سیدنا خالد سیف اللہ سے باز پرس فرمائی۔ جواب میں آپ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ وہ لوگ دل سے اسلام نہیں لاتے تھے۔ مگر بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا خون بہا دیا کہ انے کا ارشاد فرمایا اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دیا۔

## جنگِ حنین

فتح مکہ کے بعد حوازن اور ثقیف کے قبائل نے باہم مل کر اسلامی فتوحات کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے خطرے کے پیش نظر مشورہ کر کے مکہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ادھر مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا ارادہ فرما رہے تھے کہ مکہ کے مصافقاتی علاقوں میں بھی اسلام کی آواز پہنچائی جائے۔ بیک وقت دونوں اطراف سے افواج روانہ ہوئیں حوازن اور ثقیف قبائل نے پیش قدمی کر کے حنین کی وادی کے دونوں طرف پہاڑیوں کی کمین گاہوں میں اپنے تیر انداز بھٹا دیتے مکہ سے جو لشکر روانہ ہوا اس میں دو ہزار نو مسلم بھی تھے۔ مکہ سے روانہ ہونے والے لشکر کے ہر اول میں بنو سلیم کے سات سو آدمیوں کا دستہ تھا۔ جن کی قیادت سیدنا خالد سیف اللہ رحمہ کر رہے تھے۔ ۳۱ جنوری مسلمانوں نے حنین کی وادی میں پہنچ کر اپنا پڑاؤ ڈالا۔ دوسرے روز صبح لشکر روانہ ہوا۔ خبروں کے مطابق یہ مقابلہ اوٹاس کے میدان میں ہونا تھا۔ مگر مسلمانوں کا لشکر

جب حنین کی وادی کے تنگ حصے میں پہنچا تو دونوں طرف سے آل پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی گھات میں بیٹھے ہوئے دشمن کے تیروں کی زد میں آنے والا پہلا شخص سیدنا خالد سیفؓ رضی اللہ عنہ تھا۔ سیدنا خالد سیفؓ اللہ نے بار بار پکار کر کہا کہ جم کر مقابلہ کرو لیکن اس افراتفری کے عالم میں کسی نے ان کی پکار نہ سنی۔ وہ اپنے مقام پر ڈٹے رہے مگر بری طرح زخمی ہو کر اسی ریلے میں بہہ گئے۔ مگر شدید زخموں کی وجہ سے اپنے گھوڑے سے بے ہوش ہو کر گر پڑے بنو سلیم کا یہ بھاگتا ہوا ریلہ جب واپس ہو رہا تھا تو مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ کوئی بہت بڑی آفت آگئی ہے۔ مکہ کے نومسلموں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو وہ بھی بھاگ نکلے چونکہ وہ تمام لشکر میں ملے ہوئے تھے اس لئے بھاگنے کی کیفیت پیدا ہو گئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس روز سفید چرخ پر سوار تھے اور چرخ کا لگام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ابوسفیان بن نوفل کے ہاتھ میں تھا۔ ابوسفیان کے علاوہ آپ کے رکاب میں اس وقت صرف نو صحابہ کرامؓ رہے تھے جن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ عمرؓ، عباسؓ، اور علیؓ بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے فرما رہے تھے۔

”میں اللہ کا رسول محمد ابن عبد اللہ ہوں“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گروہ کے ساتھ دائیں طرف ہٹ کر ایک چٹان پر چڑھ گئے چند آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑے منکر صحابہؓ نے انہیں پسپا کر دیا حضور اکرم کے ارشاد مطابق سیدنا عباسؓ نے مسلمانوں کو پکارنا شروع کیا تو بکھرے ہوئے مسلمان جوق در جوق خدمتِ اقدس میں حاضر ہونا شروع ہو گئے۔ ہوازن کے محلے کا زور ٹوٹ گیا۔ اور ان کے دو پہلوؤں کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھا تو فرمایا۔

انا نبی لا کذب

انا ابن عبد المطلب

کفار کے سالار مالک نے جس جنگی فراست سے یہ منصوبہ بنایا تھا اب اسے اس کی ناکامی کے آثار نظر آرہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابی حملے کیلئے ایک رسالہ ترتیب دے کر اس

کی قیادت سیدنا بیریہؓ کے سپرد کی۔ اس جوابی حملہ تک خالد بن ولیدؓ جہاں گئے تھے بے ہوش پڑے رہے۔ کفار بھاگ نکلے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچے جہاں سیدنا خالد سیف اللہؓ بے ہوش پڑے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخموں پر پھونکا اور انہوں نے یوں محسوس کیا کہ وہ پھر طاقتور اور لڑائی کے قابل ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے جلد ہی بنو سلیم کو کجا کر لیا اور سیدنا بیریہؓ کے سوا دسٹے کے ساتھ شامل ہو گئے۔ سیدنا زبیر بن العوامؓ نے پوری وادی کو کفار سے خالی کر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے دسٹے کی قیادت ابو عامرہؓ کے سپرد کر کے انہیں اطلس کی جانب بھیجا۔ مگر وہ نو آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد شہید ہو گئے اور قیادت ان کے بھائی ابو موسیٰ نے سنبھال لی۔ انہوں نے ہوازن کا اڈہ کفار سے خالی کر لیا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ سیدنا خالد سیف اللہؓ دشمن کے ناگاہ حملے کی زد میں آ گئے۔ آٹھ دن کے لئے انہوں نے تہیہ کر لیا کہ کسی موقع پر بے خبری میں حملے کا شکار نہیں ہوں گے۔ سیدنا ابوسفیانؓ نے اس موقع پر بڑی جرأت ایمانی سے کفار کا مقابلہ کیا۔ حتیٰ کہ ان کی ایک آنکھ اس جنگ کی نذر ہو گئی۔

## تبوک اور دومۃ الجندل

۹ھ موسم گرما میں یہ افواہیں مدینہ میں پہنچی شروع ہوئیں کہ رومیوں نے شام میں بھاری فوجیں جمع کر نی شروع کر دی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے ہر اول دسٹے اردن میں داخل کر دیتے ہیں اور ہر قل خود حص میں پہنچ چکا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر مسلمانوں کو آگے بڑھ کر عیسائیوں کے حملے کو روکنے کیلئے تیاری کا حکم دیا۔ اور چندہ کی فراہمی کا ارشاد فرمایا۔ یہی وہ موقع تھا جب سیدنا صدیق اکبرؓ نے گھر کا تمام سامان لاکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سیدنا فاروقؓ

نے اپنا اُدھال اور سیدنا فاطمہؓ کی ایک ہزار اونٹ مع سالان کے اور طلائی سکوں سے بھری ہوئی تھیلی پیش کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سکوں کو اپنے مقدس ہاتھوں میں اچھلتے ہوئے فرماتے جا رہے تھے کہ آج سے بعد عثمان روز کا کوئی فعل اسے ضرر نہیں پہنچائے گا۔ وسط اکتوبر ۶۳۰ء مطابق رجب ۱۰ھ اسلام کا یہ لشکر دس ہزار سواروں اور تیس ہزار پیادوں پر مشتمل عازمِ تنوک ہوا۔ اس علاقہ کے مشہور مقلات ایلم، حجرہ، اذرح اور مقننہ کے حکمرانوں نے جزیرہ دینے کا وعدہ کر کے اطاعت کا اقرار کیا۔ مگر تنوک سے کچھ آگے دوتہ الجندل کے عیسائی حکمران اکیلم بن مالک نے کچھ پرواہ نہ کی۔

حضور خاتمِ المعصومینؑ نے اس کی سرکوبی کیلئے سیدنا خالد سیف اللہؓ کو چار سواروں کا دستہ دے کر اس کی طرف بھیجا۔ اکیلم اس وقت شکا میں مشغول تھا سیدنا خالدؓ نے پہلے حملے میں ہی اسے گرفتار کر لیا۔ سیدنا خالدؓ اس مقتدر قیدی کو لے کر حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اکیلم نے صلح کی پیش کش کی اور اپنی جان کیلئے بھاری فدیہ اور جزیرہ دینے پر رضامندی کا اظہار کیا جو قبول فرمایا گیا۔

## فتح نجران

جولائی ۶۳۱ء مطابق ربیع الآخر ۱۱ھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی ہم سیدنا خالد سیف اللہؓ کی سرکردگی میں شمالی یمن کے علاقہ نجران کی طرف بھیجی۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چار سو جنگجو سوار تھے۔ آپ نے نجران پہنچ کر بنو حارثہ بن کعب سے رابطہ قائم کیا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور آپؐ کا کافی عرصہ اس قبیلہ میں مقیم رہا کہ انہیں اسلامی طوٹ پر یقین کی دعوت دیتے رہے۔ جنوری ۶۳۲ء مطابق شوال ۱۲ھ آپؐ ان لوگوں کا ایک وفد لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ



کی اس کارکردگی کو نہایت سراہا۔ اور ان لوگوں میں سے ایک امیر مقرر کر کے انہیں واپس بھیج دیا۔

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی یہ آخری مہم تھی۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری ایام میں اسود عنسی نے جس کا اصل نام عجمتہ بن کعب تھا اور سیاہ رنگت کی وجہ سے اسود، گدھے کی سواری کی وجہ سے ذوالحمار کثرت شراب نوشی کی وجہ سے ذوالخمار کے ناموں سے مشہور تھا۔ یمن کے شہر صغایہ میں نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ ایک ہاتھ اور آگے مار کر رحل الیمین کمانے لگا کی سرکوبی کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن ہیرہ کو بھیجا انہوں نے چند مقامی مسلمانوں کے ذریعے اسے کیفر کر دیا۔ تک پہنچا دیا۔ وصال نبوی سے پھر دن پہلے یہ واقعہ گذر چکا تھا۔

## عالم اسلام کے خلیفہ اول صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں

### سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے کارنامے

حضور خاتم النبیین والحصوین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ مسلمانوں کے لئے ایک شجر طوبی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے فوجی قائد، فرمانروا، محضنت، معلم، ہادی، دوست، راہنما، غمگسار، ہمدرد، شفیق، سرپرست سب کچھ تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جب بھی کسی کو کوئی مشکل پیش آتی وہ فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے حالات بیان کرتا اور سکون قلب کی دولت سے مالا مال ہوتا۔ مگر ایسا تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے عالم عقیقی کو تشریف فرمائی نے ان سے گویا سب کچھ چھین لیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں اپنے محبوب ساتھی سیدنا صدیق اکبرؓ کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کا ارشاد فرما کر اس بات کا اظہار کر دیا تھا کہ میرے

بعد مسلمانوں کے معاملات کے سہرا ابو بکرؓ ہی ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر آنا فانا تمام جزیرہ غماتے عرب میں پھیل گئی۔ مکہ، مدینہ اور طائف کے علاوہ پوری اسلامی مملکت میں فتنہ اُتار دیا پھوٹ نکلا۔ ایک طرف کذاب مدعیان نبوت دوسری طرف مانعین زکوٰۃ اور تیسری طرف ان نو مسلم کم علم لوگوں کا مذہب جو صرف سیاسی مصلح کی بنا پر مشرف باسلام ہوتے تھے اور اس پر مزید یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخری ایام میں انید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک لشکر کی قیادت سپرد کر کے عازم موتہ ہونے کا ارشاد فرما چکے تھے مدینہ میں ہر جہاد اطراف سے بڑی مایوس کن خبریں پہنچ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ مدینہ سے شمال مشرق کی طرف ستر میل کے فاصلہ پر ابرق کے مقام پر مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے مرتدین کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا۔ اور مدینہ ۲۴ میل مشرق کی طرف ذوالقصہ کے مقام دوسرا اجتماع ہوا۔ پھر یہ اطلاعات پہنچیں کہ طلحہ بن خویلد، مسلمہ بن حبیب اور صحابہ بنت الحارث نے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنے پاس بڑے بڑے لشکر فراہم کر لے دیے ہیں۔ ان حالات سے اکثر صحابہ کرامؓ بڑے متردد اور پریشان تھے۔ ان میں سے اکثر نے فیصلہ کر کے ایک وفد مرتب کیا کہ ”اولین خلیفہ رسولؐ“ کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ ایسے نازک وقت میں اسامہؓ کے لشکر کو مدینہ میں روک لیا جائے وفد کا پیغام لے کر سیدنا فاروقؓ اعظمؓ خلیفہ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت مدبرانہ انداز میں وفد کی ترجمانی کے فرائض ادا کئے۔ خلیفہ رسولؐ خاموشی اور سکون سے فاروقؓ اعظمؓ کے استدلال سنتے رہے اور جب فاروقؓ اعظمؓ خاموش ہوئے تو خلیفہ رسولؐ نے گنجی ہوتی آوازیں کہا عمرؓ اکان کھول کہ میں اس لشکر کا بھنڈا کھولنے کیلئے تیار نہیں جسے خود رسول اللہؐ نے بلند کیا تھا میں مانعین زکوٰۃ سے اس وقت تک جہاد جاری رکھوں گا جب تک اونٹ کی وہ سی بھی وصول نہ کر لوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیت المال میں جمع ہوتی تھی فاروقؓ اعظمؓ یہ سن کر ان لوگوں کے پاس پہنچے جنہوں نے انہیں بھیجا تھا اور بڑے غصے کے

انداز میں کہا تم نے خواہ مخواہ مجھے وہاں بھیج کر شرمندہ کیا ہے۔  
 یہ کسے معلوم تھا کہ بظاہر جو شخص عمر کے ساٹھ سال گزرا چکا ہے۔ نازک اندام، چھوٹے  
 قدام دبیلے پتلے جسم کا درد و آدمی ہے جس کی نازک آنکھیں اس کی تپتی بھوؤں کے نیچے  
 اندر کو دھنسی ہوتی ہیں۔ جوڑ بٹاپے کی وجہ سے خمیدہ مگر ہو چکا ہے اس کے بڑھاپے اور ضعف  
 کے آثار میں اضافہ ہو چکا ہے ایک حلیم، نرم دل، نرم مزاج اور نہایت رقیق القلب ہے۔  
 جس کی آنکھوں میں آسانی سے آنسو بھرتے ہیں وہ یوں ایک سنگ غار کی چٹان اور لوہے  
 کی لاٹ ثابت ہو گا۔ آپ نے فوراً سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانگی کا حکم دیا اور فوراً کچھ فائل پہلے  
 اس کے جلو میں چلے۔ آخر اسامہ رضی اللہ عنہ کو نصرت کرتے وقت کہا اگر تمہاری اجازت ہو تو میں  
 عمرہ کو مشورے کیلئے اپنے پاس روک لو۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس بات پر بڑی خوشی  
 کا اظہار کرتے ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اجازت دیدی۔

## ذوالقصدہ کے مرتدین کا خاتمہ خلیفہ رسولؐ کے ہاتھوں ہوا

ذوالقصدہ کے مرتدین نے اپنا وفد خلیفہ رسولؐ کے پاس بھیجا۔ مرتدین کا خیال تھا۔  
 خلیفہ رسولؐ ہماری شرائط مان لیں گے مگر آپ نے انہیں بڑی سختی سے دھتکار دیا۔  
 اور خود آگے بڑھ کر ذوالقصدہ میں حج مرتدین پر حملہ کر دیا۔ اور انہیں مار بھاگایا۔ اسی موقع پر کسی  
 سرکش قبائلی سردار نے بھاگتے ہوئے کہا تھا قہر عربوں پر بن بوقحافہ کا (بلادی) یہ واقعہ  
 ۳۰۔ جولائی ۳۲ھ ۸ جمادی الاول ۳۲ھ کا ہے۔ نعمان بن مقرن کو وہاں کا انتظام سپرد  
 کر کے خلیفہ رسولؐ واپس ہوتے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ بھی اگست میں مدینہ پہنچ گیا۔ امداد و مدد  
 کا پہلا فتنہ ختم ہو گیا۔

## اہرق کے مرتدین کا خاتمہ خلیفہ رسول کے ہاتھوں ہوا

ذوالقصدہ کی فتح کے بعد خلیفہ رسول بنفس نفیس مرتدین کے دوسرے اجتماعی اڈے اہرق کی طرف بڑھے۔ ذوالقصدہ سے بھاگنے والے بھی اس مقام پر جمع ہو گئے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے خلیفہ رسول کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح یابی سے ہمکنار فرمایا۔ اب بزازہ میں مدعی باطل طلحہ، بطاح میں مالک بن نویرہ اور یمامہ میں مسیلہ کذاب سے نپٹنا تھا۔

اس وقت خلیفہ رسول صدیق اکبر رضی کی ذات عالم اسلام کے لئے گویا بحر انحراف میں ایک جزیرہ ایمان، اہلبیاد یلغار کے سامنے ایک چمنستان سکون، کفر و عصیان کی شب تاریک میں شمع فروزاں کی مانند تھی۔

مورخ حیران ہیں کہ اس خفیہ و نزار انسان سے یہ سب کچھ کیسے سرزد ہوا۔ اب آپ نے گیارہ جیوش مختلف سالاروں کے تحت مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیے ہر جیش کا جھنڈا الگ تھا۔

۱۔ جیش سیف اللہ خالد رضی کی قیادت میں طلحہ کی سرکوبی کے لئے بزازہ کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ طلحہ سے نپٹنے کے بعد مالک بن نویرہ حاکم بطاح کی سرکوبی کریں۔

۲۔ سیدنا عکرمہ رضی کو مسیلہ کی سرکوبی کیلئے مامور فرمایا۔

۳۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی کو تبوک و دومتہ الجندل کی طرف روانہ کیا۔

۴۔ سیدنا اشجیل رضی کو سیدنا عکرمہ رضی کی کمک پر مامور فرمایا۔

۵۔ سیدنا خالد بن سعید اموی کو شامی سرحدات کی طرف بھیجا۔

۶۔ سیدنا ظریف بن حاجز کو ہوازن اور بنو سلیم کے مرتدین کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔

۷۔ سیدنا علاب بن الحضرمی کو بحرین۔

۸۔ سیدنا حذیفہ بن یمان کو عمان -

۹۔ سیدنا عوف بن ہرثمہ کو مہرہ -

۱۰۔ سیدنا مہاجر بن ابی امیہ مین اور حضرت موت -

۱۱۔ سیدنا سوید بن مقرن کو شمالی یمان کے مرتدین کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔

## طلیحہ سے جنگ

جونہی جیوش کی تشکیل ہوتی۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ اپنے حبش کو لے کر طلیحہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ طلیحہ نے اپنے عناد کا پہلا مظاہرہ جنگ احد کے بعد کیا اس نے ایک لشکر جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا دوبارہ جنگ خندق میں کفار کا ساتھ دیا۔ تیسری بار جنگ خیبر کے موقع پر یہودیوں کا ساتھ دیا و فود کے سال وہ بظاہر مسلمان ہو گیا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر خود نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے مریدوں میں اضافہ شروع ہو گیا۔ غطفان، طے، ہوازن، بنو سلیم کے قبائل نے اس کا ساتھ دیا۔ اب بنی نضیر میں طلیحہ کی سرگرمیاں پورے عروج پر تھیں۔ جب خالد سیف اللہؓ ذوالقعدہ سے روانہ ہوئے تو طلیحہ پوری طرح جنگ کیلئے تیار تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ نے پہلے قبیلہ طے کی طرف توجہ کی۔ عدی بن حاتم نے ان کا ساتھ دیا۔ جب بنی نضیر ایک منزل رہ گیا تو آپؐ نے دو آدمیوں کو دیکھ بھال کے لئے آگے بھیجا ان کی مٹھ میں طلیحہ کے بھائی حبال سے ہوئی۔ حوالان کے ہاتھوں حاصل ہوئے۔

بھائی کی موت کی خبر سن کر طلیحہ آگ بگولا ہو گیا۔ طلیحہ اپنے دوسرے بھائی سلمہ کے ساتھ آگے بڑھا اور دو مسلمان مجاہدین میں سے ایک کا نام عکاشہؓ تھا شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کو ان کی شہادت کی اطلاع ملی تو انہیں سخت صدمہ ہوا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ آگے بڑھے اور ایک کھلے میدان میں لشکر کو ترتیب دیا سیدنا خالد سیف اللہؓ چھ ہزار لشکر کے ساتھ طلیحہ

کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ یہ ستمبر ۳۲ھ جمادی الآخر ۳۲ھ کا واقعہ ہے۔  
 سیدنا خالد سیف اللہؓ نے اپنے جیش کے آگے رہ کر اپنے لشکر کی قیادت خود کی  
 مدعی باطل اپنے سر پر عمامہ باندھے کاندھوں پر چو غاڈالے اپنے لشکر کے عقب میں ایک  
 خیمہ میں بیٹھ گیا۔ اور ایسا انداز اختیار کیا گویا اس پر وحی نازل ہو رہی ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہؓ نے بلا توقف طلحہ کے اگلے مورچوں پر حملہ کر دیا۔ بنو فزازہ نے  
 مقابلہ کیا لیکن پھر بھاگ نکلے۔ ہزیمت کے آثار دیکھ کر عینہ بن ابی اظہر نے طلحہ کے پاس  
 پہنچا اور پوچھا کیا کوئی وحی نازل ہوتی ہے جواب ملا ابھی نہیں۔ اس دوران سیدنا خالد سیف اللہؓ  
 طلحہ کے قلب لشکر تک پہنچ گئے۔ عینہ نے دوبارہ طلحہ کے پاس پہنچ کر دریافت کیا۔ اب  
 کے طلحہ نے جواب دیا تمہارے پاس بالکل اسی کی جیسی اور آج کا دن ایسا ہے جسے تم کبھی  
 نہیں بھول سکو گے۔ عینہ یہ سن کر بنو فزازہ کے پاس پہنچا اور بچلا کر کہا یہ شخص جھوٹا ہے۔ اپنی  
 جانیں بچاؤ یہ سنتے ہی بنو فزازہ بھاگ نکلے۔ میدان سیدنا خالد سیف اللہؓ کے ہاتھوں رہا۔  
 چند بھگورے طلحہ کے پاس پہنچے۔ اس نے کہا بھاگ نکلو اور اپنے بال بچوں کو بچاؤ۔

طلحہ نے اپنی بیوی کو اوٹھٹی پر بٹھایا اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ نکلا۔ اور شام  
 میں پہنچ کر قبیلہ کلب کے ساتھ سکونت اختیار کر لی جب اس نے سنا کہ قبیلہ بنو اسد کے  
 لوگ دوبارہ مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ  
 کے زمانہ میں وہ حج کے لئے مکہ پہنچا۔ مگر خلیفہ رسولؐ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔  
 چند سال بعد مدینہ منورہ میں خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر آپ  
 کو سیدنا عائشہؓ اور ان کے ساتھی کی شہادت کا بڑا صدمہ تھا۔ آپ نے اس کی طرف کوئی  
 توجہ نہ فرمائی۔ طلحہ بڑا سان حاضر جواب اور چرب زبان تھا۔ اس نے سیدنا فاروق اعظمؓ کے  
 خوشنودی حاصل کرنے کی بڑی کوشش کی۔ آخر آپ نے فرمایا اور مکاری تیری غیب دانی کا کیا  
 ہوا۔ اس نے فی البدیہہ جواب دیا وہ تو دھونکنی کی ایک پھونک تھی۔

عراق پر تیسری چڑھائی کے وقت طلیمہ نے اپنی شجاعت اور فن حرب کے حیرت انگیز کارنامے انجام دیتے۔ قادیسیہ کی جنگ میں بڑی بہادری سے لڑا۔ اور نہادند کی جنگ میں بڑی شجاعت سے لڑتا ہوا شہید ہوا۔

طلیمہ کے بھاگ بھگنے کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے گرد و نواح کے قبائل کی تسخیر کے لئے اپنی فوج کے مختلف دستے روانہ کئے۔ عینینہ کے تعاقب میں خود روانہ ہوئے۔ وہ ابھی ساٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے غمرہ تک پہنچا تھا کہ آپ نے اسے جا لیا۔ عینینہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ متعدد مرتبہ مارے گئے اور خود گرفتار ہو گیا۔ قبیلہ غطفان کے سردار کاہٹا ایک معمولی قیدی کی حیثیت میں مدینہ لایا گیا۔ مدینہ کے نوجوانوں نے اس کی بڑی گت بنائی جس پر وہ نہایت دردناک الفاظ میں چلا اٹھا اس کا مقدمہ خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں پیش ہوا۔ آپ نے اسے معاف کر دیا۔ اس نے صدق دل سے اسلام قبول کر کے باقی زندگی امن و امان سے بسر کی۔

**لطیفہ** | خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عینینہ مدینہ پہنچا۔ اور سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے عرب کی مہمان نوازی کے دستہ کے مطابق مغرب کے بعد رات کے کھانے کیلئے اسے روک لیا۔ مگر اس نے کہا میں روزہ سے ہوں سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے بڑی سیرانی سے پوچھا یہ رات کو روزہ کیسا؟ اس نے جواب دیا مجھے دن کے روزے کی نسبت رات کے روزے کی آسانی رہتی ہے۔

غمرہ کی جنگ کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نقرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں ایک مغرور طبع عمرو بن العزی المعروف ابو شجرہ نامی سردار کی قیادت میں بنو سلیم کے بعض کنبے جمع تھے۔ بنو سلیم کے کچھ لوگ آپ کی قیادت میں حنین اور طائف کے معرکوں میں حصہ لے چکے تھے مگر اتلاد کے بعد وہ کسی قسم رحم کے مستحق نہیں تھے۔ انہوں نے ڈٹ کر اسلامی فوج کا مقابلہ کیا مگر سیدنا خالد سیف اللہ کی شمشیر خراشاگاف کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ ابو شجرہ کو قیدی بنا کر مدینہ بھیج دیا۔

جہاں خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے معاف فرمادیا اس نے اسلام قبول کر لیا۔  
**الطیفہ** | خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ابو شجرہ کی حالت بدلتی  
 ہو گئی وہ مدینہ پہنچا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پہچان کر کہا اہل بیت تم وہی ابو شجرہ  
 تو نہیں ہو جس نے مسلمانوں کے خلاف مرتد ہو کر جنگ لڑی تھی۔ اس نے اثبات میں جواب  
 دیا تو آپ نے اپنے ہنٹر سے اس کے سر پر وار کیا اس نے فریاد کرتے ہوئے اپنے اسلام لانے کا  
 اعلان کیا۔ اب رضی اللہ عنہ نے ایک اور ہنٹر جمایا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے تیسرے دیکھ کر وہ  
 بھاگ نکلا اور اونٹ پر سوار ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے زندگی بھر تہذیب  
 کا رخ نہ کیا۔

بڑا بڑا کی جنگ کے دوران بعض قبائل الگ رہ کر حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ ان  
 میں بنو سلیم، ہوازن اور بنو عامر کے بعض قبیلے شامل تھے ان سب نے سیدنا خالد سیف اللہ  
 کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کا اقرار کیا۔ تا تب ہونے والوں میں بعض دوسرے قبائل کے  
 لوگ بھی تھے۔ مگر خلیفہ المؤمنین کا حکم تھا کہ جس کے ہاتھوں کوئی مسلمان قتل ہوا ہے اسے  
 معاف نہ کیا جائے۔ خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان فتوحات کی خبر پہنچی تو آپ نے  
 سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو مبارکباد کا خط بھیجا اور آئندہ کامیابی کے لئے دعا کی۔

## ظفر کا معرکہ ام زہل سے جنگ

اس شاندار کامیابی کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ظفر کی طرف بڑھے۔ جہاں سلمیٰ  
 عرف ام زہل، عینیہ کی چھیری بن اپنے گرد مرتدین اور مشرکین کا بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا تھا  
 ام زہل کا باپ مالک قبیلہ غطفان کا سردار تھا۔ ام زہل کی ماں ام قرفہ بھی ایک جانباز قسم کی  
 بہادر تہ عورت تھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ ام قرفہ نے مسلمانوں  
 کے خلاف جنگ کی اور قتل ہو گئی اور اس کی بیٹی سلمیٰ عرف ام زہل گرفتار کر کے مسلمانوں نے



مدینہ پہنچ دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک خادمہ کے طور پر ام المؤمنین سیدہ صدیقہ کائنات حضرت عائشہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے حوالے کر دیا۔ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تشریف لائے تو ام زحل کو بیٹھے دیکھ کر فرمایا تم میں سے کون جواب کے کتے بھونکوائیں گی۔

کچھ عرصہ بعد سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سخاوت کے قبیہی ملکہ کے تحت ام زحل کو اکاد فرما دیا اور وہ اپنی قوم میں واپس چلی گئی۔ ام زحل کو اپنے قیدیہ کے لوگوں نے دیکھا تو انہیں ام قرق زیاد آگئی۔ اور انہوں نے ام زحل کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ ام زحل سٹلے نے اپنی قوم کو بغاوت پر اکسایا اور تھوڑے عرصے میں اس کے گرد متعدد قبائل کے شکست خوردہ لوگوں کا ایک عظیم گروہ اکٹھا ہو گیا ترجمہ طبری حصہ سوم خلافت راشدہ حصہ سوم صفحہ ۸۶، تاریخ ابن خلدون حصہ اول رسول ۴ اور خلفائے رسول ۲ ص ۱۱۱ تاریخ اسلام اکبر شاہ خان نجیب آبادی حصہ اول صفحہ ۲۹۲ میں ام زحل کی بغاوت کی تفصیل موجود ہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ام زحل کی سرکوبی کے لئے ظفر کے مقام کی طرف بڑھے۔ ام زحل اس مقام پر بہت بڑا لشکر فراہم کر کے مقابلہ کے لئے تیار تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ام زحل کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ لیکن یہ معرکہ بڑا سخت ثابت ہوا۔ ام زحل قلب لشکر میں ایک اونٹ پر سوار بڑی ثابت قدمی سے اپنی فوج کی قیادت کر رہی تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی جہاں بین نظر کرنے دیکھ لیا کہ جب تک ام زحل قلب لشکر میں موجود ہے۔ کامیابی کا امکان بہت کم ہے۔ آپ نے پختہ عزم کے ساتھ قلب لشکر میں پہنچ کر ام زحل کے اونٹ کو گرا لیا۔ ام زحل قتل کر دی گئی۔ اس کے اونٹ کے گرد سولاشیں بکھری پڑی تھیں۔ یہ جنگ اکتوبر ۶۳۲ء مطابق رجب ۱ سالہ میں لڑی گئی یہی ام زحل جب اپنے لشکر کو ہمراہ لے کر ظفر کی طرف بڑھ رہی تھی تو اس کا گندہ جواب کے چشمتے کے راستے ہوا تھا۔

مگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قاتل اور قاتلین ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی روحانی ذریت نے حوَّاب کا واقعہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ثنات کے سفر بصرہ پر چسپاں کر کے اپنے دل کا غبار نکالا۔ مکہ سے بصرہ کے درمیان اکیس منزلیں پڑتی ہیں۔ قدیم مولف ابوالفرج قدس سرہ بن جعفر متوفی ۳۵۵ھ نے اپنی تالیف، الخراج وضعت الکتابہ میں ان تمام منازل کے نام لکھے ہیں ان میں حوَّاب نام کی کوئی منزل تو درکنار معمولی بستی بھی نہیں۔ بلکہ حوَّاب کا چشمہ ظفر کے قریب جہاں ام زہل قتل ہوئی تھی آج بھی موجود ہے، شاطر، عیار، مکار اور ہشیار و پرکار متعصب موزنین نے اس روایت میں صدیقہ کا ثنات رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حمیرا کا لفظ بھی کھلوایا ہے۔ حالانکہ موضوعات کبیرہ صرف ۱۴۳ پر یہ کلمات موجود ہیں ہر وہ روایت جس میں لفظ یا حمیرا ہے موضوع ہے۔ اسی موضوعات کبیرہ کے صفحہ ۱۵۷ پر یہ کلمات ہیں۔ وہ روایت جس میں حمیرا یا ذکر حمیرا ہے جھوٹی ہے۔ سبائیت نے ایک روایت تراشی اور اپنی خصوصی تکنیک سے اسے لے کر ہر بستی اور ہر قریہ میں پہنچ گئے۔ اور غیر محقق کے ہم خواندہ موزنین نے اس قسم کی داہی روایات کو اپنی تاریخوں میں درج کر کے ایک عالم کو گمراہ کرنے کا کام کیا۔

## مالک بن نویرہ

مالک ایک عالی نسب سخی اور مہمان نواز سردار تھا۔ تمام رات اس کے گھر کے باہر روشنی کا اللہ روشن رہتا کہ وہاں سے گزرتے ہوئے مسافر اس کے ہاں قیام کر سکیں۔ نہایت وحیہ اور خوبصورت، ہر قسم کے آلات جنگ کے استعمال کا ماہر اور بالکمال شاعر تھا۔ فارس کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کے قبیلے بنو تمیم کے چند افراد نے زرتشتی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ انہماں نامی ایک سردار کی بیٹی بلیلی ایک قیامت خیز حسینہ تھی۔ مالک نے بلیلی سے شادی کر لی۔ سال و فود کے دوران جب بنو تمیم کا قبیلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا تو مالک بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے

بنو خلفہ کا عامل مقرر کر دیا۔

اس نے بڑی دیانتداری کے ساتھ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی تاکہ مدینہ بھیجے۔ مگر اسے اطلاع ملی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ اس نے تمام مال زکوٰۃ لوگوں کو واپس لوٹا دیا۔ اور ارتداد کے عام ریلے میں بہ گیا۔ الحارث کی بیٹی سجاح جو ایک قاصد الکلام شاعرہ تھی مالک بن نویرہ کی قریبی عزیزہ تھی۔ سجاح مدینہ عیسائی تھی۔ ارتداد کی لہر کے دوران سجاح نے سنگہ طلیحہ اور مسیلہ نے اپنی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا ہے۔ سجاح نے ان کی دیکھا دیکھی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ اس کے نہائی رشتہ داروں نے اس کی نبوت کے سامنے سر جھکا دیا۔ جب اس کے پاس اس کے ماننے والوں کی اچھی خاصی تعداد پیدا ہو گئی تو اس نے الحزن کے مقام پر پہنچ کر مالک سے اپنے ایلچیوں کا تبادلہ کیا۔ گویا مالک بن نویرہ بھی بالواسطہ اس کی نبوت کا شریک کا بن گیا۔ مگر چند خطرات کے پیش نظر مالک نے سجاح کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کمرے سے باز رکھا۔ یہ جون ۳۲ھ کا واقعہ ہے۔ اب مالک اور سجاح نے مل کر نبوت تمیم اور تغلب کے مخالف قبیلوں پر حملہ کر دیا اور جی بھر کر انہیں لوٹا اور قتل کیا۔ اب وہ بناج کی طرف بڑھی مگر اپنے منصوبوں میں ناکام رہی اور رُخ بدل کر میامہ کی طرف چل پڑی۔ اس کے پیروکاروں نے کہا کہ اہل میامہ بہت طاقتور ہیں مگر وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔

## مسلمہ کذاب

مسلمہ بن حبیب قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک فرد تھا۔ وفد کے سال وہ بھی بنو حنیفہ کے وفد کے ہمراہ مدینہ پہنچا۔ وفد کے اراکین نے اسے اپنے اذٹوں کی حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑا اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب دستور انہیں چند تحائف دیئے اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص کیمپ میں رہ گیا ہے وہ بھی تم سے کم نہیں اسے بھی باقاعدہ تحائف میں سے حصہ دیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات

کلمات مقدس بعد میں اس نے اپنے اعلان نبوت کے وقت اپنے حق میں استعمال کئے۔  
 مسیلہ ایک شعبہ باز اور کمال کا بازیگر تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ  
 میں ہی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا ایک قاصد  
 بھی بھیجا کہ شہروں کے نبی آپ اور صحراؤں میں آباد لوگوں کا نبی میں ہوں۔ یمامہ مدینہ سے بہت  
 دور تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی سرکوبی پر مامور فرمائے کہ  
 بجائے اسی کے قبیلے کے ایک فرد نہاد الرجال کو اس کی طرف بھیجا۔ مگر نہاد الرجال بھی مرتد ہو  
 کر اس سے مل گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسیلہ کو بنو حنیفہ پر مکمل بالادستی  
 حاصل ہو گئی۔ شکل و صورت میں مسیلہ ایک کرسیمہ النظر، ہیبت ناک پستہ قدم مگر انتہائی توانا  
 شخص تھا۔ مسیح اور مقدس عبارتیں گھڑنے میں اسے خاص ملکہ حاصل تھا۔ تاریخ اور عربی ادب  
 کی کتب میں اس کے بعض کلمات موجود ہیں۔

## سجاح اور مسیلہ

سجاح جب یمامہ کے قریب پہنچی تو مسیلہ بڑا پریشان ہوا۔ داستان طویل ہے۔ مگر مختصر  
 یہ کہ سجاح اس کے پھندے میں پھنس گئی اور اس سے نکاح کر لیا مہر میں صبح اور عشاء کی نمازیں  
 معاف کر دی گئیں۔ سجاح تین دن کے بعد اپنے علاقہ کی طرف واپس لوٹ گئی۔ بعد میں اس نے  
 اسلام قبول کر لیا اور امیر المؤمنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں طویل عمر پاکر کوفہ میں فوت ہو گئی۔  
 مالک بن نویرہ کا استدلال اور اس کا سجاح سے اتحاد اور قتل و غارت ناقابل معافی جرم تھے  
 سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے لشکر کو نطاح کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا تو چند ایک  
 انصاریوں نے کہا کہ ہمیں دربار خلافت سے ایسا کوئی حکم نہیں ملا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ میں سے جو  
 اصحاب میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے میں انہیں مجبور نہیں کرتا۔ اور باقی فوج کو لے کر روانہ ہو گئے  
 مگر تھوڑے وقت کے بعد پیچھے رہ جانے والے بھی آکر لشکر میں شامل ہو گئے۔ وسط شعبان ۳۷ھ

آپؐ بطاح پہنچے مگر وہاں کوئی متنفس موجود نہ تھا۔ ہوا یوں کہ سبحاح، مالک کو چھوڑ کر پہلے مسیلہ کے پاس پہنچی اور اس کے بعد عراق چلی گئی۔ مالک کو اپنی حالت پتلی نظر آنے لگی اسے احساس ہونے لگا کہ اس جھوٹی نبیہ کا ساتھ دے کر مجھ سے سخت غلطی سرزد ہوتی ہے۔ مالک کو اب ہر طرف اپنی تباہی نظر آ رہی تھی۔ مانعین زکوٰۃ اور ارتداد میں وہ پیش پیش تھا۔ سبحاح کی اس نے بھرپور حماست کی اور اس کے ساتھ مل کر بے حساب لوگوں کا خون بہایا۔ غارتگری کی اور ان کا مال لوٹا۔ اب تباہی سے بچنے کی اسے ایک صورت نظر آئی کہ اپنے جرائم کے کفارہ کے طور پر از سر نو مال زکوٰۃ اور محصول جمع کیا تاکہ مدینہ بھیجے۔ اپنی فوج کو منتشر کر دیا۔ مال زکوٰۃ اپنے ایلچیوں کے ہاتھ سیدنا خالد سیف اللہؓ کی خدمت میں بھیجا۔ آپؐ نے مال وصول کر لیا مگر اسے بطور تاوان بہت کم سمجھا کیونکہ اس کے ذمہ زکوٰۃ اور محصول کی زیادہ رقم واجب الادا تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ نے اس کے ایلچیوں سے پوچھا تمہیں سبحاح کا ساتھ دینے پر کس بات نے آمادہ کیا تھا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم اپنے خاندانی دشمنوں سے قبائلی انتقام لینے کے خواہش مند تھے۔ ایلچیوں کا یہ جواب ناقصی بخش تھا مگر آپؐ نے ان سے مزید گفتگو نہ کی۔ آپؐ نے بطاح پہنچ کر کچھ سوار دستوں کو تیزی سے دیہاتی علاقوں میں پھیل جانے کا اور بنو تمیم کے مرتد کنہوں کی سرکوبی کا حکم دیا۔ مگر ساتھ ہی خلیفہؓ اسلام کا یہ ارشاد بھی دہرایا کہ اگر کسی مقام سے اذان کی آواز سننے میں آئے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تمام مرتد خاندان مطیع ہو گئے۔ اگلے روز سیدنا ضرار بن الازرقؓ کی قیادت میں ایک رسالہ مالک کے گھر پہنچا۔ سیدنا ضرارؓ نے مالک، لیلے اور بنو یربوع کے چند سپاہیوں کو گرفتار کر کے سیدنا خالد سیف اللہؓ کے سامنے حاضر کیا۔ مالک کی پیشی ایک باغی اور مرتد سردار کی حیثیت سے ہو رہی تھی جس کے خلاف جرائم کی طویل فہرست تھی۔ مگر اس کے باوجود مالک کا انداز بے باکانہ اور غیورانہ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ نے اس کے سامنے اس کے جرائم پیش کر کے اس سے جواب طلب کیا۔ مالک نے اپنے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

و تمہارے آقاؐ نے یوں کہا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رحمہ اللہ کو اس کے غیر تائب اور لا ابا لیا نہ رحمۃ سے سخت رنج پہنچا اور فرمایا کہ کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آقا نہیں سمجھتے۔ مگر مالک نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

آپؐ نے اسی روز لیٹے سے اپنے نکاح کا اعلان کر دیا۔ سیدنا ابوقادہ رحمہ اور ان کے چند ہم خیال اصحاب کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور انہوں نے سخت احتجاج کیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رحمہ نے ان کے مقام صحابیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند نپے تلے لفظوں میں انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ مگر سیدنا ابوقادہ رحمہ اگلے روز اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ اور خلیفہ اسلام سیدنا صدیق اکبر رحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا۔ خالد رحمہ نے محض اس کی خوبصورت عورت لیٹے سے شادی کرنے کیلئے اُسے قتل کیا ہے۔ سیدنا ابوقادہ رحمہ وہی بزرگ تھے۔ جنہوں نے اس سے پہلے فتح مکہ کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رحمہ کے خلاف شکایت کی تھی کہ بنو جذیمہ کو ہتھیار ڈال دینے کے باوجود خالد رحمہ نے قتل کیلئے آپ کی ناخوشی کوئی نئی بات نہ تھی۔

سیدنا صدیق اکبر رحمہ نے سیدنا ابوقادہ رحمہ کی شکایت نہایت ناگواری سے سنی خاص کر اس لئے کہ وہ اپنے سالار کی اجازت کے بغیر فوج کو چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ اور انہیں حکم دیا کہ فوراً اپنے سالار کے پاس واپس پہنچو۔ سیدنا ابوقادہ رحمہ اسی وقت بطاح کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس بات کا علم جب دیگر صحابہ کرام رحمہ کو ہوا اور خصوصاً جب فاروق اعظم رحمہ نے سنا تو وہ فوراً خلیفہ اسلام کی خدمت میں پہنچ کر شاکی ہوئے۔ مگر خلیفہ اسلام نے یہ کہہ کر انہیں مطمئن کر دیا کہ مالک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر زکوٰۃ اور محصول لوگوں کو واپس کر دیا پھر اس نے سجاج کا ساتھ دیا اس کے بعد اس نے چند قبائل کا قتل عام کیا اور ان کا مال لوٹا اور جب وہ لشکر اسلام کے سالار کی خدمت میں بطور قیدی پہنچا تو اس نے اس وقت بھی اپنے اسلام کا اظہار نہ کیا۔ اس کے ارٹاد میں کوئی شک نہ تھا۔

## سیدنا خالد سیف اللہ کی دربار خلافت میں طلبی

مگر سیدنا فاروق اعظم مطمئن نہ ہوتے۔ اور آخر خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس معاملہ کی تحقیق پر رضامند ہو گئے۔ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی طلبی کے احکام جاری ہو گئے۔ آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کے حالیہ افعال سے بدگمانی پیدا ہو چکی ہے۔ آپ مدینہ پہنچ کر سیدھے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ اسلام کے اس ابتدائی دور میں مسجد صرف ایک عبادت گاہ ہی نہیں بلکہ وہ ایک مقام ملاقات ایک مجلس خانہ، ایک مدرسہ، بے گھر افراد کے لئے ایک آرام گاہ مجلس مشاورت کا مقام اور تمدنی سرگرمیوں کا مرکز بھی تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عمامہ میں امتیازی طور پر ایک تیر سجا رکھا تھا۔ اس وقت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی مسجد میں موجود تھے۔ انہوں نے اٹھ کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے عمامہ سے تیر لے لیا۔ اور اس کے دو ٹکڑے کرتے ہوئے کہا تم نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اس کی بیوی کو ہتھیالیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ جانتے تھے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام دربار خلافت میں بہت بلند ہے وہ خاموشی سے مسجد سے نکل گئے اس کے بعد انہوں نے خلیفہ رسول کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام داستان بیان کی۔ خلیفہ رسول ان کے بیان سے مطمئن ہو گئے۔ انہیں دیگر ذرائع سے بھی حالات کا علم ہو چکا تھا مگر غلط فہمیوں کا احتمال ممکن تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ مالک کے مورخا کو خون بہا ادا کر دیا جائے۔ مالک اور لیلیٰ کا معاملہ اسلامی تاریخ کا ایک متنازعہ باب ہے۔ جس پر آج تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور لکھا جا رہا ہے۔ مگر اصل حقائق وہی ہیں جن کے پیش نظر خلیفہ رسول نے آپ کو بری کر کے اپنے عہدے پر بحال رکھا تھا۔ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لوگوں کو یاد تھا ما اوحیٰ الی شیء الا حبیبۃ فی صدری ابکر (ترجمہ) جو بھی وحی مجھ پر نازل فرمائی گئی میرے سینے میں پھر دیا آپ بعثت نبوی کے روز اول سے وصال نبوی کے روز آخر تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوت و خلوت

کے ساتھی تھے۔ غزوات نبویؐ میں بیعت اُت دی سٹاف تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام معاملات میں آپ سے ہی مشورہ فرماتے تھے۔ اور پھر جس انداز سے آپ نے فتنہ ارتداد کا سر کپلا اور خود واقصہ اور ارق میں مرتدین کے اجتماعوں کا قلع قمع کیا وہ تمام صحابہ کرام رحمہ کے سامنے کے واقعات تھے۔ آپ ہی تھے جنہوں نے ہجرت کے وقت بوڑھے باپ اور جوان لڑکیوں کو محض اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر چھوڑ کر تمام مال لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل کیا تھا۔ آپ ہی وہ واحد شخصیت تھے۔ جنہوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر گھر کا تمام اثاثہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔

صدیق اکبرؓ ہی تھے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سترہ نمازوں کی امامت فرمائی تھی۔ ان حالات میں آپ کے فیصلہ پر کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

## جنگ یمامہ

سیدنا صدیق اکبرؓ کی جنگی شریعت، حربی صلاحیتوں اور مردم شناسی کے جوہر دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے کہ آپ نے کس طرح عرب بھر سے امنڈتے ہوئے مخالف طوفانوں کا کسی فراست سے رُخ موڑ کر اسلام کو از سر نو تقویت بخشی ذہن ہی برساتی ان امور کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ مدینہ میں بیٹھے ہوتے آپ نے نہ ہونے کے برابر مسائل و مسائل کے باوجود کس طرح مرتدین کی قوت کا اندازہ لگا کر ہر مقام کی طرف ایسے موزوں اور مناسب افراد کو اس قسم کی ہدایات دے کر بھیجا جو بالکل حالات کے حسب حال تھے۔

گذشتہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ نے باخلافت اٹھاتے ہی ملک کے مختلف اطراف میں گیارہ جیوش بھیجنے کے احکام جاری فرماتے تھے۔ اور دو مقامات کی طرف بنفس نفیس کوچ فرما کر عدالتِ اسلام کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع فرمایا تھا۔



ان گیارہ جیوش میں سے سیدنا عکرمہؓ کو پیام کی طرف بھیجا تھا۔ مگر ساتھ ہی فرمایا تھا۔ کہ میلہ سے الجھیں نہیں بلکہ اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ اس سے آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ جب سیف اللہ خالدؓ اپنی مہم سے فارغ ہو جائیں گے۔ تو انہیں سیدنا عکرمہؓ کی مدد کیلئے بھیجا جائے گا۔ سیدنا خالدؓ سیف اللہؓ مدینہ منورہ سے واپس بطاح پہنچے۔ ان ایام میں سیدنا عکرمہؓ کو معلوم ہو چکا تھا کہ سیدنا خالدؓ سیف اللہؓ ام زہل طلیحہ اور مالک وغیرہ سے نپٹ چکے ہیں۔ پھر انہیں یہ خبر بھی ملی کہ سیدنا شریکؓ ان کی کمک کے طور پر قریب پہنچ چکے ہیں۔ سیدنا عکرمہؓ ایک جانباز جوشیلے مجاہد تھے انہوں نے یہ سوچ کر کہ میں بھی کچھ کر گذر دوں اکتوبر ۶۳۲ء مطابق رجب ۱۱ء میلہ پر حملہ کر دیا۔ مگر شکست کھا کر اپنے مستقر کی طرف لوٹ آئے۔ سیدنا شریکؓ نے بھی سیدنا عکرمہؓ کی طرح میلہ کے لشکر سے ٹکڑی کھائی۔ مگر ناکام لوٹے۔ مدینہ سے سیدنا خالدؓ سیف اللہؓ کو مزید کمک پہنچ گئی اور اب انہوں نے یمامہ کے لئے رخت سفر باندھ لیا اس بات کو دودھراستے بغیر اگے نہیں بڑھا جاسکتا کہ خلیفہ رسولؓ سیدنا صدیق اکبرؓ نے جس حربی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے سیدنا عکرمہؓ اور سیدنا شریکؓ کو نسووسی بدایات سے نوازا تھا کہ میرے دوسرے حکم کا انتظار کرنا کس قدر جنگی مصالح پر مبنی تھا۔ آپؐ کی روحانی صلاحیتیں اور نبوت سے لگاتار تیس سال تک مستفید ہو کر اس ارفع و اعلیٰ مقام تک پہنچ چکی تھیں جہاں سے اگے کسی نابغہ عصر کے پرواز تخیل کو بھی گذر نہیں۔

سیدنا خالدؓ سیف اللہؓ سیدنا عکرمہؓ اور سیدنا شریکؓ نے واقعات سن کر منزلہ و منزلہ کرتے ہوئے ہجر کے مقام تک پہنچ گئے۔ جہاں آج کل ریاض واقع ہے۔ میلہ نے سنا تو چالیس ہزار لشکر کے جلو میں جبیلہ کے مقام پر پہنچ گیا۔ وہ عقر باہر کے میدان میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کئے ہوئے تھا۔ اس کی فوج کے حوصلے بڑھے ہوئے چونکہ وہ اس سے پہلے مسلمانوں کے دو لشکروں کو یکے بعد دیگرے شکست دے چکے تھے۔ میلہ کو یقین تھا کہ وہ سیدنا خالدؓ سیف اللہؓ عکرمہؓ کا بھی وہی حشر کرے گا۔ اچانک میلہ کا ایک فوجی جرنیل جماعہ اپنے چالیس سواروں کے ہمراہ سیدنا خالدؓ سیف اللہؓ کے فوجیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ حادی حنیفہ کا پہاڑی دامن محاذ جنگ کی حد فاصل تھا۔ جس

سے دو میل کے فاصلہ پر رباط نام کا ایک وسیع باغ مضبوط چار دیواری کے اندر واقع تھا۔  
 سیلہ کے لشکر کا میمنہ حکم بن حفیل کی قیادت اور میسرہ سرکش رجال کی قیادت میں تھا  
 قلب میں سیلہ خود موجود تھا۔ سیلہ کے لڑکے نے جس کا نام شرجیل تھا اپنے لشکر کو مخاطب کر  
 کے کہا اے بنو حنیفہ! آج تمہیں اپنی عزت و ناموس کی خاطر جنگ لڑنا ہے۔ یاد رکھو اگر تم نے شکست  
 کھائی تو دشمن تمہاری عورتوں کو لوٹ لے گا اور تمہاری اولاد کو غلام بنالے گا۔

مسلمانوں نے اس بات کی قیادت میں گلداری۔ غازیہ کے بعد سیدنا خالد سیف اللہؓ نے اپنے لشکر  
 کا ہتھیار لیا تو اس کی تعداد کسی صورت میں تیرہ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ گویا ایک ماہر حرب کی قیادت میں  
 لڑنے والے چالیس ہزار لشکر کے مقابلہ میں جنہیں ہر قسم کی سہولیات بھی حاصل تھیں صرف تیرہ ہزار  
 مسلمان تھے جو سابقہ لڑائیوں کے تھکے ہوئے اور طویل سفر کی وجہ سے نڈھال اور اپنے وطن سے بھی  
 دور تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہؓ چاہتے تھے کہ ہارحانہ حملہ کر کے دشمن کو ہر اسال کر دیا جاتے۔ مگر انہیں  
 یہ بھی معلوم تھا کہ غنیم کے لشکر کی تعداد ان کے لشکر سے تین گنا زیادہ ہے۔ اور اس کی قیادت ایک بہادر  
 اور چالاک سپہ سالار کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے اپنے لشکر میں ایک حکم لگایا اور یہ دیکھ کر کچھ اطمینان محسوس  
 کیا کہ ان کے لشکر میں بڑے بڑے نامور شجاع اور سپہ گرد موجود ہیں۔ اور کچھ ایسے بہادر بھی نظر آتے جو  
 آگے چل کر بڑے بڑے تاریخ ساز کارناموں کے مالک بنے۔

جاڑوں کی ایک صبح کو دسمبر ۳۲ھ مطابق شوال ۶۳ھ سیدنا خالد سیف اللہؓ نے ایک  
 عام حملے کا حکم دیا۔ خود اپنے قلب لشکر کو سنبھالا۔ اور ابو حنیفہ اور زید نے میمنہ کی قیادت کی۔  
 مسلمان مجاہدوں نے اس روز شجاعت کے حیرت انگیز کارنامے دکھائے۔ مگر دشمن کی کثرت نے ڈٹ  
 کر مقابلہ کیا۔

کچھ دیر گھمسان کی جنگ جاری رہی۔ مگر مسلمان مجاہد کفار کی اگلی صفوں میں کوئی رخنہ  
 پیدا نہ کر سکے۔ سیلہ نے پورے محاذ پر جوابی حملے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ہم پیچھے دھکیلے

جابر ہے ہیں۔ مرتدین کی تعداد کی فوقیت اپنا اثر دکھانے لگی۔ مسلمان غازیوں کی پسپائی کے آثار نظر آنے لگے۔ اور آخر انہوں نے میدان چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بنیادی گھپ سے بھی پیچھے ہٹ آئے۔ مرتدین کو مسلمانوں کا کمپ لوٹنے کا موقع مل گیا۔ اس وقت سیدنا خالد سیفؓ کی نظروں میں جنگ احد کا واقعہ کوند گیا۔ ابھی وہ دوبارہ سنبھل کر حملہ کرنے کی سوچ رہے تھے کہ مرتدین کا ایک لشکر ان کے خیمے میں پہنچ گیا جہاں جماعہ قید تھا۔ مرتدین نے لیلی کو قتل کرنا چاہا مگر جماعہ نے کھارک جاو میں اس کا محافظ ہوں تم مردوں سے نپٹو۔ مرتدین کمپ لوٹنے میں مصروف ہو گئے کہ اچانک ان کے سردوں پر مسلمانوں کی تلواریں کوندنے لگیں۔ دراصل مسلمان غازیوں کی پسپائی قبائلی گردہوں میں بٹ جانے کے نتیجہ میں ہوتی تھی۔ اور وہ اپنا توازن کھو بیٹھ تھے اور جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ واپس لوٹے اور بجلی بن کر مرتدین پر ٹوٹ پڑے۔ سیدنا خالد سیف رضی اللہ عنہ کو جلد ہی اس بات کا علم ہو گیا۔ اور انہوں نے ان کی اسلامی حیثیت کے جذبات کو ابھار کر دوبارہ حملے کے لئے ابھارا۔ آپ نے چند سپاہ چن کر ایک ذاتی دستہ مرتب کیا۔ اور وہ سب بھوکے شیروں کی طرح دشمن پر جھپٹ پڑے۔

اب کے پھر میدان کا زلزلہ گرم ہو گیا۔ فریقین کے لشکریوں کے لاشوں پر لاشے گم رہے تھے۔ مگر کوئی فریق پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہ تھا۔ سب سے زیادہ لڑائی جس تنگ گھاٹی میں ہوئی وہ آج تک شعیب الام یعنی خون کی گھاٹی کے نام سے موسوم ہے۔ اب سیدنا خالد سیفؓ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ لوگ مسیلہ کی اندھی عقیدت کے بل پر لڑ رہے ہیں۔ جس طرح ام زل کا لشکر اس وقت تک پسپا نہیں ہوا تھا۔ جس وقت تک ام زل قتل نہیں ہوتی تھی۔ اسی طرح اب ہر قیمت پر مسیلہ کا قتل ہی کفار کا حوصلہ توڑ سکتا ہے۔ مسیلہ قلب لشکر میں کھڑا فوج کو لڑا رہا تھا اسے قلب لشکر سے کھینچ لانا کارے وارد تھا۔ سیدنا خالد سیفؓ کی مبارز طلبی پر کئی پہلوانے سامنے آئے اور رقمہ اجل بنے۔ آپ نے قدم بقدم اسی طرح مسیلہ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے اب ان کے اور مسیلہ کے درمیان فاصلہ بہت کم رہ گیا تھا۔ انہوں نے گفت و شنید کی پیشکش

کی۔ میلمہ گفتگو کیلئے راضی ہو گیا مگر کسی شرط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ دراصل سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اس مذاکرہ کی آڑ میں اس کے قریب پہنچنا چاہتے تھے۔ اچانک وہ میلمہ پر چھپٹ پڑے مگر وہ ان سے بھی تیز نکلا اور بھاگ کر اپنے محافظ دستہ میں پہنچ گیا۔ میلمہ کے یوں بھاگ نکلنے پر اس کے لشکر کے مورال پر بہت برا اثر پڑا۔ اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ سیدنا خالد نے بلند آواز سے پکار کر اپنے لشکر یوں کہہ اسلام کے غازیو! اب میدان مار لیا ہے۔ آگے بڑھو اور دشمن کا سر کھپ دو۔ ازمر نو مسلمانوں کے اس حملے نے کفار کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

یہاں تک کہ ان کا محاذ ٹوٹ گیا۔ میلمہ کا چوٹی کا سالار جمال مارا گیا اب مرتدین کے لشکر کے سالار محکم نے کہا یا بنو حنیفہ! باغ میں پہنچنے کی کوشش کرو میں تمہارا عقب سنبھالنے کی کوشش کروں گا۔ مرتدین کے لشکر کا تین چوتھائی حصہ یا تو قتل ہو گیا یا بھاگ نکلا۔ صرف چوتھائی حصہ محکم کی سرکردگی میں رہ گیا۔ محکم سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل مجہم ہوا۔ باغ میں چالیس ہزار میں سے بصد مشکل سات ہزار مرتدین میلمہ کے ہمراہ پہنچ سکے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ شعب الام کی طرح یہ باغ بھی ان کے لئے حلیقۃ الموت یعنی موت کا باغ بننے والا ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے باغ کی فصیل کے چاروں طرف ایک چکر لگایا کہ کہیں سے اندر داخل ہونے کا کوئی راستہ نظر آئے۔ مگر باغ کی فصیل کو ہر جگہ سے ناقابل تسخیر پایا۔

سیدنا ابراہیم بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقتدر جان بازی صحابی فصیل کے دروازے کے سامنے کھڑے دستے میں شامل تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے فصیل کے اوپر سے باغ کے اندر پھینک دو۔ اللہ اللہ جرأت و ہمداری ایمان و عمل اور شہامت و شجاعت کی بے مثل تصویر۔ ساتھیوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر ان کا اصرار جاری رہا۔ آخر چند ساتھیوں نے ان کو اپنے کندھوں پر سوار کیا اور وہ ہاتھ بند کر کے دیوار تک پہنچ گئے۔ اچھل کر دیوار پر چڑھ کر باغ میں کود گئے۔ ہزاروں دشمنوں کے بھڑخار میں تن تنہا لوں کو دجباتا ان کی قوت ایمانی اور جذبہ جہاد

کی بے مثل نظیر ہے۔ اس بطل جلیل نے دروازے کے پاس کھڑے چند مرتدین کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ اور مسلمان سرفروش ایک سیلاب کی موت میں باغ میں داخل ہو گئے جنگ یمامہ کا آخری خوفی دور شروع ہو گیا۔ جد تک تھی مرتدین قتل ہوتے رہے اور مسلمان بھی خلعت سے سرفراز ہوتے رہے۔ مسلمان مار مار کر لے لے تیار نہ تھا۔ مگر جب اس نے حالات بدلتے دیکھے تو خود بھی شمشیر بکفت میدان میں کود پڑا۔ مسلمان دف شاط، عیار اور مکار ہی نہیں تھا بلکہ ایک مدبر سپہ سالار چالاک اور ماہر جنگجو بھی تھا۔ وہ غصے سے اس وقت ایک بیعت ناک بھوت نظر آ رہا تھا۔ مرتدین کی تعداد لمحہ بلمحہ کم ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کی نظر اس پر پڑی۔ وحشی اپنے مخصوص حربے سے اس سے پہلے کئی لوگوں کی موت کا سبب بن چکا تھا۔ مسلمان کے گرد جان بھیلی پر رکھے جنگجوؤں کا ایک جھنڈا موجود تھا اس تک پہنچا آسان کام نہ تھا۔ اچانک وحشی کی نظر سیدہ ام عمارہؓ پر پڑی۔ یہ وہ جلیل القدر بہادر صحابیہ تھیں جنہوں نے غزوہ احد کے موقع پر کفار کی طرف سے آنے والے تیروں کو ڈھال کی طرح اپنے جسم مقدس پر روکا تھا۔ ایک کافر کے ساتھ جنگ آ رہا ہیں اور مسلمان کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ وحشی کو دوسری طرف سیدنا ابودجانہؓ وحشی کی طرف بڑھتے نظر آئے یہ وہ جلیل القدر صحابی تھے جو سیدہ ام عمارہؓ کے ساتھ غزوہ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مجسم ڈھال بنے ہوئے تھے۔ بڑے زبردست شمشیر زن تھے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انہیں ایک تلوار عنایت فرمائی تھی۔ اچانک مسلمان وحشی کی زدیں آگیا اور اس نے اپنا حربہ مسلمان کی طرف پھینکا کذاب نبی ڈکرائے ہوئے گم پڑا۔ سیدنا ابودجانہؓ اس کا سر کاٹ کر سیدھے ہو رہے تھے کہ ایک کافر کی تلوار سے شہید ہو گئے اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمتہ ایک مرتد نے ہانک لگائی کہ ایک سیاہ غلام کے ہاتھوں مسلمان قتل ہو گیا۔ اس کی آواز کی یہ گونج تمام باغ میں پھیل گئی۔ مرتد تقریباً تقریباً تمام قتل ہو گئے مسلمان سلمہ وحشی حمیر ابن معمر کا غلام تھا۔ حمیر نے اسے کہا تھا کہ اگر تو حمزہؓ کو قتل کرے گا تو مجھے آزاد

اس خونریز جنگ سے شک چکے تھے۔ جسے جہاں جگہ ملی وہیں بڑ کر آغوش نیند میں چلا گیا۔ اگلی صبح سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ کا چکر لگایا۔ تمام میدان جنگ لاشیں سے اٹا پڑا تھا۔ ارتداد کے تمام اہم رہنما واصلِ جہنم ہو چکے تھے۔ صرف جماعہ بحیثیت قیدی زندہ تھا مسلمان غازیوں کی حالت بھی بہت خراب تھی۔ نڈھال، تھکے ماندے پڑے تھے۔ البتہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ تازہ دم نظر آتے تھے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا انہوں نے ایک عظیم معرکہ سر کیا تھا۔ مگر جماعہ نے انہیں یہ کہہ کر دل شکستہ کر دیا کہ آپ نے ابھی بنو حنیفہ کے چھوٹے سے حصے کے خلاف جنگ لڑی ہے یمامہ کے تمام قبائل اس وقت یمامہ کے قلعہ کے اندر جوابی کارروائی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا آخر تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے جواب دیا آپ مجھے آزاد کرادیں میں اپنے قلعہ میں پہنچ کر ان لوگوں کو صلح پر آمادہ کروں گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ اب مسلمان مجاہدین کسی بڑی جنگی کارروائی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ لہذا بہتر ہے کہ صلح کر لی جائے۔ جماعہ سے چند شرائط پر صلح کر کے آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ مگر اس نے دوسرے روز واپس آکر کہا وہ لوگ صلح پر آمادہ نہیں بلکہ میرے ہی مخالف ہو گئے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کر دیا جلتے گا۔ مگر تیسری صدی ہجری کے وسط میں یہ داستان تراشی گئی کہ اُسے سیدنا ابوسفیان کی زوجہ ہند کے کہنے سے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ سیدہ ہند نے اگرچہ قبل از اسلام سردار مکہ کی زوجہ ہونے کی وجہ سے اسلام کی بھرپور مخالفت کی تھی مگر وحشی کے ساتھ ان کا کوئی رابطہ نہ تھا۔ مولانا ابراہیم شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ ان کا پہلا نکاح فاکہ بن مغیرہ قریشی سے ہوا فاکہ نے ان پر بد چینی کا الزام لگایا۔ ان کا باپ انہیں ساتھ لے کر ایک کاہن کے پاس پہنچا اس نے کہا ہند یہ گناہ ہے اور اس کے بطن سے ایک بادشاہ پیدا ہوگا۔ باہر نکلے تو فاکہ نے ہند کا ہاتھ پکڑا مگر انہوں نے اس کا ہاتھ جھٹک کر کہا اگر میرے بطن سے ایک بادشاہ پیدا ہوگا تو وہ تیرے صلب سے نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ان کا نکاح سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے ہوا اور امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

اس سے دوسرے روز بعد سیدنا خالد سیف اللہؓ جماعہ کو ہمراہ لے کر یمامہ کے قلعہ کا معائنہ کرنے کیلئے گئے۔ جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ قلعہ کی تمام دیواروں پر ہزاروں مسلح فوجی کھڑے ہیں۔ آپ یہ دیکھ کر شہر کھڑے تھے کہ جماعہ نے کہا اگر آپ ان سب کو آزادی کا پروانہ لکھ دیں تو شاید یہ لوگ اپنا تمام سونا چاندی ہتھیار گھوڑے آپ کے حوالے کر دیں۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ کی ہدایت کے مطابق جماعہ دوبارہ قلعہ میں گیا۔ اور واپس آکر کہا وہ اس شرط پر راضی ہیں صبح ثلاث عہد نامہ پر سیدنا خالد سیف اللہؓ اور جماعہ بن مرارہ کے دستخط ہوئے۔ عہد نامہ مرتب ہونے کے بعد جب قلعہ کے دروازے کھولے گئے تو وہاں کسی فوجی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ رہنے کے حیران ہو کر جماعہ سے پوچھا قلعہ کی وہ فوج کہاں گئی۔ جماعہ نے نہایت عاجزانہ طوے پر عرض کی۔ یہ میرے کہنے کے لوگ ہیں کسی صورت میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ میرے کہنے کی عورتوں کو لونڈی غلام بنایا جاتا۔ میں نے خود اپنے قبیلے کی عورتوں کو اسلحہ بند کر کے قلعہ کی دیواروں پر کھڑا کیا تھا۔ عہد نامہ ہو چکا تھا۔ اور اب آپ اس کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح جماعہ کی دورانہشی نے اپنے قبیلہ کی حرمت کو بچایا۔ البتہ عہد نامہ کا اطلاق صرف ان لوگوں تک محدود تھا جو قلعہ کے اندر موجود تھے۔ جو لوگ مصافات میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں فوج کی تعداد کسی صورت میں بیس ہزار سے کم نہ تھی۔ البتہ وہ منتشر تھے اور بغیر کسی سردار کے تھے۔ مگر اس بات کا خدشہ بدستور موجود تھا کہ وہ کسی وقت بھی مجتمع ہو کر کسی مصیبت کا سبب بن سکتے ہیں۔

اس خدشہ کے پیش نظر سیدنا خالد سیف اللہؓ نے اپنی فوج کو دو دن کے آرام کے بعد متعدد دستوں میں بانٹ کر یمامہ کے نواحی علاقوں میں مرتدین کو قتل یا گرفتار کرنے کیلئے بھیجا۔ مفردوں کو ان کی کین گاہوں سے ڈھونڈ نکالا گیا۔ کچھ قتل ہوئے کچھ قید ہوئے بعض نے اسلام قبول کیا۔ اور انہیں آزاد کر دیا۔ مقتولین اور قیدیوں کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا۔ یمامہ کے قریب آپ نے فوجی صدر مقام بنا کر نئی ہدایات کیلئے خلیفہ رسولؐ کی خدمت میں

جنگ یمامہ میں اکیس ہزار مرتدین قتل ہوئے۔ اور بارہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سے نصف ہاجر اور انصار تھے۔ ان میں سے تین سو قرآن کے حافظ تھے۔ جلیل القدر صحابہ رضی میں سے سیدنا ابودجانہ رضی، سیدنا ابو حذیفہ رضی، میسرہ کے سالار سیدنا ابوحذیفہ رضی، میمنہ کے سالار سیدنا زید رضی جو فاروق اعظم کے بھائی تھے۔ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی کے بیٹے سیدنا عبداللہ رضی گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ نے جنگ یمامہ کے بعد جماعہ کی پیٹی سے شادی کر لی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی کو جب جماعہ کی پیٹی سے شادی کا علم ہوا تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی نے خیال کیا کہ خلیفہ رسول کی اس ناراضگی کے پیچھے فاروق اعظم رضی کا ہاتھ ہے۔

## کے دیگر کارنامے

## خاتمه ارتداد

سیدنا صدیق اکبر رضی کے مقرر کردہ گیارہ جیوش میں سے حبش کی قیادت سیدنا عروین العاص رضی کے سپرد کر کے شام سرحد کی طرف مرتدین کی سرکوبی کے لئے بھیجی تھی۔ وہاں انہیں سے کماحقہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ جنگ یمامہ ختم ہونے پر خلیفہ اسلام کے حکم کے مطابق سیدنا شہر جلیل بن حسنہ رضی، سیدنا عروین العاص رضی کی مدد کے لئے روانہ ہوئے۔

اکثر مہندین تبوک اور دومتہ الجندل کے علاقوں میں جمع تھے۔ دونوں سالاروں نے مل کر ان کا قلع قمع کر دیا۔ عمان کے علاقہ میں لقیط بن مالک قبیلہ ازد کا سردار تھا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لا چکا تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر عمان کی بادشاہی اور اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ صدیق اکبرؓ نے اس کی سرکوبی کے لئے حذیفہ بن ھسنؓ کو مامور فرمایا تھا۔ انہوں نے حالات کا مطالعہ کر کے دربار خلافت سے



ملک طلب کی اور سیدنا صدیق اکبرؓ نے سیدنا عکرمہؓ کو لکھا کہ حذیفہؓ کی مدد کو پہنچو۔  
دونوں سالاروں نے مل کر دبا کے مقام پر نومبر ۶۳۲ء آخر رمضان ۳۱ھ لقیط المعروف ذولتاج  
کے لشکر کو شکست دی اور وہ میدان جنگ میں قتل ہو گیا۔

مہرہ کی طرف سیدنا عفر بن ہرثمہ کو بھیجا گیا تھا۔ سیدنا عفرؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی سیدنا  
عکرمہؓ نے مہرہ کے مرتدین کا خاتمہ کر دیا۔ اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔

بحرین میں سیدنا علاء بن الحضرمیؓ سمندر کے مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ لوگ اپنے  
چاروں طرف خندق کھود کر محفوظ ہو چکے ہیں۔ ایک روز رات کے وقت وہ لوگ بے تحاشہ رنگ لیں  
میں مشغول تھے کہ سیدنا علاء آفت ناگہانی بن کر ان پر ٹوٹ پڑے اور قتل و غارت کا بازار گرم کر  
دیا۔ کچھ مارے گئے اور باقی باقی نکلے۔ بھاگنے والوں کا تعاقب کیا گیا۔ ان لوگوں نے موت سر پہ دیکھی  
تو دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ یہ واقعہ جنوری ۶۳۲ء کا ہے۔

بین میں پہلی بغاوت اسود غنسی کے زمانہ میں ہوئی۔ وہاں اب فروز نامی ایک مسلمان عامل  
تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر اہل بین پھر بغاوت پر آمادہ ہوئے۔ اور قیس  
کی سرکردگی میں انہوں نے ایک بڑا عجیب منصوبہ بنایا۔ دعوت کے بہانے تمام مسلمان سرداروں  
کو جمع کر کے شہید کر دیا مگر فروز بچ نکلا۔ فروز نے ایک پہاڑی علاقہ میں فروکش ہو کر جمعیت فراہم کی  
اور قیس پر حملہ کر دیا۔ مسلمان فتح یاب ہوئے اور بھاگ کر ابن ہنیج گیا۔ جہاں سیدنا عکرمہؓ تسخیر  
مہرہ کے بعد پہنچنے والے تھے۔ قیس کے ارد گرد مرتدین کا اجتماع ہو گیا۔ مگر وہ لوگ حالات کا رخ  
بدلتے دیکھ کر دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ اور اگے چل کر شام کی فتوحات میں انہوں نے بڑی جانبازی  
سے حصہ لیا۔

ارتداد کی بغاوتوں کی آخری کڑی نجران، حضرموت اور مشرقی بین میں آباد قبیلہ کندہ تھا۔ حضرت  
موت کے حاکم زیاد بن لمیدرؓ تھے۔ ان لوگوں نے زیاد کے خلاف ایک محاذ بنالیا۔ باغیوں کا ایک  
محاذ ریاض تھا۔ وہاں زیاد نے شیخون مار کر ان کا بھر کس نکال دیا وہ لوگ قیدیوں کی حیثیت میں

ظفر لائے جا رہے تھے کہ راستہ میں انہیں اشعث بن قیس قبیلہ کندہ کا سردار نظر آیا قیدیوں نے اسے پکالا اور اس نے نسلی عصیت کی بنا پر قیدیوں کو رہا کر دیا۔ یہ واقعہ اشعث کی بناوت کا حرف اول تھا۔ قبیلہ کندہ کے لوگ اس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔ سیدنا زید درہ نے اشعث پر حملہ کرنے کے لئے ملک کا انتظار کیا۔

ہماجر بن ابی امیہ رزہ نے نجران کے باغیوں کو مطیع کرنے کے بعد یمن کا ارادہ کیا مگر خلیفہ رسولؓ کی طرف سے حکم ملا کہ وہ یمن جلنے کے بجائے زیاد کی مدد کریں۔ سیدنا عکرمہ کو بھی یہی ہدایت ملی۔ اشعث بن قیس اپنے زمانے کا ایک عجیب و غریب آدمی تھا۔ وہ ایک قابل سالار، جنگجو سردار اور بالکمال شاعر اور انتہائی چرب زبان پرکشش شخصیت کا مالک تھا۔ مگر غاباز اور عمد شکن تھا۔ اسلامی جیش سے بڑی ہمت اور جرأت سے ٹکرایا مگر بھاگ کر بوجلت قلعہ بنجیز میں قلعہ بند ہو گیا اب سیدنا عکرمہ رزہ بھی پہنچ چکے تھے۔ قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ محاصرین نے باہر نکل کر کئی شب خون مارے مگر ناکام رہے۔ اشعث نے گھبرا کر اپنی قوم سے غلاری کا ایک منصوبہ بنا کر سیدنا عکرمہ اور سیدنا ہماجر کو پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ جواب اثبات میں ملا تو وہ قلعہ سے نکل کر ان کے پاس پہنچا اور دس آدمیوں کی جان بخشی کی درخواست کے ساتھ قلعہ حوالے کرنے کا اظہار کیا دس آدمیوں کی فرست میں وہ اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ جب مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہو کر قتل عام شروع کیا تو لوگوں کو اس کی غلاری کا علم ہوا۔ سیدنا ہماجر رزہ نے فہرست ملاحظہ کی تو اس میں اشعث کا نام نہ پا کر اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر سیدنا عکرمہ رزہ نے کہا کہ اسے پابند سلاسل کر کے خلیفہ رسولؓ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ وہ خود جو فیصلہ مناسب سمجھیں گے کریں گے وہ باقی قیدیوں کے ساتھ نہایت ذلت سے مدینہ روانہ کر دیا گیا اشعث نے سال و فود میں مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ اور سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی بہن ام ذرہ کا اس سے نکاح کر دیا تھا۔ مگر وہ ام ذرہ کو مدینہ ہی چھوڑ گیا تھا کہ دوسری بار ساتھ لے جائے گا۔ مگر اس کا دوسری بار کا سفر نہایت ناموافق صورت میں وقوع پذیر ہوا۔

خلیفہ رسولؑ سیدنا صدیق اکبرؓ کی نظر جو نہی اشعث پر پڑی آپؐ نے نہایت برہمی کا اظہار فرمایا اور اس کے تمام جہازم ایک ایک کر کے گنوائے۔ اشعث گردن ڈالے سناتا رہا جب صدیق اکبرؓ کا غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو اس نے اپنی چرب زبانی سے نہایت رقت انگیز الفاظ میں معافی کی عرض کی اس نے اپنے قیدی کی سرداری ترک کر کے مدینہ میں ہی رہائش اختیار کر لی صدیق اکبرؓ نے اس کی توبہ سے متاثر ہو کر اس کی بیوی بھی اسے لوٹادی۔ اگے چل کر اس نے شام، فارس اور عراق کی جنگوں میں نہایت نمایاں کردار ادا کیا۔ اور آخر خلیفہ ثالث سیدنا ذوالنورینؓ کے دور خلافت میں آذربائیجان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ سیدنا اشعثؓ اپنی باقی زندگی نہایت مجاہدانہ انداز میں گزاری وہ ایک وہابی قائد تھے۔ سیدہ ام فروہ کے بطن سے پیدا ہونے والی ایک بیٹی سیدنا حسنؓ کے نکاح میں تھی سیدنا حسنؓ کے نکاح میں سیدنا ذوالنورینؓ کی بیٹی بھی تھی۔ سیدنا حسنؓ غزوہ خیبرؓ میں پیدا ہوئے۔ آپؐ کی دایہ ام عیسیٰ زویہ سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ تھیں سیدنا جعفرؓ ہجرت حبشہ سے عین فتح خیبر کے موقع پر پہنچے۔ اور آپؐ کو دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آج فتح خیبر پر زیادہ خوشی مناؤں یا جعفرؓ کی واپسی پر۔ عجمی مورخوں نے جنہیں اسلام قبول کرنے کے باوجود سقوط ایران کا سخت صدمہ تھا۔ اور انہیں خلیفہ رسولؑ سیدنا صدیق اکبرؓ سے سخت باطنی بغض تھا انہوں نے یہ داستان تراشی کہ سیدنا حسنؓ کو ان کی زویہ جعدہ بنت اشعث نے جو سیدنا صدیق اکبرؓ کی بھانجی تھیں۔ امیر المومنین سیدنا امیر معاویہؓ کے ایما سے زہر دیا تھا۔ حالانکہ سیدنا اشعثؓ جنگ صفین میں سیدنا علیؓ کے کپ ہیں امیر المومنین امیر معاویہؓ کے خلاف لڑے تھے۔ سیدنا اشعثؓ کے بیٹے سیدنا عبدالرحمنؓ اپنے دور کے مشہور فوجی جرنیل تھے۔ سیدنا حسنؓ کا وجود امیر معاویہؓ کے لئے عجمی سازشوں کے سامنے ایک ٹھال تھا۔ آپؐ ہر سال امیر معاویہؓ کے پاس جاتے اور لاکھوں کے حساب سے مال لے کر واپس لوٹتے۔ سیدنا حسنؓ کی وفات کے متعلق دائرہ المعارف اسلامیہ جلد ۸ پنجاب یونیورسٹی کے صفحہ ۲۰۰ پر الاصابہ اور اخبار الطوال کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ آپؐ کی وفات زہر سے نہیں بلکہ کسی اور علالت سے ہوئی۔ دائرہ المعارف اسلامیہ انشادات جہاں تہران کے صفحہ

صفحہ ۲۰۲ زیر عنوان الحسن بن علی مرقوم ہے۔ وقوفی الحسن بالمدينہ بذات الریہ وصل افراطہ فی المملات۔ یعنی آپ کی وفات سل یا کثرت جماع کی وجہ سے ہوئی

SHI-ITS-RELIGION OF ISALAM کے چپٹر ۲ صفحہ ۷۴ کی سطر ۲۵ تا ۲۸ میں مرقوم ہے کہ آپ کی وفات کی وجہ DISSIPATION کی وجہ سے تہدق سے ہوئی۔ تاریخ الخلیس جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ میں ہے کہ چالیس روز بیمار رہ کر فوت ہوئے۔ چوتھی صدی ہجری کے شروع تک کے مؤلفین اور مورخین میں سے کسی نے نہ ہر خدائی کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ سب سے پہلے نہ ہر خدائی کا المام مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کو ہوا۔ اور اس کے بعد اس کی اس ذہنی تخلیق میں مال پر پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ اصل میں مسعودی نے اپنے بغض باطن کے ایک تیر سے سیدنا اشعث رحمہ امیر معاویہؓ، سیدنا صدیق اکبرؓ وغرضیکہ اسلام کے تمام جلیل القدر صحابہ رحمہ کے اسلام طایمان کے مجرد کرنے کا کام کیا۔ لخت اشقی الکافین۔ ارتداد کی ان مہمات کی سرکوبی کا مرکز کی کہ دار سیدنا سیف اللہ رحمہ کی ذات تھی۔ مارچ ۶۳۳ء مطابق ۱۲ ہجری سیدنا صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں مرتدین کا کلی طور پر خاتمہ ہو گیا۔ مرتدین کے دوسری مقامات ذوالقصہ اور ابوبرق پر خلیفہ رسولؐ نے خود حملہ کر کے ان کو شکست فاش دی مگر دوسرے تمام مقامات کیلئے آپؐ کی حربی بصیرت، مردم شناسی نے فوجی قیادت کے لئے سیدنا خالد سیف اللہ رحمہ کو مامور فرمایا۔ یہ ایک عظیم حقیقت ہے کہ ارتداد کا خاتمہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی قوت ایمانی اور حربی بصیرت اور خالد سیف اللہ رحمہ کے مجاہدانہ کارناموں کا مرہون منت ہے۔ عالم اسلام تا قیام قیامت ان کے ان کارناموں کا شرمندہ احسان رہے گا۔ وسط فروری ۶۳۳ء میں مرتدین کی آخری پناہ گاہ قلعہ بخیر بھی غازیان اسلام کے قدموں تلے پامال ہو گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کا ہیڈ کوارٹر ابھی یمامہ میں ہی تھا کہ

”بظاہر نحیف و نزار مگر باطن مینار آہن ہمت و جرأت کی چٹان، عزم و ادا دہ کے پہاڑ، شجاعت و شہامت کے پیکر با سٹھ سالہ خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ کی طرف سے حکم ملا کہ عراق کی طرف بڑھو۔“

آج اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ عراق کی طرف بڑھنے کا حکم کوئی معمولی سی بات نہ تھی۔ جرأت ایمانی کا یہ وہ مقام ہے جہاں عقل و فکر تصوراتی رسائی سے بھی عاجز ہے۔

ہزار ہا میل کے رقبے میں پھیلے ہوئے مرتدین کا بظاہر صرف قلع قمع ہوا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ ان کے ہانغا نہاتے دل میں اپنی تباہی و بربادی کے انتقام کے کتنے کتنے اندر ہی اندر سلگ رہے ہوں گے۔ ابھی ان مفتوحہ علاقوں پر قبضہ برقرار رکھنے کیلئے ایک وقت درکار تھا۔ مگر خلیفہ رسولؑ سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان تمام نظرات کو نظر انداز کر کے فارس سے ٹکر لینے کا حکم دے کر اس بات پر ہر تصدیق ثبت فرمادی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آدمی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا وہ محض ایک خاک و خون کا پتلا نہیں بلکہ ایمان و ایقان کی ایک پٹان تھا۔ آج کی سہولت پسند دنیا اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتی اس وقت کی معلوم دنیا میں فارس کا کیا مقام تھا۔ یوں سمجھئے کہ فارس سے ٹکر لینے کا مطلب عرب کے ایک بادیہ نشین کو ایک سو جنگ آور پہلوانوں سے ٹکر لینے کا حکم تھا۔

فارس کی حکومت تاریخ عالم کی سب سے بڑی پہلی شہنشاہی تھی جس کی سرحدیں کسی زمانہ میں شمالی یونان سے پنجاب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ طوالت کے لحاظ سے بھی تاریخ عالم کی یہ طویل ترین سلطنت تھی جس میں قبل مسیح چھٹی اور ساتویں صدی میں یونانی تسخیر کا معمولی سا وقفہ پڑا تھا۔ تاریخ عالم کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ فارس کی یہ شہنشاہی اپنی قابل تسخیر فوجی قوت اور تہذیب و تمدن میں اپنے طویل ترین دور میں عظمت اور شان و شوکت میں اپنی مثال آپ تھی۔ چھٹی صدی عیسوی کے آخری دو دہائیوں میں نو شیروان نامی شہنشاہ نے نو شیروان عادل کے نام سے اسے چار چاند لگا دیئے۔ اس نے ۴۸ سال بڑے کردار اور شان و شوکت سے حکومت کی۔ یہ عظیم المرتبت، مدبر اور عادل بادشاہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے نویں سال فوت ہوا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ کو صدیق اکبرؓ نے عراق پر حملے کا حکم نو شیروان کی وفات کے چوں بیچین سال بعد دیا اس بیچین سالہ دور میں سات حکمران گذر چکے تھے۔

جس وقت خلیفہ رسولؑ سیدنا صدیق اکبرؓ نے سیدنا خالد سیف اللہؓ کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اس وقت عراق کا شمال مشرقی حصہ فارس کی شہنشاہی کے ماتحت تھا اور جنوب مغربی حصہ میں عروں کی بالادستی تھی۔ ان کا حکمران چند برس پہلے مالک بن فہم تھا۔ بعد میں قبیلہ لخم کے عمرو بن عدی نے لخمی خاندان کی بنیاد رکھی یہ لوگ فارس کے باجگزاروں کی حیثیت میں حکمران تھے۔ اس خاندان کو مندر بھی کہا جاتا تھا۔ مندر خاندان کے آخری بادشاہ نے فارس کے شہنشاہ خسرو پرویز کے خلاف بغاوت کر دی جس کی پاداش میں اسے ہاتھینوں کے پاؤں تلے روند کر مار ڈالا گیا۔ نتیجہ عربوں نے بغاوت کر دی مگر اسے فوراً دبا دیا گیا اور خاندان نند کی جگہ قبیلہ طے کے ایک فرد ایاس بن قبیسہ کو بادشاہ بنایا گیا

بابل کی تہذیب کی داستانیں آج بھی زبان زد خواص و عوام ہیں۔ عراق کی تہذیب فارس سے بھی پرانی تھی۔ وہ ایک خوش حال، دولت مند اور تمدن ملک تھا۔ اس ملک کو دجلہ و فرات نے سرسبز و شاداب بنا رکھا تھا۔ طیسفون اور حیرا ال ملک کے مشہور شہر تھے۔ جواب صغہ، ہستی پر موجود نہیں۔ طیسفون کو عرب ملائن کہتے تھے۔ تیسرے شہر ابہ تھا۔ جو فارس کی مرکزی بندرگاہ تھی۔ جہاں ہندوستان، چین اور دوسرے ممالک کے تجارتی جہاز آکر لنگر انداز ہوتے تھے۔

خلیفہ رسولؑ سیدنا صدیق اکبرؓ نے سیدنا خالد سیف اللہؓ کو عراق کی طرف جب پیش قدمی کا حکم دیا اس وقت عراق پر فارسی اور عرب دونوں کا اقتدار تھا۔ عراق میں یقیناً افواج اس وقت کی معلوم دنیا کی تمدن ترین افواج تھیں۔ جو اپنے آلات حرب، اپنی حربی صلاحیتوں میں ممتاز ترین مقام پر فائز تھیں۔

## سیدنا منشی بن حارثہؓ

عراق کی طرف پیش قدمی کے حکم کا پس منظر یہ ہے کہ سیدنا منشی بن حارثہؓ قبیلہ بنو بکر کے سردار تھے۔ جن کے اسلام لانے کے وقت کا یقین نہیں کیا جاسکتا غالباً سال وفود کے زمانہ میں

وہ اسلام لاتے تھے۔ جنگ یمامہ کے تھوڑے عرصہ کے بعد سیدنا مثنی عراق کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور انہوں نے گویلا قسم کے حملوں سے فارسیوں کی جنگی طاقت کا اندازہ کرنے کے بعد خلیفہ رسولؑ م سیدنا صدیق اکبرؑ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری سمجھا۔ یہ فروری ۳۳ھ مطابق ذی قعدہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔ دربار خلافت میں عراق کی شادابی اور زرخیزی کے حالات بیان کر کے عرض کیا کہ مجھے اپنی قوم کی قیادت عنایت فرمائی جائے۔ دربار خلافت سے سندھ مارنے کے لئے لوٹے اور تبلیغ سے مزید قبائل میں اسلام پھیلایا اور دو ہزار کا لشکر جمع کر کے عراق پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ سیدنا صدیق اکبرؑ نے ان حالات میں سیدنا خالد سیف اللہؑ کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اس وقت تک آپؑ کے پیش نظر صرف یہ تھا کہ عراق کے عرب قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے۔ تاکہ فارس کی حکومت

سے عرب قبائل آزاد ہو جائیں۔ اور ساتھ ہی سیدنا خالد سیف اللہؑ کو لکھا کہ جو فوجی اس مہم میں شامل ہونے کے لئے آمادہ نہ ہوں انہیں اپنے گھروں کو لوٹ جانے کی اجازت دے دی جائے۔ سید خالد سیف اللہؑ نے اپنے لشکر کو جمع کر کے خلیفہ رسولؑ کا حکم سنایا۔ ان کے ساتھ تیرہ ہزار کا لشکر تھا۔ جس میں سے صرف دو ہزار ان کے ساتھ رہ گئے۔ اس تشویشناک صورتحال سے سیدنا خالد سیف اللہؑ نے خلیفہ رسولؑ کو مطلع کیا۔ مجمع عام میں خلیفہ رسولؑ نے بیخط پڑھ کر سنایا اور آخر انہوں نے ایک دلیر نوجوان قعقاع بن عمرو کو طلب کر کے سیدنا خالد سیف اللہؑ کی کمک کے لئے روانہ ہونے کا حکم فرمایا۔ لوگ حیران تھے کہ ان مشکل حالات میں صرف ایک آدمی کی کمک کیا معنی رکھتی ہے۔ مگر خلیفہ رسولؑ کی حربی بصیرت اور جنگی فراست ان سب کے پردہ تخیل سے کہیں بلند تر تھی۔ چنانچہ آگے معلوم ہوا کہ سیدنا قعقاع ایک فرد واحد نہیں تھے بلکہ ایک پوری فوج تھے۔ اُدھر آپؑ نے سیدنا خالد سیف اللہؑ کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور دوسری طرف سیدنا مثنیؑ اور سیدنا مد عور بن عدی نامی شمال مشرقی عراق کے ایک نامور سردار کو لکھا کہ وہ اپنی افواج کے ہمراہ سیدنا خالد سیف اللہؑ کی فوج میں شامل ہو کر ان کے ماتحت کاروائی

کریں۔ آپ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ہدف سے بھی آگاہ فرمایا۔ کہ سب سے پہلے  
 اہلہ کے مقام سے اپنی کارروائی کا آغاز کریں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت اڑتالیس سال  
 تھی۔ جب انہوں نے مرتدین کے قلع قمع کے بعد عراق کی فتح کی کارروائی شروع کی۔ سیدنا  
 خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات اب ایسی کشش کا مرجع بن گئی تھی کہ مختلف قبائل کے لوگ جوق درجوق  
 آپ کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے امنڈھٹے چلے آئے اور چند روز میں دس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔  
 شمال مشرقی عرب میں چار اہم سردار تھے۔ سیدنا شعی بن حارثہ رضی اللہ عنہ سیدنا مذکور بن عدی رضی  
 اللہ عنہ اور سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انہیں لکھ چکے تھے کہ اپنی اپنی افواج لے کر سیدنا  
 خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت کارروائی کریں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اہلہ کے مقام پر جمع  
 ہو جائیں۔

## جنگ سلاسل عراق کی پہلی جنگ

سیدنا شعی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ خلیفہ رسول اللہ انہیں عراق میں ایک خود مختار کمان  
 سونپیں گے اور وہ واقعی اس کی اہلیت بھی رکھتے تھے۔ تاہم خلیفہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کے سامنے  
 تسلیم خم کر دیا۔ ان چاروں میں سے ہر سردار کے پاس دو ہزار کا لشکر تھا۔ اس طرح سیدنا خالد  
 سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں اپنے لشکر سی ملا کر اٹھارہ ہزار کا لشکر ہو گیا۔ ایران کی طرف سے عراق  
 میں اس وقت ہرمزان گورنر تھا۔ ایرانی شہنشاہیت میں رواج تھا کہ سب سے بڑا اہم عہدہ دار کو ایک  
 لاکھ درہم کا تاج پہننے کی اجازت تھی۔ اس وقت ایرانی سلطنت میں ایسے چار تاجدار تھے جن میں  
 سے ایک ہرمز بھی تھا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ مارچ ۶۳۳ء مطابق محرم ۱۲ھ یمامہ سے روانہ ہوئے اور روانگی  
 کے ساتھ ہی انہوں نے ہرمز کے پاس اپنے سفیر کے ذریعے ایک خط بھیجا۔ جس میں لکھا کہ  
 ایمان لے آؤ اور سلامت رہو۔ یا جزیہ ادا کر داس طرح تم اور تمہارے لوگ



ہماری پناہ میں رہیں گے۔ یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور میں ایسے لوگوں کو لے کر آ رہا ہوں جنہیں موت سے اس قدر پیار ہے جس قدر تمہیں اپنی زندگی سے پیار ہے۔“

ہرمز یہ خط پڑھتے ہی غصے سے لال مہبوکا ہو گیا۔ اور اس نے فوراً اردشیر شہنشاہ فارس کو حالات سے مطلع کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے عادم عراق ہوئے۔ ہر لشکر کا درمیانی فاصلہ ایک دن کی راہ تھا۔ ہرمز کا دار الحکومت ابلہ تھا۔ اور وہ کبل کانٹے سے لیس مقابلہ کیلئے تیار تھا۔

ہرمز شہنشاہی اقتدار کا سچا حامی، مزاج کا مغرور اور مقامی عربوں کے لئے متعصب ذہن کا مالک تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بھی خوب جانتے تھے کہ فارس سے ٹکر لینا معمولی کام نہیں ہے۔ آپ فارسی فوج کے بلند معیار، اس کے سپاہیوں کی ہرأت اور اسلحہ کے استعمال کی ہمارت سے بھی خوب واقف تھے۔ البتہ وہ عقل و حرکت میں اسلامی لشکر کی طرح چست نہ تھے۔ مسلمان بھی ہم امتداد کے نہ برا کرنا چاہتے تھے۔ البتہ پہنچنے کے لئے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے دو راستے تھے ایک کاظمہ کی طرف سے دوسرا حنیز کی طرف سے آپ نے سوچا کہ ہرمز یقیناً کاظمہ کے راستے پشیدی کرے گا اس لئے انہوں نے حنیز کا راستہ اختیار کیا آپ کی حربی بصیرت نے ہرمزان کے لشکر کیلئے ایک طویل سفر کی مصیبت پیدا کر دی آپ نے بناج پہنچ کر سیدنا مثنیٰ بن رزاع کے لشکر کا بھی چارج لے لیا۔ ہرمز کا کاظمہ میں ٹکر جانا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے مفید تھا۔ یعنی عجمی بھی مسلمانوں کی طرح گھر سے باہر تھے۔ ہرمز نے جب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے حنیز پہنچنے کی خبر سنی تو سٹپٹا کر رہ گیا۔ اس نے فوراً حنیز کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ بھاری اسلحہ جنگ سے لیس ہرمز کی فوج نے بصد مشکل دو دن میں پچاس میل کا فاصلہ طے کیا۔ اس نے باضابطہ ایک پیشہ ور سپہ سالار کے فوج کو مینہ میسرہ اور قلب کی صورت میں لاکر قیاد اور ابو شجان کو ہانڈوں کی کمان سونپی اور خود قلب لشکر کو سنبھالا۔ فارسی لشکر نے بانچ بانچ دس دس کی لڑیوں میں اپنے

آپ کو زنجیروں سے باندھ لیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح فوج کو بھاگنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ جم کر لڑ سکتے ہیں۔ اسی لئے اس جنگ کو ذات السلاسل کی جنگ کا نام دیا گیا ہے۔ انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ مسلمان جانیباؤں کے حملے کے وقت ہی زنجیری انہیں ذرا سے روک کر ان کی ہلاکت کا موجب بنے گی ان زنجیروں سے وہ یہ فائدہ بھی اٹھا سکتے تھے کہ غنیم کے سوار زنجیروں کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ مگر ہرگز کے عرب امدادی دستوں نے اپنے آپ کو زنجیروں کے پھندوں سے آزاد رکھا۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس سے قبل کہ فارسی لشکر سنبھل سکے ان پر ٹوٹ پڑنے کو تیار ہو گئے۔ مگر مشکل یہ پیش آئی کہ مسلمان لشکر کے پاس پانی نہیں تھا۔ اللہ کی قدرت اچانک آسمان ابراہود ہو گیا اور اس قدر بارش برسی کہ لشکر نے جی بھر کر پانی پیا اور اور اپنی پکھالیں بھر لیں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے میمنہ اور میسرہ کی قیادت سیدنا عاصم بن عمرو اور سیدنا عدی بن حاتم کے سپرد کی۔ اپریل ۳۳ھ مطابق محرم ۳۵ھ میں یہ جنگ لڑی گئی۔

ہرگز گھوڑے پر سوار اپنے لشکر سے آگے نکل کر میدان میں پہنچ گیا اور لگا کر کہا خالد رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی گھوڑے کو اڑ لگائی اور اس کے سامنے ہاکھڑے ہوئے۔ ہرگز نے گھوڑے سے اتر کر پیدل لڑنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ دراصل وہ ایک منصوبہ کے تحت ایسا کر رہا تھا۔ اس نے کچھ فاصلے پر چند جنگجو گھات میں بٹھا رکھے تھے۔ اور انہیں کہا گیا تھا کہ میں جب خالد رحمۃ اللہ علیہ سے گتھم گتھا ہو جاؤں تو تم آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دینا۔ پہلے تلوار اور ڈھال کے ساتھ مقابلہ شروع ہوا۔ دونوں ایک دوسرے کی مہارت پر حیران تھے۔ اب ہرگز نے اپنی تلوار پھینک کر کشتی لڑنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ سیدنا خالد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تلوار پھینک دی اور دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ یہ موقع تھا کہ ہرگز کے گھات میں بٹھائے ہوئے آدمی جھپٹ کر سیدنا خالد رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ آور ہوئے۔ مگر آپ نے اپنی خداداد ذہانت اور طاقت سے ہرگز کو اپنے چاروں طرف گھمانا شروع کر دیا۔ فارسیوں کے لئے سیدنا خالد سیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سیدنا عتقا بن عمرو نے دور کھڑے فارسیوں کے اس مکالمہ فعل کو

تارکڑ بجلی کی طرح ہرمزان کے مددگار فارسیوں پر ایک برق خاطفت کی طرح پلکے اور چند لمحات میں انہیں واصل بجہنم کر دیا۔ یہ تھی سیدنا صدیق اکبر رضی کی ایک نفس ملک فارسی قاتلوں کے واصل بجہنم ہونے پر سیدنا خالد سیف اللہ رضی نے ہرمز کو لکھا اور لکھ دیا۔ یہ سب کچھ ایسے ہو کہ انسانی نظریں اس منظر کا تعاقب نہ کر سکیں۔ اب جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی اسلامی لشکر کے دونوں بازو ابرانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ قباذ اور ابو شجان نے اپنے لشکر کو بازگشت کا حکم دیا۔ زنجیروں میں بندھے ہوئے ایرانی بے دریغ موت کا لقمہ بننے لگے۔ قباذ اور ابو شجان اپنے لشکر کی کافی تعداد لے کر بھاگ نکلے میں کامیاب ہو گئے۔ ہرمزان کی ایک لاکھ کی ٹوپی فوجی دستور کے مطابق سیدنا خالد سیف اللہ رضی کو ملی۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ دربار خلافت کو بھیج دیا گیا۔ ہر سوار کے حصے میں ایک ہزار درہم اور ہر پیادے کے حصے میں تین صد درہم آئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی کی عالی حوصلگی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے ہرمزان کی ٹوپی بھی دربار خلافت میں بھیج دی۔ مگر خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی نے انہیں واپس لوٹا دی۔ فارسیوں اور ان کے مددگار عربوں کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا۔ مگر جن لوگوں نے جنگ میں عملاً کوئی حصہ نہیں لیا تھا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ اور انہوں نے جزیہ دینا منظور کر لیا۔

ہرمز نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی کے عراق پر حملہ کی اطلاع دربار ایران میں بھیجی تھی وہاں سے ایک بہادر سردار قارن فوج لے کر روانہ ہوا۔

**جنگ دریا** | راستے میں اسے ہرمز کے قتل کی خبر ملی۔ اس نے بھگوڑے فوجیوں کو جمع کر کے حوصلہ دلایا اور آگے بڑھ کر دیاتے معقل کے کنارے پڑاؤ ڈالا۔ ادھر سے اسلامی لشکر بھی پہنچ گیا۔ قارن، ابو شجان اور قباد تینوں بڑے سردار ایک محاذ پر جمع ہونے

کے لئے روانہ ہوئے۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ نے سیدنا مثنیٰ کو دودھنار کا لشکر دے کر دیکھ بھال کے لئے آگے بھیجا۔ راستے میں حسن المرأة کا قلعہ پڑا تھا۔ سیدنا مثنیٰ نے اس قلعے کے محاصرے کے لئے اپنے بھائی معنے کو چھوڑا اور خود آگے بڑھتے چلے گئے۔ اس قلعہ کی حکمران ایک عورت تھی اس نے اسلام قبول کر کے معنے سے نکاح کر لیا۔ سیدنا مثنیٰ کے سب رفقاء دستے نے دشمن کے ایک زبردست فوج سے رابطہ قائم کر لیا۔

سیدنا خالد سیف اللہؓ کاظمہ سے روانہ ہو کر ابلہ سے دس میل جنوب پہنچ گئے۔ آپ اپریل ۶۳۲ء میں سیدنا مثنیٰ کے پاس پہنچ گئے۔ قارن نے پشت پر دریا رکھا تاکہ عقب سے حملہ نہ ہو سکے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے صف آرا ہو گئیں میمنہ اور میسرہ کی کمان قباز اور انوشجان نے سنبھالی۔ قلب قارن کی قیادت میں رہا۔ اس نے احتیاطاً دریا پر کشتیاں تیار رکھنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے قارن نے آگے بڑھ کر مبارز طلبی کا نعرہ لگایا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ ابھی صف سے نکل ہی رہے تھے کہ سیدنا معقل بن الاعشى قارن کے سر پر پہنچ گئے۔ یہ ایک بڑے باکمال شمشیر زن تھے۔ سیدنا معقل نے قارن کو قتل کر دیا۔ اب دو ایرانی سردار قباز اور انوشجان میدان میں آئے۔ سیدنا عاصم اور سیدنا عدی ان کے مقابلے کیلئے نکلے اور ان دونوں کو واصل جہنم کر دیا۔ اس کے بعد سیدنا خالد سیف اللہؓ نے عام حملے کا حکم دے دیا۔ فارسی فوج اپنے تین سالاروں کو قتل ہوئے دیکھ کر حوصلہ ہار چکی تھی۔ اس عام حملہ کی تالاب نہ لاکر وہ بھاگ نکلے اور دریا کا رخ کیا۔ وہ اندھا دھند کشتیوں میں سوار ہونے لگے۔ اس افراتفری میں ہزاروں قتل ہوئے مگر ہزاروں بچ نکلے۔ مسلمانوں کے پاس دیا عبور کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اس لئے وہ تعاقب نہ کر سکے۔ تمام مقامی باشندوں کے سردار امان طلب کر کے کیلئے سیدنا خالد سیف اللہؓ کے پاس پہنچے آپ نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔ حضرو کے مقام پر محصول جمع کرنے کیلئے سیدنا سعید بن مقرن کو مقرر کیا۔ اور مختلف اطراف میں دریافت حالات کے لئے مختلف دستوں کو روانہ کیا۔

## ولجہ کی جنگ جسے جہنم ولجہ بھی کہا گیا ہے

اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی کی پوزیشن صرف ایک فوجی کمانڈر کی حیثیت کی نہ تھی بلکہ مفتوحہ علاقوں کا نظم و ضبط، حمزیہ اور زکوٰۃ کی وصولی غرضیکہ تمام ملکی امور کی ذمہ داری ان کے سپرد تھی۔ گویا اب اگر وہ ایک طرف اسلامی فوجوں کے سپہ سالار اعظم تھے تو دوسری طرف مفتوحہ علاقوں کے عامل بھی تھے۔ ان کے پے درپے تین کامیابیوں نے مدائن کے شاہی محلات میں کھلبلی پیدا کر دی تھی۔ ایرانی حکومت اور اس کے کارپرواز یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ صحرائے عرب کے بددواب یہیں آنکھیں دکھانے لگے ہیں۔

ایرانی شہنشاہ اردشیر نے بڑی دو اندیشی سے یہ سوچنا شروع کیا کہ صحرائے عرب سے اٹھتے ہوئے اس طوفان کا رخ کس طرح واپس موڑا جائے ورنہ کم از کم ایسا تو ہو سکے کہ وہ مزید پیش قدمی سے رک جائیں۔ جنگ دریا کے مقام سے مدائن کا فاصلہ تین صد میل تھا۔ مگر انہوں نے خبر رسانی کا ایسا اعلیٰ انتظام کر رکھا تھا کہ اونچی آواز والے لوگوں کو مناسب فاصلے پر کھڑے ہونے کا حکم دے کر انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ ایک آدمی آواز سن کر دوسرے کو پہنچاتے وہ تیسرے کو علیٰ ہذا لقیاس ایک دن میں سینکڑوں میل تک خبریں پہنچا سکتی تھیں ایرانی شہنشاہ نے حکم دیا کہ تمام فوجی دستے دار الحکومت میں جمع ہو جائیں۔ اردشیر نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی کو روکنے کیلئے ولجہ کا مقام تجویز کیا۔ یہ مقام آج کل عین المہاری کے نام سے موسوم ہے۔ شاہی حکم پاکر مشہور ایرانی شمشیر زن اندازغر ایک بڑی بھاری فوج لے کر ولجہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے معاً بعد بہمن جو ایک لاکھ دسہم والی ٹوپی کی حیثیت کا آدمی تھا وہ بھی روانہ ہو گیا۔ بہمن نے اندازغر کا راستہ چھوڑ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی کو ان کے جاسوس لمحہ لمحہ کی خبریں پہنچا رہے تھے۔ انہوں نے سوچا اگر یہ دونوں لشکراپس ذمہ داروں سے عہدہ برآ ہونے کے متعلق سوچ رہے تھے۔ انہوں نے سوچا اگر یہ دونوں

لشکر الہیں میں مل گئے تو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر یہ بات بھی ان کے پیش نظر تھی کہ اگر ان کے ایک لشکر کو شکست دی تو اس لشکر کے بھگوار حسب سابق دوسرے لشکر میں جا ملیں گے۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جس لشکر کو شکست دی جائے اس کے بھگوار دوسرے لشکر میں جا کر شامل نہ ہو سکیں۔ حربی بصیرت کی انتہا!

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر انداز غرہ فوج پر حملہ کر دیا۔ اسلامی فوج کا یمینہ اور میسرہ حسب سابق سیدنا عام اور سیدنا عدی کی قیادت میں تھا انداز غرہ نے اپنے سامنے پھیلے ہوئے مسلمان لشکر کی تعداد دیکھی تو خوشی سے پھولانہ سمایا صرف دس ہزار پیدل فوج۔ مسلمان بھی حیران تھے کہ ہمارے سوار دستے کہیں نظر نہیں آتے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ مگر ایک مسلمان مجاہد کا مقابلہ متعدد ایرانیوں سے تھا۔ ایرانی سالار ٹھکے ہوئے فوجیوں کی جگہ تازہ دم فوجی بھیج رہا تھا مگر مسلمان فوجیوں کو یہ سہولت حاصل نہ تھی۔

جنگ کے دوران ایک عظیم الجثہ اور قوی ہیکل پہلوان جس کا نام ہزار مر تھا، دکھاتا ہوا مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ اور مبارز طلبی کی۔ سیدنا خالد سیف اللہ آگے بڑھے اور چند منٹوں میں اس دیو کو ڈھیر کر دیا۔ اور اپنی فوج کا حوصلہ بڑھانے کیلئے خادم کو آواز دی کہ میرا کھانا لاؤ اور اسی دیو کے سینہ پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ لڑائی کا پہلا دور ختم ہوا۔ دوسرا دور ایرانیوں کے جوابی حملے سے شروع ہوا۔ ایرانی سیلاب کی طرح مسلمانوں کی طرف بڑھے اب اسلامی لشکر کی طاقت حواب دینے لگی۔ انداز غرہ کو نظر آئے لگا کہ اب فتح قدموں کے نیچے ہے اور مجھے لاکھ درم والی ٹوپی ملنے والی ہے۔ حالات نہایت نازک مقام پر پہنچ گئے کہ سیدنا خالد سیف اللہ نے ایک طرف دیکھ کر ایک مخصوص اشارہ کیا۔ اگلے ہی لمحے ایرانی فوج کے عقب سے مسلم رسالہ گھوڑے دوڑاتا ہوا حملہ آور ہو چکا ہے۔

عقب سے اسلامی رسالہ کا حملہ ایرانیوں کے لئے موت کا پیغام ثابت ہوا۔ فتح کی خوشی کی بجائے دہشت اور خوف نے ان کا خون خشک کر دیا اب مسلمانوں کو معلوم ہوا

کہ ہمارا رسالہ کہاں تھا۔ ایرانیوں کے عقب میں اسلامی رسالہ سامنے پیدل فوج ایرانیوں میں بھگدڑ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ہر مرزا و قاری کی فوجوں نے بھی شکست کھاتی تھی مگر اندازِ غر کی فوج کا تو وجود ہی مٹ گیا۔ خود اندازِ غر صحرا کی طرف بھاگ نکلا اور کہیں پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رحمہ نے اپنے تھکے ماندے جانبازوں کو جمع کیا۔ اور کہا ”کیا تمہیں سرزمینِ فارس کی دولت نظر نہیں آتی کیا تمہیں سرزمینِ عرب کے مفلسی یاد نہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس ملک میں فصلوں نے کس طرح زمین کو ڈھانپ رکھا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد فرض نہ ہوتا تو بھی ہم اس دولت مند ملک کو فتح کرنے کے لئے آتے۔ اور اپنے صحراؤں کی بھوک کو اس خوراک کی فراوانی سے بدل لیتے جواب ہماری ہے“

جنگ و لجہ سے ایک دن پہلے آپ نے دو مسلمان کمانداروں سیدنا بُسر بن ابی اسلم اور سیدنا سعید بن مرہ کو بلا کر مناسب ہدایات دیں۔ اور انہیں انتہائی رازداری سے کام لینے کی ہدایات دیں۔ یہی وہ رسالہ تھا جس نے عقب سے حملہ کیا تھا۔ مئی ۳۲ھ مطابق صفر ۳۱ھ میں یہ جنگ لڑی گئی۔

## دریائے خون

فارسیوں کے خلاف تین بڑی جنگوں میں سیدنا خالد سیف اللہ رض بڑی کامیابی سے فتح حاصل کی تھی۔ ان جنگوں سے بچے کچے بھگوڑے الیس کے مقام پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رض کو جب دشمن کے ایک مقام پر جمع ہونے کی اطلاع ملی تو آپ اٹھارہ ہزار کا لشکر لے کر الیس کی طرف روانہ ہوئے۔ انہیں راستہ میں خسیف کا دیا عبور کرنا پڑا۔ ایران کے شاہی دربار میں اکہ بلبل مچی ہوئی تھی وہ اس بات پر سخت حیران تھا کہ بھوکے ننھے اور زہد مذہب و

کی زندگی سے نا آشنا مختلف قبائل میں بکھرے ہوئے بدوکس طرح ایک عظیم طاقت بن کر ان کے بڑے بڑے تین لشکروں کو شکست دے چکے ہیں۔ لیکن بارہ صدیوں کی منظم اور متمدن حکومت کے لئے تین شکستیں کوئی خاص اہمیت نہ رکھتی تھیں اس عرصہ میں قبیلہ نو بکر کے عیسائی ملائ شاہی دربار میں حاضر ہوئے اور چاہا کہ ہمیں آزادانہ اور اپنے طور پر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ ایرانی دربار کے لئے یہ بڑی جانفزا خبر تھی کہ عیسائیوں کے عرب قبائل مسلمان عربی فوج سے لڑنے کیلئے تیار ہیں۔ عیسائی عرب قبائل بھی الیس کے مقام کی طرف روانہ ہو گئے۔

شاہی دربار سے ایرانی فوج کے سالار اعظم بہمن کو مناسب ہدایات مل رہی تھیں اس نے اپنے نائب سپہ سالار جابان کو الیس کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اور بہمن مناسب ہدایات اور مشورہ لینے کے لئے ملائ پہنچ گیا۔ ارد شیر اس وقت سخت بیمار تھا اور بہمن وہیں رک گیا جابان الیس پہنچا اس نے وہاں عیسائی عربوں کی لاتعداد فوج دیکھی اور بڑا خوش ہوا۔ عیسائی عربوں کا سالار عبدالاسود تھا جس کے دو بیٹے ولجہ میں قتل ہو چکے تھے۔ اور وہ آتش انتقام بنا ہوا تھا۔ آج ان مقامات کا صحیح محل وقوع معلوم کرنا مشکل ہے۔ ابتداء زمانہ سے دریاؤں کے رخ بدل گئے۔ پرانے شہر صفہ ہستی سے نابود ہو گئے اور نئے شہر آباد ہو گئے۔ اس لئے الیس کا صحیح محل وقوع معلوم کرنا مشکل ہے البتہ اس قدر معلوم ہے کہ اس کے قریب ایک دریا بہتا تھا۔

جابان کے لشکر کے الیس پہنچنے سے پہلے سیدنا مثنیٰ اپنے تیز رفتار رسلے کے ساتھ الیس پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے اپنی حربی بصیرت سے کام لے کر حالات کا جائزہ لیا اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے سیدنا مثنیٰ کا پیغام ملتے ہی اپنے پڑاؤ سے کوچ کیا۔ اور حسب سابق میمنہ اور میسرہ کی قیادت سیدنا عاصم بن عمرو اور عدی بن حاتم کے سپرد کی۔ مسلمانوں کا لشکر جس وقت دشمن کے لشکر کے سر پہ پہنچا دشمن کھانا کھانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ادھر وہ کھانے پر بیٹھے ادھر مسلمان کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑا۔ صرف عیسائی عرب مقابلہ



پہر آتے۔ فارس کے لشکر نے جب سردوں پر موت کے سائے دیکھے تو وہ بھی میدان جنگ میں کود پڑے محاذ جنگ سے دریا تقریباً دو میل دور تھا۔ یہ جنگ مختلف ذیلی جنگوں کا ایک مجموعہ تھی۔ عیسائی عرب سردار پہلے ہتے میں ہی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ ابتدائی دو گھنٹے بڑی شدت کی جنگ رہی۔ جنگ کا زیادہ زور دریا کے کنارے تھا۔ مسلمان جانیاد ہر پند آگے بڑھنے کی کوشش کرتے مگر پیچھے دھکیل دیتے جلتے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حالات دیکھی تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

اے اللہ اگر تو ہمیں فتح دے تو میں ان دشمنان اسلام میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا مسلمانوں نے اسے نو منظم ہو کر حملہ کیا۔ سر پہر کے قریب ایرانی لشکر میں ہزیمت کے آثار نظر آنے لگے۔ اور پھر وہ بھاگنے لگے ہزاروں قتل ہوئے۔ بھاگتے ہوئے ایرانی لشکر کے متعلق سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالے کو حکم دیا کہ انہیں زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کرو مسلمان مجاہد ایرانیوں اور عیسائی عربوں کو ٹولیوں میں ہانک کر لے رہے اور دریا کے کنارے انہیں قتل کیا جاتا رہا۔ یہ سلسلہ تمام رات اس سے اگلا پورا دن اور اگلے دن کے کچھ حصے تک جاری رہا۔ تیسرے دن کے آخری وقت آخری آدمی قتل ہوا۔ موزخین نے لکھا ہے کہ دریا کا تمام پانی خون سے سرخ ہو گیا تھا۔ اس لئے اسے دریائے خون کا نام دیا گیا۔

ایرانی فوج بھاگ رہی تھی اور سردار دستے اس کا تعاقب کر رہے تھے اور پیدل دستے ایرانیوں کے پکے ہوئے کھانے سے اپنے کام و دہن کی تواضع کر رہے تھے۔ طبری کے قول کے مطابق اس جنگ میں ستر ہزار ایرانی اور عرب عیسائی قتل ہوئے تھے بے شمار مال غنیمت کے ساتھ شکست خوردہ سپاہ کے اہل و عیال بھی تھے۔ مگر ان کا سالار جابان بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگلے روز سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے مقامی لوگوں سے ایک معاہدہ کیا اور انہوں نے جزیہ ادا کرنا قبول کر لیا۔ مقامی باشندوں نے مسلمانوں کے لئے جاسوسی کے فرائض

اداکرنے کا وعدہ بھی کیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ موتہ کے بعد الیس کی جنگ تمام عمر یاد رہی اور مستقبل میں اکثر اس جنگ کا ذکر کرتے تھے۔ اس جنگ کے خاتمہ کے ساتھ ہی نو شیر وان کا پر پوتا ارد شیر بھی اس شکست کے حدمہ سے جانبر نہ ہو سکا۔

## حیرا کی فتح

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے معرکہ سے فارغ ہو کر مئی ۶۳۳ء مطابق ربیع الاول ۱۱ھ میں مغیشیا کی طرف روانہ ہوئے۔ اپنے مغیشیا کو فوجی پیشگاہ کے طور پر اپنا ہیڈ کوارٹر بنانا چاہتے تھے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ تمام شہر بالکل سناں پڑا ہے۔ دکانیں اور مکان سامانوں سے بھرے پڑے ہیں مگر کوئی متنفس موجود نہیں۔ یہ شہر وسعت، آبادی اور شان و شوکت کے لحاظ سے حیرا کا ہم پلہ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس شہر میں ایک متنفس بھی موجود تھا۔ آخر دریافت سے معلوم ہوا کہ شہر کے جوان افراد تو الیس کی جنگ میں کام آچکے ہیں اور بوڑھے بچے اور عورتیں مسلمانوں کی یلغار کے خوف سے لواحقی علاقوں میں منتشر ہو کر روپوش ہو گئے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات اور ان کے جنگی کارنامے اب ایک دہشت بن چکے تھے۔ مسلمانوں نے مغیشیا کے مال کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ سمجھا۔ اور ہر وہ چیز جو اٹھائی جاسکتی تھی اپنے قبضہ میں کر لی۔ موزنین نے لکھا ہے کہ مغیشیا سے اس قدر مال ملا جس قدر عراق کی سابقہ چار لاکھ بیسویں میں حاصل نہیں ہو سکا تھا۔ مال حاصل کرنے کے بعد شہر کو تباہ کر دیا گیا۔ اور مال غنیمت

کا پانچواں حصہ دربار خلافت کو بھیج دیا گیا۔ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات کی خبریں سن سن کر اب بہر طور مطمئن تھے۔ اور مال غنیمت کی فراوانی سے مسلمان مالامال ہو کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے اسلام کے لئے ایک آیت رحمت سمجھ رہے تھے، مغیشیاہ کا مال غنیمت دیکھ کر  
 خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبرؓ نے مسلمانوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم  
 فرمایا جب وہ جمع ہو چکے تو آپؐ نے فرمایا۔

”اے قریش تمہارا شیر پہلے کسی شیر پر حملہ کرتا تھا اور غالب آتا تھا۔ مگر اب اس  
 کا نام سن کر ہی دوسرے شیر لوڑھڑوں کی طرح بھٹ میں گھس جاتے ہیں۔ عورتیں  
 اس شیر کی طرح بیٹھا جھننے سے اب عاجز ہیں۔“

یہ فرماتے کے بعد آپؐ نے مال غنیمت کی تقسیم کا حکم دیا جس سے مدینے کا ہر گھرانہ مالدار ہو گیا اور  
 کوئی حاجت مندا باقی نہ رہا۔

یہ سب کچھ حیرا کا حاکم اذابہ سن سن کر گھبرا رہا تھا۔ کاغذ، معقل، ولجہ اور الیس کی شکستوں  
 نے اسے پریشان کر رکھا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ اب حیرا کی باری ہے۔ ایرانی فوج کے تمام اہم سپہ سالار  
 اور پہلوان قتل ہو چکے تھے۔ اپنے شہنشاہ کی پیادری اور ایرانی فوجوں کی دل برداشتگی بھی اس کے  
 سامنے تھی۔ اذابہ پچاس ہزار لڑائی کا مالک تھا وہ حیرا کا حاکم ہی نہیں بلکہ فوجی سپہ سالار بھی  
 تھا۔ حیرا کا بادشاہ ایاس بن قبیصہ برائے نام بادشاہ تھا۔ اذابہ نے اپنی ذمہ داریوں کو پورے  
 شعور سے نبھانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس نے اپنی فوج شہر سے نکال کر اپنا پڑاؤ ڈالا  
 اور اپنے بیٹے کو سیدنا خالد سیف اللہؓ کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے آگے بھیجا۔ اور اسے  
 مناسب ہدایات دیں سیدنا خالد سیف اللہؓ نے نقل و حمل کیلئے بڑی کشتیوں سے کام لیا۔

لاح مقامی عرب قبائل تھے۔ اور لشکر کو دریا کے کنارے کنا سے کوچ کا حکم دیا مگر اذابہ کے

بیٹے نے پیچھے سے اپنے باپ کے حکم کے مطابق دریا پر بند باندھ کر اس کا رخ موڑ دیا تھا۔ مسلمانوں  
 کی کشتیاں اچانک زمین سے جا لگیں۔ آپؐ نے کشتیاں چھوڑ کر اپنا سفر جاری رکھا۔ حتیٰ کہ وہ  
 اس مقام پر پہنچ گئے جہاں دریا پر بند باندھ گیا تھا باد طلی کے مقام پر فارسی لشکر سے پہلی  
 جھڑپ ہوئی۔ اور وہ بھاگ نکلے۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ رضی اللہ عنہ نے دریا کا بند کھولا تو پانی

پھر جاری ہو گیا۔ مسلمانوں کا لشکر آگے بڑھ کر اذانہ کے بیٹے کے کپ پر ٹوٹ پڑا اور وہ سب قتلہ اجل بن گئے۔ مشکل چند سوار بھاگ کر اپنی جان بچا سکے جنہوں نے اذانہ کو جا کر تمام حالات سنائے بیٹے کے قتل کی خبر کے ساتھ ہی اسے ملاقات سے اور شیر کے مرنے کی اطلاع ملی۔ اذانہ دل برداشتہ ہو کر ملاقات روانہ ہو گیا۔ اور یہیں کو جا کر تمام روداد سنائی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کسی موزوں مقام پر دیوانی سفر چھوڑ کر اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور حیرل سے تین میل کے فاصلہ پر غور و فکری جا پہنچے وہاں اپنا بنیادی کپ بنا کر حیرل کی طرف بڑھے وہاں کسی نے مقابلہ نہ کیا۔ شہر کے تمام باشندے موجود تھے۔ وہ نہ بھاگے اور نہ کسی قسم کی مزاحمت کی۔ مسلمانوں نے بھی ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔ لیکن حیرل کے چار قلعوں کے اندر حیرل کے عیسائی عربوں کے فوجی حبش موجود تھے۔ جو اپنے سالاروں کے تحت مسلمانوں کے خلاف لڑنے کو تیار تھے چاروں قلعوں میں ان کے سرداروں کے چار عمل تھے جو قصر ابیض، قصر العستین، قصر بنو مازن اور قصر بقیلہ کے ناموں سے موسوم تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ہر قلعہ پر حملہ کرنے کے الگ الگ چار حبش ترتیب دیئے۔ سیدنا ضار بن الازدر کو قصر ابیض کی طرف، سیدنا ضار بن الخطاب کو قصر العستین کی طرف، سیدنا شنفی کو قصر بن بقیلہ کی طرف بھیجا اور انہیں ہدایت دی کہ پہلے حسب دستور ان کے سامنے اسلام پیش کیا جائے اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو جزیہ کیلئے کہا جائے۔ اگر وہ جزیہ کی ادائیگی سے بھی انکار کر دیں تو ان پر حملہ کیا جائے۔ مگر عیسائی عربوں نے کوئی شرط تسلیم نہ کی۔ سب سے پہلے سیدنا ضار بن الازدر نے قصر ابیض پر حملہ کیا اور ان کے ساتھ باقی مسلمان سپہ سالاروں نے بھی حملہ کر دیتے۔ عیسائی عربوں نے شروع میں قلعوں کی فصیلوں سے بڑی جی داری سے مدافعت کی مگر آخر میں بھاگ نکلے۔ آخر قصر ابن بقیلہ کا بوڑھا عیسائی سردار جو اپنی عقل مندی، فراست اور اندر ویش کی وجہ سے ایک ممتاز حیثیت کا مالک تھا قلعے سے نکل کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہ شہنشاہ ایران نو شیروان کا زمانہ بھی دیکھے ہوتے تھا اور شاہی ادب

اور حرب و ضرب کے امور سے ملاحظہ رکھتا تھا۔ وہ جب سیدنا خالد سیف اللہ کے سامنے پہنچا تو آپ نے اس سے پوچھا تمہاری عمر کیا ہے عبدالمسیح نے کہا دو سو سال ان کی مزید گفتگو سوال و جواب کے انداز میں ملاحظہ ہو۔

سوال :- تم نے آج تک دنیا میں کون سی بات عجیب تر دیکھی ہے۔

جواب :- بھیرا اور دمشق کے درمیان ایک عورت روٹی کا ٹکڑا لے کر سفر کرتی ہے مگر اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں (یہ اشارہ تھا نو شیردان کے عدل کی طرف)

سوال :- تم کہاں سے آئے ہو؟

جواب :- اپنے باپ کی ریڑھ کی ہڈی سے۔

سوال :- میں پوچھتا تم کہاں سے آئے؟

جواب :- اپنی ماں کی رحم سے۔

سوال :- کہاں جا رہے؟

جواب :- اپنے سامنے کی طرف۔

دراصل سیدنا خالد سیف اللہ رحمہ کا ان سوالات کے پوچھنے کا مقصد یہ دریافت کرنا تھا کہ تم کس مقام کی طرف سے آئے اور میرے پاس کیسے آئے ہو۔ مگر بڑھا عیسائی سردار انہیں فلسفیانہ انداز میں جواب دے رہا تھا۔ پھر آپ نے پوچھا۔

سوال :- تمہارے سامنے کی طرف کیا ہے؟

جواب :- آخرت۔

سوال :- سیدنا خالد سیف اللہ رحمہ نے اس جواب سے جھلا کر کہا تم کہاں کھڑے ہو؟

جواب :- زمین پر۔

سوال :- لعنت ہے تم پر تم کس چیز کے اندر ہو؟

جواب :- اپنے کپڑوں کے اندر۔

سوال :- کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی؟  
جواب :- ہاں ان خوب سمجھتا ہوں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان فلاسفانہ قسم کے جوابات سننے کے  
عادی نہ تھے مطلب کی بات کرتے تھے اور مطلب کی بات سنتے ۔ بوڑھے کے اس  
انلازہ تکلم پر وہ سٹپٹ گئے اور کہا۔

میں تم سے صرف مطلب کی چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔

بوڑھے نے جواب دیا۔ میں بھی مطلب کے جواب ہی دے رہا ہوں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے غصے سے تھک کر کہا۔ دنیا اپنے احمقوں کو تباہ  
کمر دیتی ہے مگر تمہارے جیسے عقلمند دنیا کو تباہ کرتے ہیں۔

عبداللہ المسیح نے کہا اے سپہ سالار۔ چوٹی ہی جانتی ہے کہ اس کے بل میں کیا ہے اونٹ کو  
معلوم نہیں ہو سکتا۔

اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ یہ بوڑھا کو غیر معمولی دل و دماغ کا آدمی  
آدمی ہے۔ اس کے تمام جواب اگرچہ کسی قدر مزاحیانہ انداز لاتے ہوئے ہیں مگر میں صحیح، آپسنے  
اب بوڑھے سے سنجیدگی کے ساتھ پوچھا۔ مجھے کوئی ایسی بات بتاؤ جو تمہیں آج تک یاد ہو۔ عقلمند  
بوڑھا چند لمحے سر جھکاتے کچھ سوچتا رہا پھر بولا اے مسلمانوں کے سالار اعظم۔ مجھے وہ دن  
خوب یاد ہیں جب ان قلعوں کے عقب میں چین کے جہاز اپنے بادبان پھیلاتے ہوئے آتے  
تھے۔ (نوٹ شیرطان کے عدل و انصاف کے دور کی طرف بوڑھے کا یہ دوسرا اشارہ تھا) مختلف  
موزخوں نے مختلف انداز میں اس گفتگو کو قلمبند کیا ہے آخر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ  
نے کہا میں تم کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اس صورت میں تم ہمارے بھائی ہو  
گے۔ ورنہ جزیہ ادا کرو ہم تمہارے دشمنوں سے بچنے کے ذمہ دار ہوں گے اگر تمہیں ان دونوں  
صورتوں میں سے کوئی بھی منظور نہیں تو میں زورِ شمشیر تمہیں اسلام کا بابا بگنڈا بنا کر دم لوں گا۔

عبدالرحمن چند لمحات سرگرم بیان رہا۔ اور پھر کہا ہم آپ کے خلاف لڑنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور اپنا دین بھی ترک کرنے کیلئے تیار نہیں۔ ہم جزیرہ ادا کریں گے غرضیکہ صلح کا عہد نامہ مرتب ہو گیا۔ عبدالرحمن زہدیت ہونے لگا تو اس کے خادم کے پاس سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک تھیلی نظر آئی۔ آپ نے پوچھا یہ تھیلی کیسی۔ عبدالرحمن نے جواب دیا۔ اے مسلمانوں کے سردار اگر میری اور آپ کی گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا اور مجھے نظر آتا کہ میری قوم تباہ ہونے والی ہے تو میں اس تھیلی میں رکھے زہر قاتل کو کھا کر ختم ہو جاتا اور اپنی قوم کی تباہی دیکھنے سے پہلے مر جاتا معاہدہ کی وجہ سے اہل حمیر نے سالانہ ایک لاکھ نوے ہزار درہم ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

**ایک تاریخی لطیفہ** | بقول بلاذری اور طبری۔ ایک روز حضور خاتم المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ارشاد فرمایا کہ مسلمان مستقبل قریب میں حیران کو فتح کریں گے۔ مسلمانوں نے حیران کے حکمران عبدالرحمن کی بیٹی کرامہ کے حسن و جمال کی تعریف سن رکھی تھی۔ ایک سادہ لوح مسلمان نے دربار رسالت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کرامہ مجھ مل جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا وہ تمہاری ہوگی وہ سادہ لوح مسلمان جس کا نام شویل یا خیرم بن روض تھا سیدنا خالد سیف اللہ کے لشکر میں موجود تھا اس کی روز و معاہدہ کے قلمبند ہونے سے پہلے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہو چکی تھی۔ اس لئے عہد نامہ میں بھی یہ شرط مذکور تھی کہ کرامہ مسلمانوں کے حوالے کر دی جائے گی۔ عبدالرحمن نے اپنے قلعہ میں پہنچ کر جب اس شرط کا ذکر کیا تو شاہی محلات میں ہچل مچ گئی۔ مگر کرامہ خود ایک کنیز کو ہمراہ لے کر مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئی۔ شویل سرور انگیز عاشقانہ تصورات میں سالوں کے انتظار کے بعد گوہر مقصود ملنے پر خوشی سے پھولانے لگا۔ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے شویل کو طلب کر کے اس کے گوہر مقصود کی طرف اشارہ کیا۔ جب شویل آگے بڑھتا تو کرامہ نے اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دیا۔ مگر وہاں حسن و جمال

کے پیکر کے بجائے ایک اسی سالہ کھوسٹ بڑھیا کو کھڑے پایا۔ شویل یہ دیکھ کر چکر لگایا اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ میرہ وہی کراکھ جو اپنی جوانی کے ایام میں حسینان عرب میں اپنی مثال آپ تھی مگر اب کھوسٹ بڑھیا ہے تو سٹپٹا کر رہ گیا۔

بڑھیا شہزادی نے گفتگو میں خود پہل کی اور کہا میرے جیسی بڑھیا تمہارے کس کام کی ہیں تمہیں اپنی آزادی کے بدلے جس قدر رقم کو دینے کو تیار ہوں۔ شویل نے ایک ہزار روپے طلب کئے اور شہزادی مطلوبہ رقم ادا کر کے چلتی بنی۔ شویل نے جب اپنے کپ میں پہنچ کر اپنے احباب کو یہ کہانی سنا تو وہ قہقہہ مار کر ہنسے اور کہنے لگے تم تو بڑے کم عقل ثابت ہوئے ہو تم شہزادی سے جو طلب کرتے تمہیں اس سے مل جاتا۔ مگر شویل نے شرمندہ ہو کر کہا میں اس سے زیادہ گنتی ہی نہیں جانتا۔

## حیرا کی فتح کے بعد

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے حیرا کی فتح کے بعد ارد گرد کے علاقوں کے سرداروں کو حسب معمول خطوط لکھے۔ تمام علاقوں سے انہیں تسلی بخش جواب ملے۔ ان ایام میں فارسی حکومت کے اندرونی حالات مزید بہتر ہو چکے تھے۔ بہمن نے اپنی تمام توجہات صرف ملائق کے دفاع پر وقف کر دیں۔ جون ۳۳۳ء ریح الآخر ۳۲۷ھ تک دجلہ و فرات کا تمام درمیانی علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ان مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق کا بندوبست ایسے شاندار طریقوں اور عمدگی سے کیا کہ مفتوحہ علاقوں کے لوگ یوں سمجھنے لگے کہ ہم جہنم سے نکل کر جنت میں آ گئے ہیں۔ ان انتظام امور سے فارغ ہو کر آپ نے دو خطوط لکھے۔ ایک فارس کے حکمران کی طرف اور دوسرا وہاں کے عوام کی طرف۔



## شیر کی للکار

### شہنشاہ فارس کے نام سیدنا خالد سیف اللہ کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی طرف سے شاہان فارس کے نام

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نظام کو درہم برہم کر دیا۔ اور تمہارے مقاصد کو باطل کر دیا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو تمہارے لئے اور بھی بڑا ہوتا۔ اگر تم مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لو تو ہم تمہیں اور تمہاری سرزمین کو چین سے رہنے دیں گے۔ ورنہ تم ایک ایسی قوم کے ہاتھوں مغلوب ہو گے جس کو موت اتنی ہی پیاری جتنی تمہیں زندگی۔

فارس کے عوام کی طرف آپ نے جو خط لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ اگر تم اسلام قبول نہ کرو اور جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کرو تو تمہیں مسلمانوں کی حفاظت میں سر ہوگی۔ مگر مدائن سے کوئی جواب نہ آیا۔

### انبار کی فتح جسے جنگ ذات الیمون کہتے ہیں

مقامی انتظام سے فارغ ہو کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے عراق کے شمالی حصے کے مشہور مرکز انبار کی طرف پیش قدمی کی۔ یہ ایک کاروباری مرکز اور پرانا شہر تھا۔ یہاں غلے کے بڑے بڑے گودام تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے آدھی فوج حیر کے مقام پر چھوڑی اور نوہزار اپنے ہمراہ کئی فوج کو کسی مقام سے عبور کر کے انبار کے دامن میں پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ قلعے کے چاروں طرف ایک بڑی خندق پانی سے بھری ہوئی ہے۔ انبار سا باط کے قلعے میں واقع تھا اور سا باط کا حکمران شیر زاد اپنے علم و دانش اور فوجی قابلیت میں بڑا مشہور تھا۔ انبار کی حفاظت کا بوجھ شیر زاد کے کندھوں پر آ پڑا۔ فارسی سپاہ کے علاوہ اس کے پاس عرب امدادی

فوج بھی کافی تعداد میں موجود تھی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے جب قلعہ کے دفاعی انتظامات کو دیکھا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ قلعے کی فصل پر بے شمار فوج بڑی بے پرواہی سے گھوم پھر رہی ہے۔ آپ نے اپنی فوج کے تیر انداز دستوں کو ایک ایک ہزار کے تین حصوں میں تقسیم کر کے سمجھایا کہ پہلے ایک دستہ آگے بڑھے لیکن اس انداز میں کہ وہ بلا تیر لگائے گویا بے مقصد گھوم رہے ہیں۔ لیکن جب دشمن کو اپنے تیروں کی زد میں دیکھیں تو فی الفور دشمن کی آنکھوں کا نشانہ لے کر تیر چھوڑ دیں۔ معا بعد دوسرا دستہ اور پھر تیسرا دستہ یہی کام کرے مسلمانوں نے یہ کارروائی چشم زدن میں سر انجام دی اور فاصل پر کھڑے ہزاروں دشمن ایک آنکھ کھو بیٹھے غیر زائدے جب یہ خبر سنی تو ششدر رہ گیا اور اس نے موزوں شرائط پر صلح کا پیغام بھیجا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً کہلا بھیجا کہ غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دو۔ اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ دروازے کے سامنے بہترین تیر انداز جمع ہو کہ فاصل پر کھڑے دشمنوں پر تیر اندازی شروع کر دیں۔ اور دوسرے دستے بوڑھے اور ناکارہ اونٹوں کو ذبح کر کے خندق میں پھینک دیں اس پر خندق قابل عبور ہو گئی۔ اور مسلمان فوج کے چند دستے خندق کا وہ غیر ہموار پل عبور کر کے قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ قلعہ میں محصور دشمن نے پہلے تو قلعہ سے نکل کر مقابلہ کیا۔ مگر ہزیمت کھا کر قلعہ میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے شیر زاد کو پیغام بھیجوایا کہ شیر زاد اور قلعہ میں مقیم تمام لوگوں کو سلامت نکل جانے کی اجازت ہے مگر اپنا تمام مال و اسباب قلعہ میں چھوڑ جائیں۔ اگلے روز تمام مجوسی اپنے تمام اہل و عیال کو ہمراہ لے کر مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور مقامی عرب عیسائیوں نے جنرہ ادا کرنے کے معاہدہ پر صلح کر لی۔ چند روز میں انبار کے گرد و نواح کے مقامی سرداروں نے بھی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر جنرہ ادا کرنے پر معاہدے کر لے۔ شیر زاد مدائن پہنچا تو بہمن اس پر برس پڑا مگر اس نے تمام الزام عیسائی عربوں کے سر تھوپ دیا۔

## عین التمر کی فتح

انبار کے انتظام سے فارغ ہو کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ شمالی عراق کے دوسرے بڑے شہر عین التمر کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ کھجور کے درختوں کی کثرت کی وجہ سے یہ کھجوروں کا چشمہ کے نام سے مشہور تھا۔ عین التمر کا فارسی امیر مہران بن پھران چوبیس تھا۔ جو بڑا جہاندیدہ جنگ باز تھا۔ عرب قبیلے کا تعلق مشہور جنگجو قبیلہ غمر سے تھا اور ان کا سردار عقبہ بن ابی عقیق ایک مشہور جنگجو شخص تھا۔ عقیق نے مہران سے کہا، عربوں سے میں خود نہٹ لوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ عقیق، مہران سے رخصت ہو کر اپنے لشکر میں پہنچا تو مہران کے چند افسروں نے مہران پر اعتراض کیا کہ تم نے یہ کیا حرکت کی ہے۔ عقبہ نے کہا اگر مہران کو فتح حاصل ہوتی تو وہ ہماری فتح ہوگی اگر اسے شکست ہوتی تو مسلمان جنگ سے تھک چکے ہوں گے ہم آسانی سے ان پر قابو پالیں گے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جب آگے بڑھے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ ان کے مقابل صرف عرب قبائل ہیں۔

اس سے پہلے عراق کی تمام جنگوں میں آپ کا مقابلہ اور ایران کی مشترکہ فوجوں سے ہوا تھا۔ ہر حال انہوں نے اپنے دستور کے مطابق اپنی فوج کو ترتیب دی اور انہیں کہا کہ تم اپنے مقابل کی فوج کو الجھائے رکھنا اور خود قلب لشکر لے کر عقیق کے دستہ پر حملہ کر دیا۔ اور اسے پہلی بھڑپ میں ہی گرفتار کر لیا۔ عقیق کو گرفتار ہوتے دیکھ کر بعض نے ہتھیار ڈال دیئے اور باقی بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی۔ فارس کی فوج اپنے حلیف عربوں کی شکست کی خبر سنتے ہی اپنے سردار مہران کے ساتھ مدائن کی طرف بھاگ نکلی مگر عیسائی عربوں نے قلعہ بند کر کے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ مسلمانوں نے عین التمر کا محاصرہ کر لیا۔ اور عقیق کو گرفتاری کی حالت میں غائب کے لئے مدافعیین کے سامنے پیش کیا۔ مدافعیین نے جولائی ۳۳ھ میں ہتھیار ڈال دیئے مسلمانوں نے تمام سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ عقیق بھی قتل کر دیا گیا۔ باقی افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔

اور عین التمر سے حاصل شدہ مال کا پانچواں حصہ دار الخلافہ کو بھیج کر باقی مال فوج میں تقسیم کر دیا۔

## عین التمر کی عیسائی خانقاہ

اس میں پادری بننے کی تعلیم کا انتظام اور کم و بیش چالیس لڑکے ہر وقت زیر تربیت رہتے تھے۔ ان میں افریقہ کے فاتح مشہور جبرئیل موسے کا باپ نصیر بھی تھا جس نے امیر المومنین ولید بن عبد الملک کے دور خلافت میں اسلامی مملکت کے مشرقی شمالی اور مغربی صوبجات کے دائرے اور کمانڈر انچیف امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے حکم کے تحت افریقہ کے تمام شمالی صوبوں میں اسلامی فتوحات کے پھریرے لہرائے اس وقت شمالی افریقہ کے تمام صوبجات کو افریقہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ امیر حجاج بن یوسف نے بصرہ میں بیٹھ کر تین محاذوں پر تین مختلف جہزیلوں کو مامور کیا۔ مشرق میں محمد بن قاسم شمال مشرق میں قتیبہ بن مسلم اور مغرب میں موسے بن نصیر کو جن کا نام اسلامی فتوحات کی دنیا میں تا اب یاد درخشندہ تابندہ رہے گا۔

امیر حجاج بن یوسف ثقفی ایک بیدار مغز سیاست دان تھا۔ جس نے نہایت دانشمندی سے زیر زمین اسلام دشمن گروہوں کے سرچشمے بند کر دیئے وہ ایک عظیم فوجی قائد اور بلند مرتبہ سپاہی تھا جس کے حربی منصوبوں سے تقریباً دس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا وہ اس وقت کے جلیل القدر علما میں بلند مقام رکھتا تھا۔ اس نے جب اسلام کو چاروں گ عالم میں پھیلانے کی طرح ڈالی اور مختلف مذاہب اور مختلف زبانیں بولنے والے قبائل جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے تو اس نے دیکھا کہ یہ لوگ کسی صورت میں بھی قرآن مجید کا صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکیں گے تو اس کی ہدایت اور حکم کے مطابق قرآن مجید پر نقاط اور اعراب ڈالے گئے اس کے یہ کارنامے بہت ہی دنیا تک اسلام پر ایک احسان عظیم ہے۔ مگر بد قسمتی سے اس کے زمانہ میں ایک دہلیش گمراہی سادہ لوح بزرگ سعد بن جبیر قتل ہوئے۔ اسلام دشمن زیر زمین

تخریبی عناصر کا جب ہر طرف سے امیر حجاج نے ناطقہ بند کیا تو انہوں نے سعید بن جبیر کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر ان کے مکان میں پخت و پز کی طرح ٹالی۔ ہر چند امیر حجاج نے سعید بن جبیر کو ان کے اس فعل سے روکا کہ ان لوگوں کو اپنے ہاں پناہ نہ دیں۔ مگر وہ نہ لڑکے تو اس نے مجبور ہو کر سعید بن جبیر کو جن کا مکان تخریبی عناصر کی آماجگاہ بن چکا اور وہ ناخلفہ طور پر ایک طرح سے بالواسطہ ان کے شریک کا رہی گئے تھے انہیں قتل کر کے تخریبی عناصر کے اس اڈے کو ختم کیا۔ اور امیر حجاج ان تمام عظیم کارناموں کا جو سعید بن جبیر کے قتل کی وجہ سے ان تخریبی عناصر کی باقیات اسیات کی زبان سے ایک ظالم اور سفاک کے نام سے مشہور ہو کر رہ گیا۔

## دومۃ الجندل کا دوسرا واقعہ

گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک کے دوران سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اکید بن عبد الملک حاکم دومۃ الجندل کو کس طرح گرفتار کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا اور اسے اپنی وفاداری کا عہد کیا تھا۔ لیکن فتنہ ارتداد کے زلزلے میں سیدنا عمر بن العاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا شمر جیل بن حنہ رضی اللہ عنہ کی جنگی کارروائیوں کے بعد اس نے اپنا عہد توڑ کر مدینہ سے ہر قسم کے منقطع کر کے عیسائیوں پرست اور عیسائیوں کی تحریکات اور کارروائیوں کا اظہار کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی عراق پر چڑھائی کے دوران خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کی طرف بھیجا تھا۔ سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل پہنچ کر دیکھا کشام کی مشرقی سرحد پر آباد قبیلہ کلب کے عیسائیوں نے دومۃ الجندل کے دفاع کا پورا انتظام کر رکھا ہے۔

اور دومۃ الجندل کا قلعہ دشمن کا ایک مضبوط مرکز بن چکا ہے۔ سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ نے

آگے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ مگر اردگرد کے عیسائیوں نے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اب صورت یہ تھی کہ دومۃ الجندل مسلمانوں کے محاصرے میں تھا اور مسلمان عقب سے آنے والے عیسائیوں کے محاصرے میں تھے آخر ایک مسلمان سپہ سالار نے کہا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے ملگ طلب کی جائے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ کا خط عین ایسے وقت ملا جب وہ عین التمر کے معرکہ سے فارغ ہو کر حیرا کی طرف کوچ کرنے والے تھے۔

آپ نے فوراً اپنا ارادہ ترک کر کے دومۃ الجندل کی طرف کوچ کیا اور سیدنا عیاضؓ کو ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ گھبراؤ نہیں میں آ رہا ہوں۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ کے اس کوچ کی خبر جب دومۃ الجندل کی دشمن فوج کو پہنچی تو وہ گھبرا اٹھے۔ انہوں نے بڑی عجلت سے مزید ہمسایہ قبائل کو مدد کے لئے پیغام بھیجے۔ عرب قبائل نے مدد کا نہایت جملہ منداناہ جواب دیا۔ بنو غسان اور بنو کلب کے متعدد قبائل مدافعیین کی مدد کے لئے قلعے کی شمالی جانب سے جو حصار سے بچا ہوا تھا۔ قلعے میں داخل ہو گئے۔ سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ کی حالت اب بہت نازک ہو چکی تھی اور وہ بیقرا رہی سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے۔ عیسائی عرب قبائل کی قیادت جوہدی بن ریحہ اور اکید بن مالک جیسے تجربہ کار جنگجوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ اکید نے قبائلی سرداروں کا اجلاس طلب کر کے کہا میں خالد رضی اللہ عنہ کو تم سب سے زیادہ مانتا ہوں کوئی آدمی جنگ میں اس سے لڑ کر عمدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے صلح کر لی جائے۔ لیکن تمام نے اکید کے مشورے کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اکید بھاگ کر ایک رات چپکے سے قلعے سے نکل کر اردن کی طرف بھاگ نکلا۔ مگر عین موقع پر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ایک گشتی دستے کے ہاتھوں جو سیدنا عاصم بن عمرو کے ماتحت تھا گرفتار ہو گیا۔ ایک بار وہ پھر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے حضور میں پابجولیں پیش کیا گیا۔ اکید یہ سوچ رہا تھا کہ اس

وقت شاید پرانی شناسائی جان کی امان کا سبب بن جلتے مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی گردن مار دینے کا حکم دے دیا۔ وہ ایک عہد شکن باغی تھا اور اس کی یہی سزا تھی۔ چنانچہ اس کی گردن مار دی گئی۔

اگلے روز سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے تمام فوج کی قیادت سنبھال لی اور مختلف دستوں کو مختلف سپہ داروں کی کمان میں قلعے کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ اور ایک دستے کو محفوظہ کے طور پر پیچھے رکھا۔ قلعے کی تمام فوج اکیدر کے قتل کے بعد جودی بن ربیعہ کی قیادت میں تھی اس نے دو حبش تیار کئے ایک حبش نے قلعے سے نکل کر سیدنا نجیاض کے دستے پر حملہ کیا۔ سیدنا نجیاض پر حملہ کرنے والا لشکر اپنے پیچھے سینکڑوں لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلا اور قلعہ بند ہو گیا۔ مگر جس حبش نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے دستے پر حملہ کیا اس نے دیکھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے دستے میں کوئی حرکت نہیں۔ وہ جرات مندانہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ مگر مسلمانوں کی طرف سے اچانک بڑی شدت سے حملہ ہوا۔ دشمن جس خوش فہمی میں آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ وہ دھری کی دھری رہ گئی اور انہیں اپنی جانیں بچانے کی پڑ گئی۔ سینکڑوں کمیت رہے اور جو بھاگ نکلے ان کے ہر آدمی کے تعاقب میں ایک مسلمان مجاہد موجود تھا۔ جودی کو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے گرفتار کر لیا۔ قلعے کی تفصیل سے جب عیسائی عویوں نے یہ صورت حالات دیکھی تو انہوں نے اس خطرے کے پیش نظر کہ اپنے لشکریوں کے ساتھ مسلمان مجاہد بھی قلعے میں داخل ہو جائیں گے۔ قلعے کے دروازے بند کر دیے۔ بھاگتے ہوئے تمام عیسائی مسلمانوں کی تلواروں سے لقمہ اجل بن گئے۔ اب محصور عیسائیوں کو اکیدر کے مشورے کی اہمیت کا احساس ہوا لیکن پانی سر سے گزر چکا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ قلعے کی دیواروں کے نیچے پہنچ کر انہیں ہتھیار ڈالنے کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا اب آپ نے جودی کو باجولان ان کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کے بعد ان کی نظروں کے سامنے جودی اور دوسرے

گرفتار باغیوں کی گردنیں مار دی گئیں۔ لیکن سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی اس کارروائی سے مدافعین دومۃ الجندل نے آخر دم تک لڑنے کا عزم پختہ کر لیا۔

کئی روز کے محاصرے کے بعد آپ نے قلعے پر یلغار کا حکم دیا۔ مدافعین نے جی بھر کر مسلمانوں کی یلغار کو روکا۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی جنگی مہارت اور مسلمان لشکریوں کے جنگ آزمودہ حربوں کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ چلی۔ اکثر جنگی افراد قتل ہو گئے۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اور بچے کچے جنگی افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ اگست ۶۳۳ء کا واقعہ ہے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ چند روز مقامی انتظامات میں مصروف رہے اس کے بعد سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر حیرا کی طرف روانہ ہو گئے حیرا پہنچ کر آپ کو معلوم ہوا کہ ایران کے محوسی از سر نو جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

عراق میں سیدنا خالد سیف اللہ کے آخری چھ معرکے جو آپ کی حربی صلاحیتوں کے آئینہ دار ہیں۔ اور جن کی مثال دنیا کی حربی تاریخ میں تلاش کرنا ناممکن ہے۔ یعنی حصید، خنافس، مضح، ثنئے، زمیل اور فاض کی فتح۔

جب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی عین التمر سے روانگی کی اطلاع دربار فارس میں پہنچی تو وہاں یہ سمجھ لیا گیا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے جیش کے بیشتر حصے کو ہمراہ لے کر واپس مدینہ چلے گئے ہیں۔ ایرانیوں نے اپنے طور پر متعدد معرکوں میں زبردست ہزیمتیں اٹھانے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب مدائن سے باہر نکل کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے کوئی جنگ نہیں لڑی جائے گی۔ مگر اب ان کی ہاسی کڑی میں چھرا بال آ گیا۔ بہمن نے از سر نو جنگی تیاریاں شروع کر لیں۔ اس نے مختلف محاذوں کی جھگوڑی فوج کو جمع کیا۔ مدائن میں موجود فوج کا جائزہ لیا۔ نئی بھرتی شروع کی۔ حلیف عرب قبائل کو دعوتی چھٹیاں لکھیں۔ عیسائی عرب پہلے ہی اپنے سردار عقد کے قتل کی وجہ سے آتش زہر پاتھے۔ چنانچہ انہوں نے بہمن کی ہدایات کے مطابق اپنے فوجی جیش بڑی سرگرمی سے تیار کرنے شروع کر دیے۔ بہمن ایک جہانزیدہ اور دہلے کے



سردوگرم چشیدہ فوجی جرنیل تھا۔ اس نے تمام متحدہ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کی قیادت روزبے کے سپرد کر کے اسے حمید کی طرف اور دوسرے حصے کی قیادت زرہر کے سپرد کر کے فنافس کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا اس کا پلان یہ تھا آخر میں تمام فوجوں کو جمع کر کے یا مسلمانوں کے محلے کا انتظار کیا جائے گا اور یا حیرا کے مقام پر جنگ کی جائے گی۔

عیسائی عہدوں ایک گروہ ہذیل بن عمران کی قیادت میں مضاف کے مقام پر اور دوسرا ربیعہ بن جبیرہ کے تحت ثبئی اور ذمیل کے مقام پر جمع ہو رہا تھا۔

سیدنا قتاع نے ایرانیوں کی پیش قدمی کی خبر سن کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے ہی ان تمام فوجی دستوں کو حیرا کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا جو مختلف مقامات پر انتظامی امور کی نگرانی کے لئے متعین تھے۔ سیدنا قتاع نے دو دستے حمید اور فنافس کی طرف روانہ کر دیئے۔ اور انہیں حکم دیا کہ دشمن کی نقل و حرکت سے مجھے باخبر رکھیں۔ وہ آگے بڑھنے کی جرأت کریں تو انہیں روکنے کی کوشش کریں۔ اب سیدنا قتاع خود میلان جنگ میں اترنے کے لیے تیار تھے کہ ستمبر ۳۳ھ مطابق رجب ۳۳ھ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیرا پہنچ گئے اس وقت حالات یہ تھے کہ دشمن کی چار فوجیں مختلف مقامات پر اپنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں اگر وہ تمام ایک محاذ پر جمع ہو جاتیں تو مسلمانوں کے لئے بڑی مشکلات پیدا کر دیتیں۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان کے ارادوں کو بھانپ کر انہیں مختلف محاذوں پر ہی گھیر کر ختم کرنے کا پلہ و گمرام بنایا۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز سے حیرا میں جمع فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے کی قیادت سیدنا قتاع کے سپرد کی اور دوسرے حصے کی قیادت پر ابوعلیٰ کو مامور فرما کر عین التمر کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جہاں وہ خود چند روز بعد ان سے ملنے والے تھے۔

آج کے فوجی ماہرین سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ان حربی بصیرتوں کو بڑی حیرانی سے دیکھتے ہیں کہ ذرا تھ رسل و رسائل کی کمی کے باوجود ایک ان دیکھے ملک

ناواقف جزافیا ئی ماحول اور دشمن کی طاقت کے صحیح اندازے کے فقدانے کے باوجود انہوں نے یہ کارہائے نمایاں کس طرح انجام دیئے۔ تاریخ عالم اس قسم کی کوئی ایک مثال بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حیرا کی چھاؤنی میں مختصر سی فوج سیدنا عیاض بن غنم کی قیادت میں چھوڑ کر تمام مسلم فوج حیرا میں جمع کر کے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر حبش میں پانچ ہزار مجاہد تھے۔ سیدنا عتقاع کو حصید اور سیدنا ابولیل کو خنافس کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ وہاں بمقیم فارسی فوجوں کو نیت و نابود کر دیں۔ سیدنا عتقاع حصید کے قریب پہنچے تو روزیہ نے خنافس کے فوجی سپہ سالار زرمہر کو مدد کے لئے پیغام بھیجا۔ مگر زرمہر نے بہن کی اجازت کے بغیر فوج تو نہ بھیجی البتہ وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کیلئے خود پہنچ گیا۔ وہاں اس وقت میلان جنگ گرم تھا۔ اور وہ جنگ میں شامل ہو گیا۔ یہ جنگ اکتوبر ۶۳۲ء میں لڑی گئی۔ روزیہ، سیدنا عتقاع کے ہاتھوں قتل ہو گیا زرمہر مبادرت طلب کرتا ہوا میلان جنگ میں پہنچا اور وہ بھی ایک مسلمان افسر کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ فارسی فوج نے اپنے دو سالاروں کے قتل کے باوجود بڑی جرأت سے جنگ جاری رکھی مگر آخر مسلمانوں کے ہاتھوں بڑی طرح شکست کھائی۔ اپنی بے شمار لاشیں چھوڑ کر بچی فوج خنافس پہنچ گئی اور مہبوزان نامی ایک سپہ سالار کی فوج میں شامل ہو گئی۔ ایک سمجھدار سپہ سالار کی حیثیت سے مہبوزان حصید کی شکست سے سبق لے کر اپنی فوج کو لے کر میضج کی طرف روانہ ہو گیا۔ سیدنا ابولیل جب وہاں پہنچے تو مہو کا عالم تھا انہوں نے خنافس پر قبضہ کر لیا۔ اور تمام حالات سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا۔ میضج میں تمام عرب قبائل عمران کی قیادت میں لڑائی کے لئے تیار تھے۔ اب مہبوزان بھی وہاں پہنچ گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو بدستور خبر پہنچ رہی تھیں اب ان کے سامنے تین صورتیں تھیں۔

ملاقات پر حملہ جہاں کوئی فارسی فوج موجود نہ تھی۔

مضیع ہر جگہ جہاں شمشاہی افواج کا بڑا اجتماع تھا۔

شہنشاہ اور ذمیل پر حملہ جہاں عیسائی عربوں نے اپنی فوج اکٹھی کر رکھی تھی۔

ایسے مواقع پر بڑے بڑے جہانگیرہ بہرئیل بھی کسی حتمی فیصلہ پر پہنچنے میں غلطی کر جاتے

ہیں مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے حربی اقسام میں ایک وہی ملکہ کے حامل تھے

وہ فوراً اس فیصلہ پر پہنچ گئے کہ ایران کی شمشاہی افواج کے بڑے مجمع سے نمٹا جائے۔ ان کے

فوجی جاسوس اس عرصہ میں مضیع کے محل وقوع، دشمن فوج کی تعداد، ان کے پڑاؤ کی کیفیت سے

انہیں صحیح معلومات بہم پہنچا چکے تھے۔ آپ نے اس جنگ کے لئے ایک ایسی چال چلی جس کی

مثال حربی تاریخ میں ملنی محال ہے۔ یعنی اپنے لشکر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر کے

تین سمتوں سے بیک وقت رات کے اندھیرے میں حملہ کیا جائے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جس میں فائدہ کی نسبت نقصان

کا زیادہ امکان تھا۔ ایک ان دیکھے لشکر پر اندھیری رات میں چاروں طرف سے حملے میں جو

خطرات پوشیدہ تھے ان کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے یہ جہراً تمنا نہ اقام صرف سیدنا خالد سیف اللہ

کا حربی شہکار تھا۔ اندھیری رات میں حملے کی صورت میں دوست دشمن کی تمیز اور چاروں طرف

سے حملے کی صورت میں مزید اسباب کا خطرہ کہ اپنی سپاہ اپنی ہی سپاہ کو نہ کاٹ کر رکھ دے۔ اور

پھر ان مسلمان فوجیوں کو اطاعت امیر اور اپنے سپہ سالار اعظم کی جنگی بصیرت اور اس اقدام پر

بھروسہ اور اعتماد، سننے اور کرتاؤں میں مرقوم الفاظ سے بالکل ماورے ہے۔ اپنے کے احکام کے

مطابق تینوں جیوش مختلف راستوں سے آگے پھر ایک مقام پر جمع ہوئے اور پھر الگ ہو کر

اپنے اپنے ہدف کی طرف اس طرح بڑے کہ دشمن کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ مسلمانوں کی فوج

ہدایات کے مطابق نہایت نظم و ضبط اور چھٹکے انداز میں بڑی کھٹن آزما تیش سے گزرنے کے

لئے تیار ہو گئے۔ فارسی اور عرب عیسائی خواب خنر گوش میں مست پڑے تھے کہ چاروں طرف

ان پر تلواریں پڑنی شروع ہو گئیں۔ ان پر افراتفری اور بدحواسی کی کیفیت طاری ہو گئی جب

ایک طرف کی فارسی فوج بدحواس ہو کر دوسری طرف بھاگی تو اس طرف کی عیسائی فوج سے ٹکرا گئی۔ ہزاروں کھیت رہے۔ اور ہزاروں لاشوں کی تاریکی میں اندھا دھند بھاگ نکلے جب سورج طلوع ہوا تو مضع کا میدان جنگ لاشوں سے اٹا پڑا تھا۔ اور ایک متنفس بھی وہاں زندہ موجود نہ تھا۔ فارسی سپہ سالار مہموزان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ عربی سپہ سالار نذیر بن عمران جان بچا کر بھاگ نکلا اور ذمیل کے مقام پر خمیرہ زن عرب فوج سے جاملہ مضع کے مقام پر دو مسلمان بھی عیسائی عربوں کے ساتھ مسلمان فوج کے ہاتھ سے قتل ہوئے یہ خبر جب مدینہ میں پہنچی تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی پرزور الفاظ میں خدمت کی۔ لیکن خلیفہ رسول نے فرمایا جو مسلمان کفار کا ساتھ دیتے ہیں ان کا یہی حشر ہوتا ہے اور آپ نے ان کے درخشا کو خون بہا داکر نے کا حکم فرمایا اور یہ تاریخی الفاظ دوہرائے۔

”میں اس تلوار کو نیام میں نہیں ڈالوں گا جسے اللہ نے کفار کے خلاف بے نیام کیا ہے“  
مضع کی فتح کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قریب ترین دشمن کے اڑے ٹہنی کی طرف کوچ کیا۔

یہاں بھی آپ نے مضع پر حملہ کرنے کا انداز اپنایا۔ نومبر ۳۲ھ مطابق رمضان ۶۴ھ وہ شہن پر ٹوٹ پڑے۔ اس دفعہ بہت کم تعداد میں دشمن زندہ بچا۔ عرب سالار رمیہ بن بحیرہ بھی مارا گیا قیدیوں میں اس کی خوبصورت بیٹی بھی شامل تھی۔ جسے دوسرے قیدی عورتوں اور مردوں کے ساتھ مدینے بھیج دیا گیا۔ بحیرہ کی خوبصورت بیٹی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دی گئی جس سے آپ نے شادی کر دی۔ یہ ایک بڑی حیران کن بات ہے کہ ان تمام فتوحات میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ملتا۔ البتہ مال غنیمت سے وہ دوسرے لوگوں کی طرح اپنا حصہ وصول کرتے رہے۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نام ہی فتح کا ایک نشان بن گیا تھا۔ وہ اب اپنی جنگی چالیں ایسی سہولت سے چل رہے تھے جس طرح کوئی ماہر شطرنج باز شطرنج کی بساط پر مہروں کی چالیں چل رہا

ہو۔ شہنشاہ کی فتح کے دو دن بعد انہوں نے ذومیل کا بھی وہی حشر کیا۔ اب عیسائی عیروں کا گویا خاتمہ ہو چکا تھا۔

ہمینہ بھر میں ایرانی شہنشاہی کی افواج کو جنہیں عیسائی عربوں کی بھرپور عملی اعانت حاصل تھی۔ شکست فاش دے کر اگر وہ آب چاہتے تو اپنی فتوحات کے جشن منانے مگر انہیں آرام سے بیٹھنا گویا پسند ہی نہیں تھا۔ اور میدان جنگ کی زندگی ان کے لئے ایک تفریح کی زندگی تھی۔ اس کے بعد آپ نے جلد و فرات کے درمیانی علاقوں میں اپنے فوجی دستے پھیلا دیئے اور انہیں حکم دیا کہ جہاں بھی کسی قسم کی بغاوت کے آثار نظر آئیں اس کا سر کچل دو۔ اور ساتھ ہی سختی سے تنبیہ کی کہ مقامی باشندوں سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ اس عرصہ میں انہیں معلوم ہوا کہ فراض کے مقام پر دشمن کا اجتماع ہو رہا ہے۔ اپنے یہ سنتے ہی فراض کی طرف روانہ ہو گئے۔ **فراض** سلطنت ایران اور سلطنت روم کا ایک سرحدی مقام تھا۔ ایرانی اور رومی اس سے پہلے دبدبا آپس میں الجھ چکے تھے۔ پہلی جنگ میں ایرانیوں کو فتح حاصل ہوئی تھی اور دوسری جنگ میں رومیوں کو کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اب انہوں نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی لگاتار فتوحات کو دیکھ کر آپس میں صلح کر لی۔ فراض میں ایرانیوں اور رومیوں کی فوجیں متحد ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار تھیں شکست خوردہ عیسائی قبائل کی بچی کچی فوج بھی ان میں آشال ہوئی۔ اس طرح یہاں دشمن کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا تھا۔ یہ سن کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بلائے ناگہانی کی طرح پہنچ گئے۔ دیلئے فرات کے ایک کنارے مسلمان اور دوسرے کنارے کفار کی متحدہ فوج لگانا۔ چھ ہفتے ایک دوسرے کو گھورتی رہیں۔ آخر ۲ جنوری ۶۳۷ء مطابق ۱۵ ذی قعدہ ۱۲ ہجری اتحادیوں کی فوج دریا عبور کرنے کے لئے کمپ سے روانہ ہو چکی معلوم نہیں کہ سیدنا خالد سیف اللہ کی کسی حربی حکمت عملی سے انہوں نے دریا عبور کرنے کا ارادہ کیا یا اپنی متحدہ طاقت کے گھمنڈ نے انہیں آگے بڑھایا۔ بہر حال ان کے دریا عبور کرتے ہی مسلمانوں کا لشکر بجلی کی طرح ان پر ٹوٹ

بڑا۔ پہلے ہی تلے میں کچھ قتل ہو گئے کچھ بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوب گئے اور کچھ جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۳۱ جنوری تک مسلم فوج فراض میں رہی۔ اور وہاں کے انتظامات سے فارغ ہو کر سیدنا خالد سیف اللہ رضہ حیرا کی طرف روانہ ہوئے۔

**سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کا حج** | حیرا کی طرف روانگی کے وقت مسلم فوج کو تین حصوں میں منقسم کر کے اپنے کوچ کا حکم دیا

ہر اقل دستے کے بعد کمزری حصے کی روانگی کا حکم دیا اور اپنے متعلق فرمایا کہ میں عقبی دستے میں نہ ہوں گا۔ ہر اقل دستے کی روانگی کے ساتھ ہی آپ اپنے چہرہ قابل اعتماد عہدیداروں کو ساتھ لے کر نہایت خفیہ انداز سے حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ حج کے دوران آپ نے اپنے آپ کو اس طرح پوشیدہ رکھا کہ کوئی بھی آپ کو پہچان نہ سکا۔ اور حج سے فارغ ہو کر بسرعت اس طرح اپنے عقبی دستے میں شامل ہو کر حیرا میں داخل ہوئے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ نے فراض سے مکہ پہنچنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا۔ اور انہوں نے اپنے قابل اعتماد ساتھیوں کے ساتھ کس رفتار سے یہ طویل ترین مسافت بسرعت طے کی۔ صرف عقبی دستے کا سردار ہی اس حقیقت سے واقف تھا۔ مسلم سپاہ نے سیدنا خالد سیف اللہ اور چند دوسرے کمانداروں کے منڈے ہوئے سر دیکھ کر نہایت حیرانگی کا اظہار کیا مگر بات رفت گذشت ہو گئی۔ اس قدر احتیاط کے باوجود خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ کو حقیقت حال کا علم ہو گیا۔ اور آپ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو بڑا تہدید آمیز خط لکھا کہ آئندہ لشکر کو اس طرح چھوڑ کر ایسا نہ کرنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ کا جاسوسی نظام بڑا منظم تھا۔ اس کے ساتھ ہی عراق کی فہم ختم ہو گئی۔ جو متعدد جنگوں پر مشتمل تھی۔ قارئین نے گذشتہ صفحات میں پڑھ لیا ہے کہ آپ کس طرح عراق کی جنگوں سے عہدہ برآ ہوئے اور ہر معرکہ میں کامیاب و کامران رہے۔ متحاربین کی فوجوں میں بعض اوقات ایک اور چار کی اور بعض اوقات ایک اور تین کی نسبت تھی۔

تین سال بعد قادیسیہ میں جو عظیم ترین جنگ لڑی گئی جس میں فارس کی تمام فوج موجود تھی۔ اس کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔ اور مسلمان فوج کی تعداد فارسی فوج کا ایک تہائی تھی۔ عراق کی گذشتہ محامات میں اسلامی فوج کی تعداد اٹھارہ ہزار سے کسی موقع پر نہیں بڑھی اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کے حلیف عربوں کی فوجی تعداد چالیس اور ستر ہزار کے درمیان رہی ہوگی۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات مسلمان فوجوں کے لئے فتح کا ایک نشان بن چکی تھی۔ آپ کا نام ہی فتح کی ضمانت سمجھا جاتا تھا۔ آپ عراق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک مندر طوفان کی طرح چھلکے۔ اور حالات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان مجاہدین کا جانی نقصان بہت ہی کم رہا ہوگا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان نامور اور فارع مسلمان سالاروں میں پہلے تھے جنہوں نے دوسرے علاقوں میں پیش قدمی کر کے دیکلے سیاسی اور مذہبی نقشے کو نئی شکل دی۔

اب انہیں دربار خلافت سے دنیا کی دوسری بڑی سلطنت یعنی روم سے ٹٹنے کا حکم ملا۔

## ملک شام

آج کے شام اور اس وقت کے شام کے حدود اربعہ میں بظاہر فرق ہے۔ اس وقت شام کا علاقہ دو سیاسی صوبوں پر مشتمل تھا۔ اصل شام شمال میں انطاکیہ اور حلب سے شروع ہو کر بحیرہ مدیترہ کے آخر تک پھیلا ہوا تھا۔ بحیرہ مدیترہ کے جنوب مغرب میں فلسطین کا صوبہ واقع تھا۔ جو دنیا کے تین بڑے مذاہب کے مقدس مقام بیت المقدس کی وجہ سے اس وقت کی تمام معلوم دنیا کا مذہبی مرکز تھا۔ بیت المقدس دنیا بھر کے قہول اور متمدن ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ عرب اردن بھی شام میں واقع تھا۔ یہ سب خطہ بزنطینی مملکت کا ایک حصہ تھا۔ شام پر چڑھائی کرنے کا مقصد براہ راست روم کی متمدن ترین طاقتور حکومت سے ٹکرائیے کے مترادف تھا۔ شام کے بڑے شہر حلب، حمص اور دمشق تھے۔ اور شام کی بندرگاہوں، انطاکیہ، بیروت

صور، عکہ اور حافہ میں اس وقت کی معلوم دنیا کے تجارتی جہاز ہمہ وقت موجود رہتے تھے۔ غسان کے صوبے میں معزز شاہی خاندان کا دار الحکومت بصری تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کے حملے کے وقت یہاں کا حکمران جبہ بن الایہم تھا۔ وہ ایک طویل قامت جنگجو سالار تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے عراق سے شام پہنچنے سے پہلے خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر نے سیدنا خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو ۲۳ھ کے شروع میں مدینہ سے شمال میں یتما کے مقام پر معمولی سافوجی دستہ دے کر دیکھ بھال کے لئے متعین کیا تھا۔ مگر سیدنا خالد بن سعید نے یتما سے آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ رسول نے آگے بڑھنے کی اجازت تو دے دی مگر ساتھ ہی اس بات سے متنبہ کیا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس کی وجہ سے وہ وہاں سے بازگشت یا پسا پی کے موقع پر واپس سرزمین عرب میں نہ پہنچ سکیں۔ مگر سیدنا خالد بن سعید نے آگے بڑھ کر مشہور عیسائی سپہ سالار بابا ہان سے ٹکرا گئے۔

بابا ہان ایک تجربہ کار ماہر حرب سالار تھا۔ اس نے مسلمانوں کی مختصر سی فوج کو گھیرے میں لے لیا۔ مسلمانوں کی خوش قسمتی سے سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں موجود تھے وہ اپنی جنگی مہارت کو بروئے کار لاتے ہوئے مسلمان فوجیوں کو رو میوں کے زرعے سے نکال لانے میں کامیاب ہو گئے۔ سیدنا خالد بن سعید رضی اللہ عنہ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوتے۔ بصد مشکل انہیں دوبارہ مسلمانوں کی فوج میں شامل ہونے کی اجازت ملی اور وہ شریک جنگ ہو کر مرتبہ تہادت پر فائز ہو گئے۔ اب ان حالات میں شام پر چڑھائی کے ناگزیر صورت اختیار کر لی فردی ۲۳ھ میں فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فتح شام کے لئے فوجی بھرتی کا اعلان کیا۔ دھڑا دھڑ لوگ بھرتی ہوئے کیلئے مدینہ پہنچنے لگے۔ عراق میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اب اپنے کام سے فارغ ہو چکے تھے مارچ ۲۳ھ میں خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سات سات ہزار کے چار حیوش تیار کئے۔ ادراں کے ہدف متعین کر کے انہیں مناسب ہدایات کے ساتھ مدینہ سے رخصت کیا۔



۱۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ایلہ اور عربہ سے گزرتے ہوئے فلسطین پہنچیں۔

۲۔ سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو تبوک کے راستے دمشق پہنچنے کا حکم ملا۔

۳۔ سیدنا شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کے پیچھے رہتے ہوئے اردن کی طرف بڑھنا تھا۔ سیدنا شرجیل عراق کے معرکوں میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لڑ چکے تھے۔ وہ قاصد کے طور پر مدینہ آئے تو خلیفہ رسولؐ نے انہیں ایک جیش دے کر شام کی طرف روانہ کر دیا۔

۴۔ امین الامت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح کو حکم ملا کہ سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے تبوک کے راستے محض کی طرف بڑھیں۔

**سیدنا یزید بن ابی سفیان کی پیشقدمی**  
 سب سے پہلے سیدنا یزید بن سیدنا ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ ہوا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ چند میل اس جیش کو رخصت کر کے کیلئے مدینہ سے نکلے۔ اور سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کو سب ہدایات دیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریق کار تھا کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو اسے مناسب ہدایات فرماتے۔ سیدنا یزید رضی اللہ عنہ تبوک جانے والی بڑی سڑک پر بڑی تیز رفتاری سے روانہ ہوئے ان کے بعد سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ کا جیش اور ان کے بعد امین الامت سیدنا ابو عبیدہ کا جیش روانہ ہوا۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایلہ کی طرف رخ کیا۔

سیدنا یزید رضی اللہ عنہ وادی عربہ میں اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تبوک میں بیک وقت پہنچے۔ دونوں جیش اکٹھے ہو گئے اور رومی لشکر سے ٹکرائے جو تعداد میں ان کے برابر تھا۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کو بھگا دیا اور بھاگتے عیسائیوں کا سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کے ایک دستے نے تعاقب جاری رکھا۔ اور انہیں غزہ کے قریب شکست فاش دی۔

سیدنا شریعہ بنی و اور سیدنا ابو عبیدہ رض بدستور شمال کی طرف بڑھ رہے تھے کہ سیدنا  
یزید رض بھی عقب سے آگراں سے مل گئے۔ مئی کے آغاز میں سیدنا شریعہ بنی و اور سیدنا  
ابو عبیدہ بصری اور جابیہ کے درمیانی علاقے میں پہنچ گئے۔

ان چاروں اسلامی جیوش کی نقل و حرکت اور دشمن سے بھڑائی موٹی جھڑپوں کے واقعات  
کے متعلق تاریخی روایات میں کئی قسم کے تضادات کی وجہ سے صحیح صورت حالات کا بیان کرنا  
تقریباً تقریباً مشکل ہے۔ المختصر یہ کہ رومی شہنشاہ بہر قل اس وقت عظیم لشکر لے کر حمص میں  
موجود تھا۔ سیدنا خالد بن سعید رض کی شکست کی خبر سن کر وہ بڑا غوش تھا۔ اس نے اپنے کثیر القوا  
فوجی دستوں کو اجنادین کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کے چاروں جیوش مقامی  
جاسوسوں کے ذریعے ایک مربوط رابطہ قائم کر چکے تھے۔ انہیں اپنے جاسوسوں کے ذریعے جاتی  
کے مقام پر دشمن کے اجتماع کی خبر ملی۔

مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رومیوں کی فوج ایک لاکھ سے کم نہیں۔ اب مسلمانوں کے لئے ہر  
طرف سے مشکلات امنڈھ کر آرہی تھیں۔ یا تو وہ سر بکف ایک لاکھ ٹڈی دل سے ٹکرا جاتے  
اور یا تیزی سے عرب کی جانب پسپا ہو جاتے۔ خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب  
ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے پسپائی کی صورت کو بڑی سختی سے مسترد کر دیا۔ اور حکم دیا کہ چاروں  
جیش سیدنا ابو عبیدہ جراح کی قیادت کے نیچے جمع ہو جائیں۔

خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر رض نے اپنی خلافت کے مختصر ترین دور میں جس  
استقلال، پامردی، ہرأت کا ثبوت دیا وہ مومنین کے احاطہ تصور سے بھی باورے  
ہے مجھے اس مقام پر اپنی زندگی کا ایک امنٹ واقعہ یاد آ جاتا ہے۔ ۳۱ھ کے  
عید الاضحیٰ کے موقع پر انگلیٹھ سے ایک پروفیسر میرے پاس آیا۔ میرے پاس اس  
کا قیام دو ہفتے سے زیادہ رہا ایک دن دوران گفتگو میں نے اس سے پوچھا کہ اسلام  
کی صداقت کی سب سے اہم ترین بات تمہیں کون سی نظر آئی ہے۔ اس نے بلا توقف

کہا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنانا جس دورانِ نبی اور فراست پر مبنی ہے وہ کسی غیر نبی کا کام نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سینکڑوں جلیل القدر شمشیر زن جنگجو اور بہادر سپہ سالار موجود تھے مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس امر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانشینی کی طرف راغب کیا وہ صرف فراست نبوت سے ایسا حکم دے سکتے تھے اور آگے چل کر زلزلے نے دیکھ لیا کہ چند افراد کے علاوہ سوائے مہاجرین و انصار کے تمام اسلامی صوبے ارتداد کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ اور مزید برآں یہ کہ ایران اور روم کی عظیم سلطنتیں اپنے اپنے طور پر اسلام کے خلاف منصوبوں میں مصروف تھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ، فراست نبوت کا ایک عظیم شہکار تھے۔ جنہوں نے ایک طرح سے گویا از سر نو صدق اسلام کا پھر برا اٹاتے ہوئے اس دانشمندانہ حربی بصیرت سے مٹی بھر مسلمانوں سے وہ کام لیا جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔“

مجھے اس انگریز پروفیسر کے تاریخی احکام سے سخت حیرانی ہوئی کہ ہم مسلمان کہلاتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لہیت، سخاوت، فیاضی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان نثاری خدمات، عبادات، ورع، تقویٰ اور رقت قلب جیسے فضائل و مناقب سے واقف ہیں مگر اس انگریز نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کے اس پوشیدہ گوشے کی کتنی گہرائی و گیرائی سے نقاب کشائی ہے۔

غرضیکہ شام کے ان حالات میں خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوراً سیدنا خالد سیدت اللہ رضی اللہ عنہ کو لکھا جو اس وقت عراق کی مہمات سے فارغ ہو چکے تھے کہ بلا توقف کم سے کم وقت میں چھوٹے سے چھوٹا راستہ اختیار کر کے شام پہنچ انسان شناسی کی انتہا!

# نوزار فوج کے ہمراہ ایک بے مثال خطرناک ترین سفر

مئی ۶۳۲ء کے آخر میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حکم پہنچا۔ آپ نے خط کھول کر پڑھا۔ مرقوم تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عتیق بن ابوقحافہؓ کی طرف سے خالد بن ولیدؓ کے نام

السلام علیکم! میں تعریف کرتا ہوں اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور صلات بھیجتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں حیرہ سے رخصت ہو کر شام میں اس مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ مسلمانوں کا اجتماع ہے اور جہاں وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔ . . . . .

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ یہاں تک خطر پڑھنے کے بعد رک گئے انہیں اس بات کا خدشہ محسوس ہوا کہ شاید میرے عہدے میں کمی کر کے مجھے کسی دوسرے قائد کے ماتحت کام کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ شاید عراقی فتوحات کی وجہ سے کسی نے میرے خلافت خلیفہ رسولؐ کو اکسایا ہو۔ مگر جب انہوں نے باقی خط پڑھا تو یہ خدشہ دور ہو گیا۔ اس میں لکھا تھا۔ میں تمہیں تمام اسلامی افواج کا سپہ سالار مقرر کرتا ہوں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی تمہارے ماتحت ہوں گے۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اپنے ساتھ لے جاؤ عراق کا انتظام مثنیٰ کے حوالے کر دو۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا۔ مگر تمام اصحابؓ رسولؐ اپنی فوج میں شامل کر لئے۔ سیدنا مثنیٰ نے کہا فوج کی تقسیم نصف نصف آپؐ نے صحیح کی مگر تمام صحابہ کرامؓ رمہ کو آپؐ نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا ہے۔ آپؐ اپنے لشکر میں نصف صحابہؓ کو شامل کریں اور نصف میرے لشکر میں چھوڑ دیں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا مثنیٰ کا یہ دعویٰ حق بجانب نظر آیا۔ اور انہوں نے اسے فوراً لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا۔

یہ روایت ایک حد تک توازن کا درجہ رکھتی ہے کہ مسلمان مجاہدین پر ایک ایسا وقت آئے گا جب دشمنوں کی تعداد ان سے کہیں زیادہ ہوگی اس حال میں وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ آیا ہمارے لشکر میں کوئی مصحابیؓ رسول ہے؟ جب انہیں ہاں میں جواب ملے گا تو یہ کہتے ہوئے بے خطر دشمن سے ٹکرا جائیں گے کہ رسول اللہ کے صحابی رضی کی موجودگی میں ہم انشاء اللہ ضرور فتح سے ہمکنار ہوں گے۔ ان کے بعد ایک ایسا وقت آئے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے کسی صحابی کی زیارت کی ہو؟ تو جب جواب اس بات میں ملے گا تو وہ دشمن پر یہ کہتے ہوئے حملہ آور ہو جائیں گے کہ جس لشکر میں ایسا شخص موجود ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کا شرف صحبت حاصل رہا ہو وہ ناکام نہیں رہ سکتا۔ انہیں کیا معلوم ہے کہ بعد میں آنے والے مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی اپنے آپ کو شمار کریں گے جن کا در زبان ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی کی عیب جوئی بلکہ ان کی ذوات قدسیہ پر دشنام طرازی ہو گا۔ ایسی ہی کیفیات سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے تھیں کہ انہوں نے تمام صحابہؓ کو اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔ مگر سیدنا مفتیؒ بھی ایسی ہی قوت ایمانی کے پیکر تھے وہ کس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذوات قدسیہ کے فیضان سے محروم ہو سکتے تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو پوری سرعت سے شام پہنچ کر لشکر اسلام کی قیادت سنبھالنی تھی مگر عراق سے شام پہنچنے کے راستوں سے وہ واقف نہیں تھے۔ آپؓ جنگی مشورت بلائی اور تمام صورت حال سے انہیں آگاہ کیا۔ اور فرمایا ہم کسی ایسے راستے سے شام میں داخل ہونا چاہتے ہیں کہ کسی مقام پر رومیوں سے ٹھٹھ بھڑنہ ہو۔ اور راستہ بھی مختصر ہو۔ سب نے جواب دیا ہم کسی ایسے راستے سے واقف نہیں۔ اگر کسی راستے سے چند ایک مسافروں کا گزر ممکن بھی ہو تو موتی جون کے مہینوں میں جب صحرائے کمرہ ناربین جاگے ایک بڑے لشکر کے ساتھ گزرنا ناممکن ہے آپ کے لشکر میں رافع بن غیرہ نامی ایک مشہور جنگجو موجود تھے۔ انہوں نے کہا میں ایک ایسے راستے سے واقف ہوں جو مختصر ضرور ہے مگر صحرائی ایک ایسی پٹی سے گزرنا

پڑتا ہے جو ایک لٹ و دق صحرا سے گزرتا ہے۔ ایک سو بیس میل کا سفر طے کرنے کے بعد ایک پانی کا چشمہ ہے۔ اور ایک سو بیس میل کا سفر ایک عظیم فوجی لشکر جس میں اونٹ اور گھوڑوں کی لمبی لمبی قطاریں ہو چھ دن سے کم عرصے میں طے نہیں ہو سکتا عراق کا آخری آباد مقام قزاق ہے اور صحرا عبور کرنے کے بعد شام کا پہلا آباد مقام سولہ ہے۔ البتہ پانچ دن کے سفر کے بعد پانی کا ایک چشمہ ہے۔ دارکونسل میں شامل تمام میروں نے اس راستہ پر سفر کرنے کے مخالفت کی۔ آج کی کتابی زبان میں یہ باتیں ہم ایک واقعہ کے طور پر پڑھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں مگر عملاً ایسا کرنا ایک انسان کی ہمت، جماعت اور الوالعزمی کا امانٹ نقش ہے۔ جون کا مہینہ جس میں صحرا تپ کر کرہ نار بن جاتا ہو۔ راستہ معدوم ہو اور صرف دلیل راہ پر بھروسہ ہو۔ صحرا کی ریت کی چمک سے آنکھیں کھلتی ہوں سفر کرنے کا ارادہ کر لینا ایک مافوق الفطرت کا راز نامہ ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ تمام مشکلات مجسم شکل میں موجود تھیں۔ مگر خلیفہ رسول کا حکم کہ بسرعت شام میں مقیم مسلمانوں کی مدد کو پہنچو۔ انہوں نے اراکین مجلس کو مخاطب کر کے نہایت متانت اور سنجیدگی سے کہا ہم اسی راستہ کو اختیار کریں گے۔ سالار لشکر مجھ دیتا ہے اور نو ہزار کے لشکر میں سے ایک بھی اس حکم پر اعتراض نہیں کرتا۔ وہ لوگ اطاعت امیر کی عظیم مثال تھے۔ اسی لئے وہ بگولے کی طرح عرب و عجم پر پھیل گئے۔

تصدرات اور تخیلات کی دنیا میں فردوسی کی تخلیق رسم و اسفندیار کے ہفتخوان دیو مالائی دنیا میں کرشن کا سدرشن پیکر اور رام کے لنکا پر حملے کے وقت ہنومان نامی بندر کا سنجیونی بوٹی والا پہاڑ ہمالہ سے اٹھا کر لنکا پہنچا بڑی ہوشربا داستانیں ہیں ان داستانوں کو سن کر مسلمان کہاں خاموش رہ سکتے تھے ان کے ایک گروہ نے بجا الانوار قسم کی کتب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پگھوڑے میں اتنے عظیم اژدہا کے بیڑے چیرتے ہوئے دکھایا جسے بصد مشکل دو صد آدمیوں نے اٹھا کر باہر پھینکا اور آپس کی ذات اقدس سے اس قسم کی داستانیں منسوب کیں کہ آپس نے ایک کنویں میں داخل ہو کر کئی لاکھ جنوں کو قتل کیا۔ خوش عقیدگی کی بنا پر ایسی داستانوں

کی تخلیق سے کسی ایک گروہ کی قلبی مسرت کا سامان بہم پہنچنا الگ بات ہے مگر عملی دنیا میں کسی نہ ہونے والے کام کو سرانجام دینا الگ بات ہے۔

واقعات ہیں سیدنا خالد سیف اللہؓ کے سفر از عراق تا شام کے بظاہر یہ ایک صحرائی سفر ہے۔ مگر توہرہ کا مسلح لشکر لے کر اس صحرا کے عبور کے لئے چل نکلنا اور وہ بھی جون گے گرم ترین ایام میں الامان و الحفظ۔ یہ ان مسلمانوں کے عزم و استقلال، صبر و استقامت، ہمت و جرات اور تہور و شجاعت کی لازوال داستان ہے۔

اگلے روز اس سفر کا آغاز ہونے والا تھا کہ سیدنا رافع عجیب کشمکش کی حالت میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور کہا یا امیرا آپ اتنی بڑی فوج کو لے کر صحرا میں سفر نہیں کر سکتے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ غصے سے اس کی طرف دیکھ کر کہا رافع! تیرا رُخا ہوا اگر مجھے کسی دوسرے راستے کا علم ہوتا تو میں ضرور اسے اختیار کرتا۔ تمہیں معلوم نہیں شام میں مسلمان فوج کن مشکلات میں گھری ہوئی ہے اب تم ضرور میرے حکم کی تعمیل کرو آپسے کا نام لیکر قراقرظ کے مقام سے صحرائیں داخل ہو گئے پہلے روز ہی سورج کی تپش نے صحرا کو کمرہ نار بنا دیا۔ لو کے بگولے، چمکتی ہوئی ریت نے دماغ اور آنکھوں پر شدید اثر کیا۔ کوئی ایک دوسرے سے بات نہیں کرتا تھا۔ تمام لشکر صرف پانی اور اس جہنم دار میں پیاسے مرجلے کی ہولناکیوں کے تصور میں گم تھا۔ وہ یہ سوچ کر کانپ کانپ جلتے تھے کہ اگر خدا نخواستہ سیدنا رافعؓ رہ نہ جوں گئے یا ریت کی چمک سے اپنی آنکھوں سے معذور ہو گئے تو کیا ہوگا۔ رات آئی اور سپاہ نے حسبِ حسب معمول پڑاؤ کیا۔ مگر آنکھیں نیند سے خالی تھیں اور عجب اذیت کے عالم میں رات بسر ہوئی دوسرا تمام دن سورج کی آتش فشانی اور تپتی ہوئی ریت پر سفر جاری رہا۔ رات آئی مگر پہلی رات سے بھی ہولناک۔ اکثر سپاہیوں کے مشکیزے پانی سے خالی ہو گئے تھے اور ان کی زبانیں خشک ہو کر چمڑ بن گئی تھیں یا سورج گئی تھیں اب ان سب کی زبانوں پر حسبنا اللہ نعم الوکیل کے مقدس کلمات تھے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس ہولناک سفر سے پہلے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ہزاروں اونٹوں کو پیٹ بھر کر پانی پلایا تھا اور ان کے منہ باندھ دیتے تھے مگر یہ سب خرافات داستانیں ہیں۔ تجربۂ اونٹ کے پیٹ میں پانی کا ذخیرہ ہونا غلط ثابت ہو چکا ہے۔ اونٹوں کو پانی پلا کر ساتھ رکھنے کی نسبت ان پر پانی کی پکھالیں لاد کر چلنا آسان کام ہے۔ اسی قسم کی دہائی روایات سلطان محمود غزنوی کے سومات پر حملہ کے وقت چولستان اور محراتے راجپوتانہ سے گزرنے کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ مگر یہ سب کچھ بعض مورخین کی دماغی اختراع ہیں۔

اب تیسری شب کی آمد تھی یہ شب پہلی دوراتوں کی نسبت زیادہ بے چینی، اضطراب اور واہمہ لیتے ہوئے نازل ہوئی۔ ہر شخص کے دل میں رہ رہ کر مختلف قسم کے خیالات آتے تھے اگر رافع راستہ بھول گئے تو۔۔۔ اگر رافع چشمہ کے مقام سے آگے بڑھ گئے تو۔۔۔ اگر چشمے تک پہنچنے سے پہلے حواس کھو بیٹھے تو کیا ہوگا۔ یہ بات بھی ختم ہو گئی اور سپیدہ سحر نمودار ہوتے فریضہ صبح کی ادائیگی کے بعد قافلہ چل نکلا یہ چوتھا روز تھا۔ مسلمان اپنے بچے کچے پانی سے ہمراہیوں کے ہونٹ ترک کر رہے تھے۔ قدم لڑکھڑا رہے ہیں۔ پاؤں گھسٹ رہے ہیں۔ مگر زبانوں پر تسبیح و تحمید کے کلمات جاری ہیں۔ اللہ اللہ کر کے چوتھا دن بھی ختم ہوا اور چوتھی رات بے سربسامانی گھبراہٹ اور پاس و ناامیدی کے دیولے آنازل ہوئی آج انسان کے تخیل کی پرواز بھی ان سر بلند قانلوں اور مجاہدوں کی سرفروشی کے جذبات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ لیجئے اب پانچویں صبح طلوع ہو رہی ہے۔ اور سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کے کہنے کے مطابق چشمہ طے کی امید ہے مگر یہ دوسرے اور واہمے بدستور دامنگیر ہیں کہ اس حدنگاہ سے پرے دور تک پھیلے ہوئے آتش فشاں صحرائیں چشمے کا نشان بھی مل سکے گا یا نہیں۔ اب ستم بربالائے ستم یہ کہ اکثر مجاہدین کی آنکھیں صحرائی چمکتی ہوئی ریت کی وجہ سے دیکھنے کی طاقت سے محروم ہوتی جا رہی ہیں اور سب سے بڑھ کر سیدنا رافع کی آنکھوں پر حملہ ہوا ہے۔ اور وہ دیکھنے، قوت سے محروم



ہو چکے ہیں جس جس کے کان میں سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کی معذوری کا ذکر پہنچا وہ اپنے مقام پر ٹھٹھک کر رہ گیا۔ مگر رحیم و کریم رب کی رحمت جوش میں آئی۔ اور سیدنا رافع نے چلا کر کہا کہ یہاں کیسے اس قسم کے دوٹیے تلاش کرو جن کی شکلیں عورتوں کے پستانوں کی طرح ہیں مجاہد ٹیلوں کی تلاش میں بھر گئے اور آخر ٹیلے مل گئے۔ سیدنا رافع نے کہا ان کے درمیان میں ایک بھاڑی کو تلاش کرو۔ مگر بسیار کوشش کے باوجود بھاڑی تو نہ ملی البتہ کسی پرانی بھاڑی کا ایک ٹھنڈا ملا آپ نے فرمایا اس کے نیچے زمین کھودو۔ اللہ کی شان کہ چند سیلے مارتے ہی پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ مجاہدوں کی زبان سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ پیاسوں نے پانی پیا۔ جانوروں کو پلایا اور بعض مجاہد پانی کی پکھالیں بھر کر پیچھے کی طرف بھاگے تاکہ پیاس سے نڈھال پیچھے رہ جانے والوں کو پانی پلا تیں۔ اس کے بعد صرف ایک دن کا سفر باقی رہ گیا تھا۔ منزل مقصود پر پہنچ کر سیدنا رافع رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا اے سپہ سالار! آج سے تیس سال پہلے میں اپنے والد کے ہمراہ اس راستے اس لقمہ و دوق صحرا سے گزرا تھا۔ اللہ کا شکر کہ میرے حافظے نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا ساتھ دیا اللہ کی شان کہ پورا لشکر صحیح سلامت صحرا سے بچ نکلا۔ اب ان مجاہدین اسلام کی شان ملاحظہ ہو جن پر پانچ روزہ سفر کی صعوبات نے کسی بہت بڑی جنگ سے بڑھ کر مکمل تباہی کے کنارے پہنچا دیا تھا۔ انہوں نے ایک دن آرام کرنا بھی اپنے اوپر حرام سمجھا۔ بلکہ اپنے پیہروں سے بھی آرام کرنے کی ضرورت کا احساس نہ ہونے دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چکر لگایا۔ مجاہدین اسلام اپنے سالار کو دیکھ کر تازہ دم ہو گئے۔ اور گذشتہ خطرناک سفر کی تمام تلخ یادیں محو ہو گئیں۔

دوسرے روز سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے میلہ کذاب کی زرہ دربر کر کے ہم شام کا آغاز کیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ ایک سرخ ٹوپی پہنے رہتے تھے۔ جس میں

چند سیاہ دھاریاں نظر آتی تھیں آپ کی نظر میں یہ تمام ہتھیاروں سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی بلکہ آپ اس ٹوپی کو اپنی فتح کا نشان سمجھتے تھے۔ اس ٹوپی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موتے مبارک سٹے ہوئے تھے۔ اس دور اپنے نے بڑے اہتمام سے اس ٹوپی پر سرخ عمامہ باندھا۔ اور اپنے ہاتھ میں وہ سیاہ علم لیا جو عقاب کے نام سے مشہور تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عنایت فرمایا تھا۔ آپ کے ہمراہ نو ہزار تجربہ کار اور جنگ آزمودہ لشکر تھا۔ جن میں آپ کے فرزند سیدنا عبدالرحمن خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر کے بیٹے سیدنا عبدالرحمن، سیدنا رافع بن عمر رضی اللہ عنہما جو گذشتہ خطرناک صحرائی سفر میں دلیل راہ تھے سیدنا عقیق بن عمرو رضی اللہ عنہما جو ایک پورے لشکر کے ہم پلہ تھا۔ سیدنا مزار بن الازور رضی اللہ عنہما اور جنگی مہارت میں بے مثل تھے اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے داماد بھی شامل تھے۔ سہ پہر کے قریب یہ لشکر سوئی کے قریب پہنچ گیا۔ سوئی شام کی پہلی سرحدی بستی تھی۔ اس بستی کا مضافاتی علاقہ نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ جو بھیڑوں کے ریوڑ اور مویشیوں کے گلوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ کے حکم سے تمام جانور آپ کے لشکر نے جمع کر لئے۔

**ارک کی فتح** | اگلے روز مسلمانوں کا لشکر ارک پہنچا۔ وہاں ایک عمر عالم رہتا تھا جو اپنی دوراندیشی اور عقلمندی کی وجہ سے بڑا مشہور تھا۔ جب اسے مسلمانوں

کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اپنے لوگوں سے دریافت کیا کہ اس فوج کا علم سیاہ رنگ کا ہے؟ کیا اس فوج کا سالار ایک دراز قد گھنی طاڑھی اور چوڑے شانوں والا آدمی ہے جس کے جہرے پر چند چھچک کے داغ بھی ہیں جب غیروں نے ان سب باتوں کی تصدیق کی تو اس نے کہا ان سے ذرا منبھل کو جنگ کرنا چنانچہ محافظ فوج کے رومی سردار نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ شرائط پر صلح کر لی۔

**سخنہ اور قدمہ** | سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے تین دستے ترتیب دیئے ایک دستہ سخنہ کی طرف اور دوسرا قدمہ کی طرف بھیجا۔ وہاں کے

باشعروں نے خندہ پیشانی سے مسلمانوں کا استقبال کیا اور ان کی تمام شرائط تسلیم کر لیں۔

**مدمر** | ائیرسینا ابوعبیدہ الجراح کی طرف بھیجا اور پیغام بھیجا کہ میرے آنے تک مزید کوئی کاروائی نہ کریں۔ آپ خود مدمر (پلیمر) کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچتے ہی قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر ان لوگوں نے بھی جزیہ دینا منظور کر لیا۔ اور وہاں کے حاکم نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک بہترین گھوڑا تحفہ دیا۔

**قریتین** | وہاں کے لوگوں نے کچھ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔

**حوارین** | اگلا پڑاؤ حوارین تھا۔ وہاں بھی کچھ رکاوٹ پیدا ہوئی مگر پہلی بھڑپ میں ہی ختم ہو گئی بے شمار مویشی مسلمانوں کو ملے۔

اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک طویل درہ عبور کرنا پڑا جو آج کل الشنیہ کے نام سے مشہور ہے وہاں نے اپنے جھنڈا گاڑا اور گھنٹہ بھر آرام کیا۔

**مرج راہط** | الشنیہ سے آگے بڑھے غدر سے ہوتے ہوئے مرج راہط کے مقام پر پہنچے یہ وہی تاریخی مقام ہے جہاں بعد میں عالم اسلام نے متفقہ طور پر امیر المومنین امیر وان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی تھی اس وقت اس مقام پر عیسائی اپنے کسی مذہبی تہوار کے جشن میں لگن تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر چوں ہی وہاں پہنچی۔ جشن میں شامل تمام لوگ فوجی صورت میں ہتھیار ہو گئے۔ مگر پہلے حملے میں ہی تتر بتر ہو گئے۔

**غوطہ** | اگلی صبح آپ نے ایک دستے کو غوطہ کی طرف بھیجا۔ وہاں کے لوگوں نے بھی صلح کی پیشکش کی جو قبول کر لی گئی۔

## امین الامت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے پہلے شام میں مسلمان فوجوں کے کانڈرائیجف تھے۔ عمر پچاس پچپن سال، قد لمبا، جسم دیلا پتلا اور لچکدار، قدرے خمیدہ چہرے پر دو باہت اور شرانت کانور، آنکھوں میں فہم و فراست کی جگہ گاہٹ مختصر سی دائرہی خضاب سے لگیں علم و حلم کا پیکر اور دانتوں میں خلا یہ تھے سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح شام کی تمام جنگوں میں وہی زرد پرچم آپ کے ہاتھ میں رہا جو غزوہ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مرحمت فرمایا ہے۔

ادھر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ راستے کی دشواریوں سے نمٹتے آگے بڑھ رہے تھے اور ادھر سیدنا ابو عبیدہ رنہ شام میں اپنے قدم مضبوط کر رہے تھے۔ آپ کے پاس تین حبیش تھے۔ سیدنا یزید بن سیدنا ابی سفیان رنہ کا حبیش۔ سیدنا شریل بن حنہ رنہ کا حبیش اور ان کا اپنا حبیش۔ حوران پر قبضہ کر چکے تھے اور اب بصریٰ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس بصریٰ کا عراق کے بصر سے کوئی تعلق نہیں۔

**بصریٰ کی فتح** | یہ بصریٰ حکومت غسان کا پایہ تخت تھا۔ یہاں عیسائی عربوں اور رومیوں کی ایک بھاری فوج ہر وقت موجود رہتی تھی۔ سیدنا ابو عبیدہؓ

کو جب معلوم ہوا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بڑھے چلے آ رہے ہیں اور انہیں ان کی ماتحتی میں کام کرنا پڑے گا تو انہوں نے بصریٰ پر فوراً قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ سیدنا شریلؓ کو چار ہزار کا حبیش دے کر بصریٰ فتح کرنے کیلئے بھیجا بصریٰ کی محافط فوج کی تعداد اس وقت بارہ ہزار تھی وہ سب قلعہ بند ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ مسلمانوں کا ہر اوّل دستہ ہے مگر درود روز تک جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی حرکت نہ ہوئی تو ان کی فوج قلعہ سے نکل آئی اور دونوں فوجیں آمنے سامنے صف آرا ہو گئیں رومی سپہ سالار اور سیدنا شریلؓ

کے درمیان مذاکرات شروع ہوئے تو سیدنا شہید جلیل رحمۃ اللہ علیہ اسلام، جزیرہ یا جنگ کی شرائط پیش کیں۔ مگر رومیوں نے پہلی دو شرطوں کو ٹھکرا کر مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ رومیوں کی فوج تین گنا زیادہ تھی۔ دو پہر تک مسلمان جم کر لڑتے رہے مگر آخر ان میں کمزوری کے آثار نظر آنے لگے۔ اس وقت سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے کوئی ایک میل کے فاصلے تک پہنچ چکے تھے انہوں نے جس طرف جنگ کا شور و غوغا سنا اس طرف بڑھے اور فوری طور پر مہم کی قیادت سیدنا رافع بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت سیدنا عمر ابن الازور رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی اور قلب میں تھوڑی سپاہ اڑ کے طور پر رکھ کر اس کی قیادت سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا صدیق اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی۔ سیدنا عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے رومی فوج کے سپہ سالار کو شکست دی تو وہ بھاگ نکلا۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ خود جنگ میں شامل ہو گئے سیدنا عمر ابن الازور رحمۃ اللہ علیہ نے گرمی کی وجہ سے آزاد بند کے علاوہ تمام کپڑے اتار پھینکے اور بسیوں کو فاصلہ پہنچا دیا۔ اس نیم برہنہ مجاہد اور غازی کی داستانیں ہفتہ بھر میں تمام شام میں پھیل گئیں۔ رومی ہلتے ہلتے قلعہ میں پہنچ گئے۔

**دو عظیم انسانوں کی ملاقات** | سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ محاصرہ کی ہدایات دینے کیلئے پیچھے ہٹے تو اچانک ان کی

نظر اس رجل عظیم پر پڑی جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے امین الامت کا خطاب مرحمت ہو چکا تھا۔ جو شام کی فوجات میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ شہرت اور عظمت حاصل کرنے والا تھا۔ وہ عالم اسلام میں اگرچہ ابو عبیدہ بن الجراح کے نام سے مشہور ہیں مگر ان کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔

نئے سپہ سالار نے جب پرانے سپہ سالار کو دیکھا تو انہیں کچھ تشویش ہوئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یہ عظیم انسان اپنی غیر معمولی پرمیزی گاری، دینداری،

تقدس اور حسن اخلاق کی وجہ سے مدینہ بھر میں ایک خاص مقام رکھتا تھا اور سیدنا ابو عبیدہ جانتے تھے کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنی بے پناہ خوبیوں کی وجہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر تھے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مسکرتے ہوتے آگے بڑھے چونکہ اس وقت سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پیادہ کھڑے تھے اس لئے سیدنا ابو عبیدہ گھوڑے سے اتارنے لگے۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے روک دیا۔ اور آگے بڑھ کر ان کے پاس پہنچ کر ان سے معاف فرمایا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مختصر سی گفتگو کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ کی سالاری میں ان کے نائب کے طور پر کام کرنے پر اظہارِ خوشنودی کیا۔ بصری کے محصورین نے تیزی کی ادائیگی پر صلح کر لی۔ یہ واقعہ وسط جولائی ۳۴ھ مطابق جمادی الاول ۳۵ھ کا ہے۔ بصری شام کا پہلا شہر تھا جو مسلمانوں نے فتح کیا۔ بصری کی ابتدائی دوروزہ جنگ میں ۱۳۰ مسلمان شہید ہوئے۔ بصری کی فتح کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے یہاں سے خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ اور گزشتہ بھڑیلوں میں جو مال غنیمت ملا تھا اس کا پانچواں حصہ خلیفہ رسول کی خدمت میں بھیجا۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ کے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ وہ اجنادین کے مقام پر دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ انہیں ایک جاسوس نے آکر خبر دی کہ اجنادین کے مقام پر توڑے ہزار دشمن کا لشکر جمع ہے۔ اس وقت سیدنا یزید رضی اللہ عنہ دیہاتے برمک کے جنوب میں تھے، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عرب میں تھے، سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا شرجیل کے کچھ دستہ خوران کے علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے تمام سپہ سالاروں کو لکھا کہ اپنے اپنے جیوش لے کر بلا توقف اجنادین پہنچ جائیں۔ اس مقام پر اسلام اور عیسائیت کے درمیان سب سے بڑی جنگ ہونے والی تھی۔

## جنگ اجنادین

اس وقت تک اسلامی حیوش کی کوئی منظم صورت نہ تھی۔ لباس مختلف، اسلحہ مختلف نقل و حرکت قافلوں کے انداز میں البتہ میدان جنگ میں وہ بنیان مرموص کی صورت میں ڈھل جاتے تھے۔ کوئی بھی مسلمان فوج میں بھرتی ہو سکتا تھا۔ ان کی سپاہ کے ملبوسات میں غنیمت میں حاصل کی ہوئی ردی اور ایرانی قبائیں اور مختلف انداز کے اسلحہ تھے۔ ان کے حیوش کے مستقل عہدیدار نہ تھے۔ اور نہ ہی کوئی مخصوص نشان قبائل کے بڑے بڑے سردار عام سپاہیوں کی طرح لٹتے تھے اور معمولی قسم کے سپاہی جنہیں کسی جنگ کے وقت کسی دستہ کا کماندار مقرر کیا جاتا تھا اس کے ماتحت نہایت جانفشانی سے ہل من مبارزہ کا نعرہ لگاتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے تھے۔ ان کے مقابلے میں ردیوں کی فوج باقاعدہ پلاٹون، کمپنیوں اور رجمنٹوں کی صورت میں منظم تھی۔ ان کے عہدیدار مستقل تھے۔ اور ان کی نقل و حرکت ایک منظمی انداز لئے ہوتے ہوتی تھی۔

ضرورت کے وقت مسلمان سپہ سالار اپنے سواروں کو ایک رسالے کی صورت میں ترتیب دیتا۔ سلسلہ مواصلات اور عقب سے روشن اور ردی کی ہم سانی کا کوئی مستقل انتظام نہیں تھا اگر کسی موقع پر ردی ختم ہو جاتی تو کچھ روں اور ستوں پر گزارہ کیا جاتا مگر ردیوں کو یہ کام سہولتیں حاصل تھیں۔

البتہ اسلامی لشکر جس طرف حرکت کرتا آگے آگے ہر اول دستہ ہوتا۔ جو پیش آمدہ حالات سے فوجی سپہ سالار کو باخبر رکھتا اور ضرورت کے وقت وہی ہر اول دستہ دشمن سے ٹکر لینے سے بھی نہ ہچکچاتا اس صورت میں مسلمان فوج نے بصری سے کوچ کیا۔

باوجود انتہائی تفحص کے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس لشکر نے کون سا راستہ اختیار کیا مگر قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ بحیرہ مردار کے شمالی علاقہ سے ان کا گزر ہوا۔ یہ دشلم کے قریب سے

پسپ باب یہ لشکر گزر گیا چونکہ وہاں ردیوں کی ایک بہت بڑی فوج موجود تھی۔  
۲۴ جولائی ۱۳۳۷ء کو یہ لشکر اپنے ہدف پر یعنی اجنادین پہنچ گیا۔ دوسرے روز سیدنا عمر بن  
الناصر رضی اللہ عنہ بھی دادی عرب سے اپنا جیش لے کر پہنچ گئے۔ اس مقام پر مسلمان فوج  
کی تعداد بتیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اس قدر فوج اس سے پہلے کسی مقام پر جمع نہیں ہوئی  
تھی۔ اسلامی فوج کے پڑاؤ سے ردیوں کا فوجی پڑاؤ صرف ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ ردیوں کے  
پاس ہزاروں قسم کی گاڑیاں تھیں، انہیں نقل و حرکت میں کافی وقت لگتا تھا۔ ردیوں  
کا تمام لشکر و ردان حاکم محض کی زیر قیادت جمع ہو گیا۔ جس کی تعداد نوے ہزار بیان کی جاتی  
ہے۔ اس سے پہلے مسلمانوں نے جس قدر جنگیں لڑیں۔ انہوں نے اس بات کو پیش نظر رکھا  
تھا کہ خدا نخواستہ کوئی افناد آن پڑے تو صحرا میں پناہ لے سکیں۔ مگر اجنادین ایک سرسبز و شاداب  
علاقے کے درمیان واقع تھا معلوم ہوتا ہے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کی  
قلبت اور دشمن کی فوج کی کثرت کے تصور سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ  
ایمان تھا کہ ہم ہر صورت میں فتح یاب ہوں گے۔ مسلمانوں نے جب اپنے مقابلے میں ردیوں کی اس  
قدر فوج دیکھی تو ان میں قدرے اضطراب پیدا ہوا۔ محمد بن حنفیہؓ نے سب کو مخاطب کر کے کہا  
مسلمانو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم نے اس سے پہلے ایسی فوج کبھی نہیں  
دیکھی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں انہیں شکست دی تو وہ اس کے بعد  
کبھی تمہارے مقابلے پر نہیں آئیں گے۔ اپنے دین کی حفاظت کے لئے لڑو  
اور ہرگز دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا۔ ورنہ جہنم کی آگ میں جلو گے۔۔۔ میرے حکم کے بغیر  
حملہ نہ کرنا۔“

ادھر ردان نے جنگی مشاورت طلب کی اور لڑائی کے متعلق نئے نئے انداز کے فیصلے کئے۔  
سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے دشمن کی فوج کا جائزہ لینے کے لئے چند رضا کا طلب  
کئے۔ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ سر سے کمر تک برسہ



ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے آپٹ دشمن کے قریب ایک ٹیلے تک پہنچنے پاتے تھے کہ رومیوں کے تیس سواروں کے گھیرے میں آگئے۔ مگر انہوں نے نہایت چابکدستی سے گھیرا توڑا اور پیچھے کھسکنے لگے۔ رومی ان کے پیچھے پیچھے بڑھتے آ رہے تھے۔ جب سیدنا ضرارؓ نے دیکھا کہ یہ رومی اپنے فوجی پٹاؤ سے کافی دور آگئے ہیں تو پلٹ کر ان پر ایسا حملہ کیا کہ تیس میں سے انیس کو واصل بچھن کر دیا۔ باقی گیارہ بھاگ نکلے۔ اور تمام رومی لشکر میں تمام رات اس خوفناک مرد بڑبڑ کی داستانیں بیان ہوتی رہیں۔ آپؓ اپنے لشکر میں پہنچے تو مسلمانوں میں جوش و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ تمہیں صرف دریافت حالات کے لئے بھیجا تھا۔

نائب رومی سپہ سالار قبقلار نے ایک عرب جاسوس کو مسلمانوں کے کیمپ میں جاسوسی کے لئے بھیجا۔ اس نے واپس پہنچ کر قبقلار کو بتایا کہ۔

مسلمان رات کو راہب ہوتے ہیں اور دن کو جنگجو اگر ان کے حکمران کا بیٹا چوری کرے تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیں۔ اگر زنا کرے تو اسے بھی سنگسار کر دیں۔“

قبقلار نے یہ سن کر کہا ایسی قوم سے جنگ کرنے سے زمین میں دھنس جانا بہتر ہے۔ ۳۰ جولائی ۶۳۲ء مسلمان غازیہ سے فارغ ہو کر اپنے سپہ سالار کے حکم کے مطابق میدان جنگ میں صف آرا ہو گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے پانچ میل لمبے محاذ پر لشکر کو پھیلا دیا فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے قلب کو سپہ سالار معاذ بن جبلؓ، میسرہ کو سیدنا سعید بن عامرؓ اور یمینہ کو خلیفہ رسولؐ کے پسر سیدنا عبدالرحمنؓ کی قیادت میں دیا۔

میسرہ کے محافظ دستے کے سالار سیدنا شریح بن جہلؓ تھے۔ چارہنڑا سپاہی سیدنا زینبؓ نے سیدنا ابی سفیانؓ کی قیادت میں قلب کے عقب میں بوقت ضرورت استعمال اور پڑاؤ کی حفاظت کے لئے محفوظ رکھی۔

رومیوں کا لشکر بھی پانچ میل کی لمبائی میں پھیلا ہوا تھا مگر ان کے لشکر کی صفیں مسلمان

لشکر سے تین گنا زیادہ تھیں۔ جن کے میاں رہب بڑی بڑی صلیبیں اٹھاتے اپنی فوج کے دلوں میں جوش پیدا کر رہے تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر پورے محاذ کا ایک چکر لگایا۔ اور ہر جیش کو مناسب ہدایات دیں۔ آخر میں پٹاؤ میں مقیم خواتین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ ہمہ وقت اپنے دفاع کے لئے تیار رہیں۔ تاکہ اگر رومی حملانوں کی صفیں چیر کر آپ تک پہنچ جائیں تو آپ اپنا دفاع کر سکیں۔

فریقین نے صف بندی میں تقریباً دو گھنٹے صرف کئے۔ سب سے اول رومی لشکر سے ایک بوڑھا اسقف آگے بڑھا اور فصیح عربی زبان میں گویا ہوا میں تمہارے سردار سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ تو اسقف نے کہا میرا آقا اور دان تمہارے ساتھ فیاضی سے پیش آنا چاہتا ہے اگر تم واپس جانا چاہو تو ہر سپاہی کو ایک دینار ایک قبا اور ایک عمامہ دیا جائے گا اور تمہیں سو دینار سونے کی باتیں اور سو عمامے۔ ورنہ تمہیں معلوم ہے کہ ایرانی ہم سے الجھے تو ان کا کلتنا برا شتر ہوا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے نہایت مناسبت سے بوڑھے اسقف کی یہ لمن ترانیاں سنیں اور اپنی وہی تین شرائط پیش کیں۔ اسلام، جہیز یا جنگ اسقف نے واپس جا کر وردن کو اسلامی سپہ سالار کا پیغام پہنچایا تو اس نے غصے میں آ کر کہا میں ان مسلمانوں کو ایک ہی قیامت خیز حملے میں تباہ کر دوں گا چنانچہ دوپہر سے کچھ قبل رومی تیر اندازوں نے جنگ شروع کر دی۔

سیدنا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جوابی کارروائی کرنا چاہی مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے روک دیا اور متعدد مسلمان شہید ہو گئے۔ ابتدائی کارروائی رومیوں کے حق میں رہی۔ آخر سیدنا حضرت معاذ کو جوابی کارروائی کی اجازت ملی۔ اس روز آپ نے اپنے معمول کے خلاف زور اور خود پہن رکھے تھے مگر جب رومی آگے بڑھے تو آپ نے سب کچھ آٹا کر پھینک دیا چنانچہ رومیوں کے لشکر سے ”برہنہ مرد کا رزار“ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پہلے ہلے میں ہی آپ نے عمان اور طبریک کے حاکموں

اور کئی دوسرے رومیوں کو قتل کر دیا۔ پھر دس رومی پہلوان آگے بڑھے تو سیدنا خالد سیف اللہؓ نے دس ہانبا زول کو ساتھ لے کر ان کا راستہ روک لیا۔ اور ان کو قتل کر دیا۔ اب ٹولیوں میں رومی آگے بڑھتے رہے اور قتل ہوتے رہے۔ دوپہر ڈھلتے ہی مسلمان فوج اپنے سپہ سالار کے حکم سے رومیوں پر ٹوٹ پڑی۔ سب پر ختم ہوتے جنگ رک گئی۔ بے حساب رومی قتل ہوئے۔

رات کو وردان نے جنگی مجلس طلب کی۔ وہ گھبراہٹ ہوا تھا کیونکہ ہزاروں رومی قتل ہو چکے تھے۔ اور صرف چند مسلمان شہید ہوتے تھے۔ آخر فیصلہ ہوا کہ اگلے روز مسلمان سپہ سالار کو صلح کے لئے بلایا جائے جب وہ قریب آتے تو کین گاہ میں چھپے ہوئے رومی نکل کر اسے قتل کر دیں چنانچہ داؤد نامی ایک عیسائی کو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا کہ صبح دو دنوں سپہ سالار تنہا گفتگو کریں۔ داؤد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اپنے سپہ سالار کا پیغام پہنچایا۔ مگر اپنے لئے جواب دیا۔ اسلام، جزیہ یا جنگ کے بغیر صلح کی اور کوئی صورت نہیں ڈھونڈنے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے تیرور دیکھے تو کہنے لگا۔ آپ مجھے اور میرے کہنے کو امان دیں۔ تو میں حقیقت بیان کر دوں۔ اجازت ملنے پر اس نے وردان کی تمام سکیم بیان کر دی داؤد نے واپس جا کر وردان کو اصل بات نہ بتائی البتہ یہ کہا کہ آپ کے کہنے کے مطابق مسلمان سپہ سالار آپ سے تنہائی میں بات کرنے کے لئے تیار ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دس مسلمان فوجیوں کو مناسب ہدایات دے کر مقررہ مقام پر پہنچے۔ وردان شامانہ کروفر کے ساتھ جواہرات سے آراستہ بکتر اور تلوار پہنے آگے بڑھا۔ اور اسلامی فوج کے سپہ سالار پر عیب گانٹنے لگا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے درشت اور جارحانہ انداز سے جواب دیا اور کہا اے عیسائی کتے کیا بکواس کر رہا ہے۔ وردان اپنی سکیم کے مطابق تلوار پھینک کر آپ سے گتھم گتھا ہو گیا۔ دس رومی پہلوان اس کی ہدایت کے مطابق گھات تک نکل آئے۔ مگر ان کا سالار وہی نیم برہنہ شخص تھا۔

فصل سیدنا ناصر رضی اللہ عنہ نے گھات میں چھپے دس رومیوں کو قتل کر کے ان کا لباس اپنے

دس آدمیوں کو پہنا دیا تھا۔ اب سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے وردان کے سر پر تھے وردان نے لگھکیا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو کہا تم خود مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کرو میں اس کے ہاتھ سے قتل نہیں ہونا چاہتا مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا اور انہوں نے وردان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ وردان کے قتل کے بعد دونوں فوجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ جب رومیوں پر گھبراہٹ طاری ہونے لگی تو ہدایت کے مطابق سیدنا یزید بن سیدنا ابی سفیان رضی اللہ عنہم اپنا چار ہزار کا لشکر لے کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے مسلمان سپاہ کی ایک ٹولی رومیوں کے قلب میں پہنچ گئی اور بقتلار کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر رومی بھاگ نکلے۔ کچھ رومی یا فانی کی طرف کچھ غزہ کی طرف اور کچھ یرشلیم کی طرف بھاگے۔ رومی بھگوڑوں کا تعاقب اور قتل غروب آفتاب تک جاری رہا۔

یہ ایک عظیم اور کامل فتح تھی۔ جنگ بھر پور اور دردناک ہوئی تھی۔ جنگ اجنادین نے شام کی تسخیر کا راستہ کھول دیا۔ یہ درست ہے کہ جنگ اجنادین میں فتح حاصل کرنے سے مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی مگر ابھی شام اور فلسطین کے شہروں میں رومیوں کے بڑے بڑے لشکر موجود تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے فتح سے تیسرے روز بعد خلیفہ رسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خط لکھتے ہوئے بتایا مسلمان صرف ۲۵۰ شہید ہوتے ہیں مگر رومی پچاس ہزار قتل ہوتے ہیں جن میں چوٹی کے سالار اور عہدیدار بھی شامل ہیں۔ مدینہ منورہ میں اس فتح کی خوشی میں اللہ اکبر کے نعروں سے فضائیں گونج اٹھیں۔ جہاد شام میں شامل ہونے کے لئے مزید رضا کار مدینہ پہنچنے شروع ہوئے ان رضا کاروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر سیدنا ابیوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ سیدہ ہندہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ شام پہنچ کر وہ اپنے بیٹے سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کے حبش میں شامل ہو گئے۔ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر نے رضا کاروں کے ذریعے پیغام بھجوایا کہ وہ دمشق کا محاصرہ جاری رکھیں اور اس کی فتح کے بعد حص

اور انطاکیہ پر حملہ کریں۔

ہرقل خود محض میں مقیم تھا۔ اجنادین کی شکست کی خبر سن کر وہ بلبلا اٹھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اب دمشق کی طرف بڑھے راستہ میں فحل کی مشہور چھاؤنی تھی۔ اپنے نے سیدنا ابوالاعور رضی اللہ عنہ کو فحل پر نظر رکھنے کا حکم دیا۔ اور خود دریائے یرموک کے کنارے یا قوصہ پہنچ گئے۔ یا قوصہ میں جنگ ہوئی اور رومی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ پھر دمشق کی جانب روانہ ہو گئے۔

## جنگ مرج الصفر

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جیسا رومیوں کو معلوم ہوا کہ انہیں اب دمشق پہنچنے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی تو انہوں نے نہایت دور اندیشی سے ان کو راستہ میں ہی روکنے کے لئے دمشق سے بارہ میل کے فاصلہ پر مرج الصفر کے مقام پر اپنی فوج کو جمع کیا۔ ۱۹ اگست ۳۳۷ء مطابق ۱۹ جمادی الآخر ۳۷۷ء کو یہ جنگ لڑی گئی۔ اس جنگ کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اس میں انفرادی پُرکئی بھڑپیں ہوئیں۔ رومیوں کے لشکر میں کئی نام ور جنگجو تھے۔ پہلی بھڑپ اس طرح شروع ہوئی کہ چند رومی جنگجو اپنی صفوں سے آگے نکل کر مبارزت طلب ہوئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ضرار بن سیدنا شریح بن سیدنا عبد الرحمن بن خلیفہ رسولؑ اور چند دیگر مجاہدین کو ان سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ ہر مسلمان مجاہد نے اپنے مقابل رومی جنگجو کو قتل کر دیا۔ نیم برہنہ مجاہد کبیر سیدنا ضرار بن سیدنا شریح کو ہلاک کیا۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو واپسی کا حکم دیا اور خود آگے بڑھ کر مبارزت طلب کی۔ رومی لشکر میں کلوس اور عزازیر دونوں گرامی سالار تھے۔ اور لڑائی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ مگر دونوں کے درمیان کچھ رقیبانہ چشمک تھی۔ عزازیر کے طعنوں سے مشتعل ہو کر کلوس آگے بڑھ کر کلوس نے بڑے ماہرانہ انداز میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا نیزے اور تلوار کے

بعد کشتی تک نوبت پہنچی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کلوں کو بچھاڑ کر گرفتار کر لیا۔ عزازیر کلوں کی گرفتاری سے دل میں بڑا خوشی ہوئی۔ اب وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا میں شام کا رمیدان ہوں۔ میں ایسا نیوں کا قاتل ہوں۔ میں ترکی عساکر کو نیست و نابود کرنے والا ہوں میں ملک الموت کا ہم نام عزرائیل ہوں۔ اس نے قریب پہنچ کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کلوں کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا ہے۔ اگر تم اسے قتل کر کے اس کا سر مجھے دے دو تو میں اس کے بدلے میں تمہیں ایک ہزار دینار زر رفت کی دس قبائیں اور پانچ گھوڑے نذر کروں گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے یسین کر فرمایا تو کلوں کے سر کی قیمت ہوتی تم اپنے سر کی کیا قیمت دو گے۔ عزازیر یسین کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے جملہ آور ہوا۔ عزازیر کی جنگی مہارت اور لڑائی کے داؤ پیچ نے آپ کو حیران کر دیا اس نے اچانک رخ بدلا اور بھاگنے کے انداز میں، میدان کے چکر کاٹنے لگا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے آگے آگے۔ اب آپ نے محسوس کیا کہ میرا گھوڑا خشک گیا ہے اور عزازیر کا گھوڑا ابھی تازہ دم نظر آتا ہے۔ مورخین نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اور عزازیر کی گفتگو بڑے دلچسپ انداز میں قلمبند کی ہے۔ عزازیر ایک لسان، حاضر جواب اور شگفتہ مزاج انسان تھا جب اس نے مسلمان سالار اعظم کے گھوڑے میں تھکاوٹ کے آثار دیکھے تو اس نے اپنے گھوڑے کو روک دیا اور کہنے لگا میرے عرب بھائی یہ مت سمجھ کہ میں ڈر کر بھاگا تھا۔ دراصل میں تم پر کرم کر رہا ہوں میں عزرائیل ہوں میں روحوں کو قبض کرنے والا ہوں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے گھوڑا چھوڑ دیا۔ عزازیر یہ دیکھ کر ان پر جھپٹا مگر آپ نے نہایت پھرتی سے اس کا وار بچا کر اس کے گھوڑے کی اگلی دونوں ٹانگیں کاٹ دیں۔ عزازیر اپنے گھوڑے کے ساتھ ہی زمین پر آ رہا۔ آپ نے نہایت چابکدستی سے اسے گرفتار کر لیا۔ عزازیر کی گرفتاری پر رومی فوجوں نے اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا۔ عین اس وقت امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے جیوش لے کر پہنچ گئے۔ گھنٹہ بھر کی شدید جنگ کے بعد رومی ہزاروں

لاشیں چھوڑ کر دمشق کی طرف بھاگ نکلے۔

## دمشق

دمشق کو اس زمانہ میں جنت شام کہا جاتا تھا۔ بعد میں یہی مقام خلفائے بنو امیہ کا دار الخلافہ بنا۔ جہاں بیٹھ کر خلفائے بنو امیہ نے چار دہائیوں کا عالم میں اسلام کے پھریرے اڑائے۔ دنیا بھر کی ہر چیز یہاں بافراط میسر تھی۔ یہاں دولت تھی۔ تہذیب تھی۔ ثقافت تھی۔ عبادت گاہیں تھیں، فوج تھی۔ اندیشہ تہذیب کا گہوارہ تھا۔ شہر کا مرکزی حصہ گیارہ میٹر فصیل کے اندر واقع تھا۔ فصیل شہر کے باہر مصنافات اپنی سرسبزی و شادابی میں اپنا مخصوص مقام رکھتے تھے۔ شہر کے فصیل طولاً ایک میل اور عرضاً نصف میل تھی اس میں داخل ہونے کے لئے چھ دروازے تھے۔ باب شرق، باب توما، باب جابیہ، باب فوادیس۔ باب کیسان اور باب صغیر، شمالی فصیل کے ساتھ ایک معمولی سا دریا بہتا تھا۔ دمشق میں ہر قتل کا داماد توما فوجی سپہ سالار تھا۔ وہ ایک بے نظیر شجاع فوجی قیادت میں ماہر، ذہانت اور علم و فضل کا پیکر ایک مخلص عیسائی تھا اس کا نائب ہر بیس نامی ایک عیسائی جانباز تھا۔ دمشق کی محافظ فوج کا سالار عزادیر تھا۔ جو مسلمانوں کے محاصرے سے پہلے ہی دوسرے سالار کو لیس کے ہمراہ مرج الصفر کے مقام پر گرفتار ہو چکا تھا۔

ہر قتل کو جنادین میں رومیوں کی شکست نے چوکانا کر دیا تھا۔ اب اس نے انطاکیہ کو اپنا مرکزی مقام بنا کر دمشق کے دفاع پر پوری توجہ منحطف کر دی تھی اس نے انطاکیہ سے پانچ ہزار کا لشکر کلاس کی قیادت میں دمشق روانہ کیا تھا۔ کلاس کی گرفتاری کا ذکر سابقہ سطور میں گزر چکا ہے تو مانے بڑی دوز اندیشی سے دمشق میں سامان رسد جنگی اسلحہ اور فوجوں کے جمع کرنے کا انتظام کیا۔

## اسلامی لشکر میں فوجی نوعیت کی پہلی تنظیم

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ رومیوں سے جنگیں لڑ کر اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ اب ان کی طرز پر اسلامی لشکر کو متعدد چھوٹے چھوٹے جلیشوں میں تقسیم کر کے انہیں چند بڑے جیوش کی شکل دی جاتے۔ اور وہ فوجی جیوش سپہ سالار اعلیٰ کے مقرر کردہ جیوش کمانڈروں کے حکم کے پابند ہوں۔ اس سے پہلے صرف لڑائی کے وقت ایسی صورت اختیار کی جاتی تھی۔ مگر اب یہ حکم ہر وقت کے لئے لازمی تھا۔ رسد کی فراہمی، خبروں کے پہنچانے کا انتظام، خبری جاسوسی، رسالوں کے جلیش الگ الگ شعبوں میں تقسیم کئے دور حاضر میں متمدن ترین فوجوں کی تقسیم کی بنیاد کا سہرا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے۔ خفیہ خبر رسانی کا اس فادر اعلیٰ انتظام کیا کہ انہیں براہ راست لمحہ لمحہ کی خبریں پہنچی رہتی تھیں۔ مرج الصفر کی فتح کے بعد اسلامی لشکر دمشق کے مضافات میں پہنچ گیا۔ ۱۹ جمادی الثانی کو مرج الصفر کی جنگ لڑی گئی اور ۲۰ جمادی الثانی کو مسلمانوں نے دمشق کو گھیرے میں لے لیا۔ دمشق میں اس وقت ۱۵-۱۶ ہزار مستقل رومی فوج تھی۔ اور شہر کی آبادی میں مضافات سے بھاگ کر پناہ لینے والوں کی تعداد کا اندازہ نہیں مسلمان لشکر کی تعداد فتوحات شام کی ابتداء میں اٹھارہ ہزار تھی۔ مگر متعدد جنگوں میں ان کے سینکڑوں سے متجاوز مجاہد شہید ہو چکے تھے۔ بے شمار زخمی تھے۔ ان میں سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک دستہ فیل کے مقام پر متعین کر رکھا تھا۔ ایک متحرک دستہ رومیوں کے امدادی دستوں کی مزاحمت کے لئے مامور کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنا فوجی مرکز ایک خانقاہ میں قائم کیا۔ اور خانقاہ کے راہبوں نے مسلمان زخمیوں کی تیمارداری کے فرائض بخوشی ادا کئے۔ عراق سے صحرائی سفر کے وقت مسلمان فوجیوں نے اپنی خواتین کو مدینہ بھیج دیا تھا۔ مگر جب وہ شام میں پہنچے تو کئی فوجیوں کی عورتیں لشکر میں پہنچ گئیں حالات نہایت محذوشر تھے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ اس وقت وہ نہ



تو خود آرام کرتے تھے نہ کسی کو آرام کرنے دیتے تھے۔ مدینہ سے آنے والی خواتین کے ہمراہ ہزاروں رضا کار بھی پہنچ چکے تھے۔ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ اعلان کی زوجہ سیدہ ہندہؓ کا ذکر گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے فحل کے دستے اور متحرک دستے کے علاوہ باقی لشکر کو چھ حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر جیش میں چار ہزار سے پانچ ہزار تک مجاہد تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان فوجیوں کی تعداد مجموعی طور پر تیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ہر جیش پر ایک مستقل سالار مقرر کر کے انہیں شہر کے مختلف دروازوں پر متعین کیا۔

باب جابیہ۔ امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضی

باب توہام۔ سیدنا شریحیل رضی

باب فراہیں۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ جو آگے چل کر فاتح مصر ہوئے۔

باب کیسان اور باب صغیر۔ سیدنا زید بن سیدنا ابی سفیانؓ

سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو دو ہزار سواروں کا متحرک دستہ کر حکم دیا کہ وہ ہر وقت گشت کر کے دیکھ بھال کرتے رہیں اور اگر کسی دوا دے سے رومی نکل کر کسی اسلامی جیش پر حملہ کریں تو ان کی مدد کریں۔ رومی فوجیوں کے فرار کے تمام راستے بند کر دیتے۔ مگر یہ ہدایت بھی کی کہ اگر شہری لوگ کہیں جانا چاہیں تو رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔

محاصرے سے دوسرے دن عزالیر اور کلوس کو بیڑیوں میں جکڑ کر فصیل کے سامنے لایا گیا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ فصیل پر گشت کرنے والے رومیوں کے سامنے سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے ان کی گردنیں مار دیں۔ محاصرے کو تین ہفتے گزر گئے مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ ہر قتل نے بارہ ہزار پر مشتمل سپاہ

کو سامان رسد دے کر دمشق روانہ کیا۔

## بیت لہیا کی جنگ

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو جب ہرقل کی ملک کے متعلق ان کے مخبروں نے بتایا تو آپ نے پانچ ہزار سواروں کا جیش برہنہ مرد کارزار یعنی سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بیت لہیا کی طرف بھیجا۔ اور جلد بازی سے احتراز کرنے کی ہدایت کی۔ مگر سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ اور احتیاط بالکل متضاد چیزیں تھیں۔ سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کو بطور نائب سالار ان کے ہمراہ بھیجا۔ بیت لہیا کے مقام پر سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کے پانچ ہزار لشکر ہرقل کی بارہ ہزار منظم فوج سے بھڑکتے۔ نیم برہنہ مرد کارزار نے تمام احتیاطی تدابیر کو بالائے طاق رکھ دیا اور دشمن کی فوج میں دو رنگ اندر چلے گئے۔ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کا دایاں بازو دشمنوں کے تیر سے برسی طرح زخمی ہو گیا۔ رومیوں نے ان کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اور انہیں گرفتار کر کے اپنے لشکر کے عقب میں بھیج دیا۔ سیدنا رافع رضی اللہ عنہ نے انہیں دشمن کے جنگل سے آکر اور ان کے لئے بڑی شدت سے کئی حملے کئے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر سیدنا رافع رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ وقت بڑا نازک تھا۔ اگر وہ سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کی طرف ملک بھیجتے ہیں تو رومی دمشق کا محاصرہ کسی وقت بھی توڑ کر مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور اگر سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کو ملک نہیں پہنچتی تو رومی لشکر سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کے لشکر کو نہر بیت دے کر دمشق پہنچ سکتا ہے۔ آخر آپ نے بڑی دوامد لیشی سے خود بیت لہیا پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ مگر اس طریقہ سے کہ دمشق کے محصورین کو ان کی غیر حاضری کا علم نہ ہو سکے۔

## تاریخ اسلامی کا زندہ جاوید کردار اور ایک اہم نقش

دشمن کی فوج کی قیادت امین الامت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے سپرد کر کے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ آدھی رات کے قریب اپنے چار ہزار آدمودہ کار ساتھیوں کو ہمراہ لے کر بیت لبیا کی طرف روانہ ہوئے۔ اور صبح کے آثار نمودار تھے ہی میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دشمنوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ ان کے جلیش کے عقب سے سیاہ کپڑوں میں ملبوس پھریرے بدن کا ایک نوجوان چارائینہ پہنے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں نیزہ لے کر دشمن کے سامنے کی صف پر پھٹکا۔ سوار کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ یہ سوار گھوم گھوم کر نہایت غضب ناک انداز میں دشمنوں پر پھٹتا رہا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا نقاب پوش رومی لشکر کے کسی ایک مقام کو نشانہ بناتا ہے اور ایک دور درمیوں کو ہلاک کر کے گھوڑے کو پیچھے گھماتا ہے اور پھر دوسرا حملہ کرتا ہے۔ چند رومی اسے گھیرے میں لینے کے لئے آگے بڑھے مگر جو اس کے سامنے آیا ڈھیر ہو گیا۔ جب مسلمانوں کی پوری فوج نے رومیوں پر حملہ کیا اس وقت بھی اس نوجوان نے اپنی انفرادی جنگ جاری رکھی۔ تھوڑی دیر بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان کے قریب پہنچ کر کہا اے جاننازاتو کون ہے اور اپنا نام بتانا کہ ہم تیری مناسب قدر و منزلت کر سکیں۔ مگر نقاب پوش سوار ان کے قریب سے کتر کتر بھاگ گیا اور دوسروں پر ایک بار پھر لپکا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اس سوار کے قریب ایک بار پھر پہنچے اور کہا تم اپنی قدر ہمارے دلوں میں بٹھانے کیلئے بہت کچھ کر چکے ہو۔ بتاؤ تم کون ہو؟ نقاب پوش نے گھوم کر جب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کیا تو آپ بصد مشکل اپنے آپ پر قابو رکھ سکے وہ ایک نوجوان لڑکی تھی۔ اس نے کہا یا امیر! میں محض حیا کی وجہ سے آپ سے منہ پھیر لیتی رہی۔ میں خولہ بنت الازور ہوں اور ضرارہ کی بہن میرا بھائی گرفتار ہو گیا ہے میں

جب تک اسے دشمن کی قید سے آزاد نہیں کرالوں گی لڑنے سے ہاتھ نہیں روک سکتی۔  
 سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے اختیار نکلا الاذور کتنا خوش نصیب  
 ہے جس کے گھر ضرار رحمہ اور خولہ رحمہ جیسی اولاد پیدا ہوئی۔ لڑائی دوپہر کے قریب رومی فوج  
 کی شکست کی صورت میں اختتام پذیر ہوئی۔ مگر سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کا کوئی پتہ معلوم نہ ہوا  
 سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک دستے کو حکم دیا کہ رومی فوج کے عقب کی طرف  
 بڑھو۔ جب مسلمانوں کا دستہ تیز رفتاری سے آگے بڑھا تو انہوں نے دیکھا کہ رومیوں کا ایک  
 دستہ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو گھوڑے پر پابندھے بھاگا جا رہا ہے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ  
 کر ان پر حملہ کر دیا اور سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو ان کی حراست سے چھڑا لائے سیدہ خولہ رحمہ  
 بھی مسلمانوں کے اس دستے میں شامل تھیں۔ جوں ہی انہوں نے بھائی کو دیکھا بھاگ کر اس  
 سے لپٹ گئیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا سحطب بن الاسود کی قیادت میں ایک جہش  
 کو جھگڑوں کے تعاقب میں بھیجا اور خود دمشق واپس پہنچ گئے۔

## تسخیر دمشق

رومیوں کی امدادی فوج کی شکست کی خبر دمشق پہنچی تو وہاں سراپمگی پھیل گئی انہیں  
 اب مزید کسی ملک کی کوئی امید نہ رہی ہر طرف سے ناامیدی کے بادل امنڈ کر چھا رہے تھے  
 چنانچہ ممتاز شہریوں کا ایک وفد روم کے پاس پہنچا اور کہا کہ مسلمان سپہ سالار سے صلح کی گفتگو  
 کی جائے۔ مگر وہ نہ مانا ستمبر ۳۶۳ء کے تیسرے ہفتے تو نے ایک دروازے سے باہر نکل کر مسلمانوں  
 پر حملہ کر دیا۔ اس دروازے پر سیدنا شہر حبیل رضی اللہ عنہ کا لشکر تھا۔ متعدد مسلمان شہید ہو گئے۔ جن میں  
 سیدنا ابان بن سعید رحمہ بھی تھے۔ ان کی شادی ہوتے ابھی چند دن ہی ہوتے تھے۔ ان کی زوجہ  
 ایک اور بہادر خاتون

ایک جانباز تیر انداز خاتون تھیں۔

اس نوجوان بہادر بیوہ خاتون نے دشمن کے ایک اسقف کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا جو ایک بہت بڑی صلیب اٹھاتے اپنے لشکر کو جنگ کے لئے ابھار رہا تھا۔ تاہم رومیوں کا پلہ بھاری رہا۔ تو ما بڑھ بڑھ کر حملہ کرتا تھا۔ تو ما مسلمان سالار سیدنا شہر جیلؒ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اسی بیوہ خاتون نے تاک کر اس کی آنکھ میں تیر مارا۔ وہ تیر کھاتے ہی گر پڑا۔ اس کی فوج نے اسے اٹھایا اور بھاگ کر قلعہ میں داخل ہو گئی۔ اس روز اس بہادر خاتون کی تیر اندازی سے بے حساب رومی مارے گئے۔ تو ما کی آنکھ سے تیر نہ نکل سکا اور اسے کاٹ دیا گیا۔ اس نے اسی رات دوبارہ حملے کا حکم دیا۔ سیدنا شہر جیلؒ کے پاس بہت تھوڑی فوج تھی۔ ان کی مدد کے لئے نبیم برہمنہ مرد کا نزار سیدنا ضرارؒ بنی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ تو ما نے حکم دیا کہ تمام دروازوں سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے۔ سیدنا شہر جیلؒ کے مقابل رومیوں کو سیدنا ضرارؒ پسپا کرنے کے بعد سیدنا بنید بن سیدنا ابی سفیانؒ کی کمک کو پہنچ گئے۔ اور وہاں سے بھی رومیوں کو بھگا دیا رومی جس طرح قلعہ سے باہر آچکے تھے۔ اسی طرح بھاگ کر قلعے میں داخل ہو گئے۔ مگر اپنے پیچھے ہزاروں لاشیں چھوڑ گئے۔ سیدنا شہر جیلؒ کے ہاتھوں رومی گھیرے میں آ گئے۔ تو ما نے بڑی جواغردی کا مظاہرہ کیا مگر آخر بھاگ کر جان بچاتی رومی دمشق میں از سر نو صورت حال پر غور کرنے لگے۔

## ایک عاشق نامراد کی وارفتہ مزاجی

ایک یونانی عیسائی یونس ابن مرقس کی ایک یونانی دوشیزہ سے شادی ہوتی تھی جسے وہ والہانہ انداز میں چاہتا تھا مگر مسلمانوں کے حملے کی وجہ سے رخصتی معرض التوا کی نذر ہو چکی تھی۔ اس کی تمام منت خوشامد یکساں ہو گئی تو وہ اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بنا کر سیدنا خالد سیف اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اگر آپ میری زوجہ میرے حوالے کرادیں تو میں آپ کو قلعہ میں داخل ہونے کا نغیہ راستہ بتاتا ہوں۔ آپ کو اس کی بات میں صداقت نظر آتی ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور وہ مسلمان

ہو گیا۔ اور جب وعدہ آپ کو شہر میں داخل ہونے کا طریقہ بتایا۔ آپ قلعہ کے ایک ایسے مقام سے جہاں رومی فوج کی تعداد کم تھی۔ کنہیں لگا کر سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ، سیدنا مذکور بن عدی فصیل پر پہنچ گئے۔ چند اور جانباز بھی فصیل پر چڑھ گئے اور سب نے لڑتے بھڑتے باب الشرق کھول دیا۔ اس ہنگامہ میں رومی فوج مقابلہ پر پہنچ گئی۔ تو مانے یہ صورت حال دیکھی کہ اگر قلعہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا تو بنیوں پر بھاری پانی مشکل ہو جائیگی وہ دوسرے دروازے کی طرف لپکا جس کے باہر امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا جیش تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر صلح کی شرائط طے کیں اور قلعہ کا دروازہ کھول کر انہیں ہمراہ لے کر شہر میں پہنچ گیا ایک طرف سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بزور شمشیر نصف شہر فتح کر چکے تھے اور دوسری طرف باب جابیہ سے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے جلو میں آگے بڑھ رہے تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے کی کاروائی کا کوئی علم نہ تھا۔ جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو ایک عجیب منظر پیش آیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نصف شہر بزور شمشیر فتح کیا ہے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان کے ماتحت ایک دستے کے سالار تھے۔ ان دونوں عظیم ہستیوں کی اس وقت کی گفتگو کو اکثر مؤرخین نے قلمبند کیا ہے۔ امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک ماتحت سالار تھے مگر ان کے پاس ایک ایسی طاقت تھی جس کا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا۔ اور سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے محل عالی حوصلگی، وسیع مشربی اور بردباری کی وجہ سے ایسے نازک وقت میں اپنی پوزیشن کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اللہ اللہ وہ کس قدر بلند ترین کردار کے حامل لوگ تھے۔ انہوں نے نہایت عالی حوصلگی سے سیدنا خالد سیف اللہ کے غصے کو برداشت کیا۔

باقی تین جیوش کے سالار بھی موقع پر پہنچ گئے۔ تو نہایت بے چینی سے دو مسلمان سالاروں کی باتیں سن رہا تھا۔ بظاہر تمام اختیارات سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھے مگر یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ حقیقت میں اصل اختیارات اب سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے

بہر حال صلح نامہ لکھا گیا مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ شرط پیش کی کہ رومی شہر چھوڑ دیں مگر زائر راہ کے علاوہ یہ کچھ بھی اپنے ہمراہ نہیں لے جاسکیں گے۔ سیدنا ابو عبیدہ نے فرمایا میرا ان سے جو معاہدہ ہوا ہے اس میں یہ بات شامل ہے کہ رومی اپنا تمام ساز و سامان لے جاسکتے ہیں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی طبیعت پر جبر کر کے یہ شرط بھی تسلیم کر لی۔ شرح جزیرہ ایک دینار فی کس مقرر ہوتی اور یہ وعدہ ہوا کہ تین دن کے اندر یہ لوگ شہر خالی کر کے جہاں جانا چاہتے ہیں چلے جائیں۔ مگر تین روز کے بعد مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہو گا کہ جو بھی رومی سامنے آیا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ شہر خالی ہوتا رہا۔ مال و اسباب سے لدی گاڑیاں شہر سے نکلتی رہیں۔ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ مال و اسباب کو ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر افسوس کرتے رہے۔ ہر قتل کی بیٹی تو ماکی بیوی بھی اس قافلے میں شامل تھی۔ اور اس وارفتہ مزاج عاشق کی محبوبہ بھی قافلے کے ہمراہ جا رہی تھی۔ اچانک سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عقب میں ایک سسکی کی آواز سنی گھوم کر دیکھا تو یونس تھا۔ آپ نے فرمایا یونس! اب تمہارا معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

**جنگ مرج الدیمباج** | مگر یونس نے جواب دیا یا امیرائیں ایک مختصر سے راستے کو جانا ہوں۔ اگر آپ تین دن بعد بھی یہاں سے نکلیں گے تو میں ایک

دن میں آپ کو قافلے تک پہنچا دوں گا۔ یہ سن کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ہشاشمت کا نور پھیل گیا۔ آپ یونس کی رہبری میں چوتھے روز دمشق سے روانہ ہوئے اور قافلے کو راستے میں جالیا۔ ان کے ساتھ سیدنا مضر رضی اللہ عنہ، سیدنا رافع رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اس تیز رفتار رسلے نے انطاکیہ سے تھوڑی دور درمیں کو جالیا مسلمانوں کے حملے کا اس وقت علم ہوا جب نیم برہنہ مرد کارزار اپنے ایک ہزار جنگ آزمودہ سواروں سے ان پر ٹوٹ پڑا۔ نصف گھنٹے بعد سیدنا رافع بھی ایک ہزار سوار لے کر پہنچ گئے۔ اور آدھے گھنٹے بعد سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی لڑائی میں شامل ہو گئے۔ رومی باوجود کثرت لشکر

کے مسلمانوں کے حملے کے اس طریق کار سے گھبرا گئے۔ مغرب کے قریب ان کے کانوں میں

انا فارس الصدید

انا خالد بن الولید

کے مشہور جزیر کی آواز پہنچی تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ تو ما اور ہر بیس آپس کے ہاتھوں قتل ہوتے۔ رومی ہزاروں قتل ہوئے ہزاروں نے بھاگ کر جان بچائی۔ یونس نے اپنی محبوبہ کو ڈھونڈ نکالا۔ اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے چشم زدن میں اپنی نعل سے خنجر نکال کر اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اس کے صدمے کا علم ہوا تو انہوں نے قیدی عورتوں میں ایک خوبصورت ترین عورت جو جواہرات سے لدی ہوئی نظر آتی تھی یونس کے حوالے کی۔ مگر یونس نے اسے دیکھا تو اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ ہر قل کی بیٹی اور تو ما کی بیوہ تھی۔ اس نے کہا یا امیرا میں اب تمام زندگی کسی عورت کو اپنی شریک حیات نہیں بناؤں گا۔ مسلمانوں کا لشکر بے حساب مال غنیمت سے لدی چھندا واپس ہوا۔ وہ ابھی اپنے مستقر پر پہنچے ہی تھے کہ ہر قل کا سفیر پہنچ گیا اور اس نے ہر قل کی طرف سے کہا میری بیٹی کو آزاد کر دیجئے اور جس قدر نقد فدیہ مطلوب ہو حاضر کرنے کو تیار ہوں۔ اور اگر بخشش کے طور پر اسے آزاد کر دیں تو یہ امر آپ کی شرافت کے شایان شان ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جس طرح ایک مرد کا زنا کرتے اسی طرح ان میں بخشش و عطا اور قیاضی کے اوصاف بھی بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ نے ہر قل کی بیٹی کو بغیر فدیے لے آزاد کرنے کا حکم دیا۔

یونس کی دلجوئی کی آپ نے بڑی کوشش کی مگر اس نے مجروح رہنے کا پختہ عزم کر لیا تھا آخر وہ عزم و استقلال کا پیکر دو سال بعد جنگ یرموک میں شہید ہو گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ سلمہ انتظامی امور سے فارغ ہو کر تفصیلی حالات سے مطلع کرنے کیلئے خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر کی خدمت میں قاصد بھیجا یہ خط ۸ شعبان ۳۷ھ کو لکھا گیا۔



## اپنے اپنے مقام پر تین بلند کردار انسان

سیدنا عمر فاروق اعظمؓ، شہکار رسالت ہیں، مراد محمد ہیں، فاتح عرب و عجم ہیں۔ لسان رسالت مآب سے لو کان نبی بعدی لکان عمر میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا ماس تمہ سرمدی سے مفتخر ہیں کہ جس راستے ایک بار عمر نہ گزر گیا قیامت تک اس راستے شیطان نہیں گزرے گا۔ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ امین الامت ہیں، عشرہ مبشرین سے ہیں۔ اس وجہ سے الاثرم کہلاتے ہیں کہ غزوہ اُحُد کے موقع پر آپؐ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مقدس سے زندہ کی پھنسی ہوئی کڑیاں اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالتے ہیں اور سامنے کے دودانت شدید ہوجاتے ہیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساران مبارک سے چہرہ مس ہوتا ہے کیا معلوم وہ لمحات مقدس کس قدر روح افزا تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہی کافی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا خطاب عطا فرماتے ہیں اس بھری دنیا میں اس خطاب کے عشر عشر کی سعادت بھی کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ اور نہ قیامت تک ہو سکے گی۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے عالم بقا کو تشریف لے جاتے ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عالم اسلام کی سربراہی کے فرائض سنبھالتے ہیں۔ ۲۲-۲۳ جمادی الثانی ۳ھ کی درمیانی شب آپ واصل بحق ہوتے ہیں۔ مدت خلافت دو سال تین ماہ اور گیارہ دن اسی مختصر سی مدت میں دو لڑائیاں آپ نے شروع خلافت میں خود لڑیں اور باقی تمام فتوحات کا سہرا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سر پر اس عرصہ میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے طلحہ اسدی مالک، بن نویرہ، لقیط بن مالک، حطم بن غبیبہ، مسیلہ کذاب، ام زہل، سجاح جیسے مرتدین کا قلع قمع کیا۔ اور جنگ ذات السلاسل، جنگ قارن، جنگ ولجہ، جنگ لیس، جنگ حیرہ، جنگ انبار، جنگ عین التمر، جنگ دومۃ الجندل، جنگ حیدر، جنگ مضع، جنگ فراص

جنگ دمشق وغیرہ میں شاندار فتوحات سے عالم اسلام سر بلندی سے ہمکنار کیا۔ ۲ شعبان ۱۳ھ کو جنگ مرج الدیباج میں فتح کے بعد آپ نے خلیفہ اسلام کو خط لکھا لیکن اس سے پہلے عین فتح دمشق کے موقع پر سیدنا ابو عبیدہ الجراح کو آپ کی معطلی کا پیغام پہنچ چکا تھا مگر اس بلند کردار انسان نے اس نازک وقت میں جب ہر دو عظیم انسان دمشق کے وسطی چوک میں ایک دوسرے سے الجھ رہے تھے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے صبر، تحمل، بردباری اور جذبہ ہمت اسلام کی داد کوئی کہاں تک دے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی پے درپے فتوحات تمام عالم اسلام میں ایک فتح کا نشان بن گئیں۔ رضا کار بھاگ کر ان کے لشکر میں پہنچتے اور یہ تصویر یقین کی حد تک ان کے دلوں میں پختہ ہو گیا کہ یہ تمام فتوحات سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی مرہون منت ہیں۔ ۲۳ جمادی الثانی۔

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب دیکھا کہ مسلمانوں نے تمام فتوحات کا سبب صرف سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو سمجھ لیا ہے اور اسلام کے لئے یہ شخصیت پرستی کسی وقت کسی قسم کے فتنہ کا سبب بن سکتی ہے تو آپ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے ہی سہنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے سے معزول کر کے سیدنا ابو عبیدہ الجراح کو اسلامی لشکر کا کمانڈر انچیف بنائے جانے کا حکم صادر فرما دیا جو عین فتح دمشق کے وقت سیدنا ابو عبیدہ الجراح کو پہنچا۔

سیدنا ابو عبیدہ الجراح نے فتح دمشق کے بعد مرج الدیباج کی جنگ تک قطعاً کسی سے اس کا ذکر نہ کیا وہ صرف اسلام کی سر بلندی کے خواہاں تھے۔ وہ ہر قسم کے عہدہ کی خواہش سے مستغنی تھے۔ مرج الدیباج کی فتح کے بعد سیدنا ابو عبیدہ الجراح رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو الگ لے جا کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خط پڑھنے کے لئے دیا۔ خط کا مفہوم بالکل واضح تھا کہ وہ اپنے عہدے سے برطرف کر دیئے گئے ہیں۔ اور ان کی جگہ سیدنا ابو عبیدہ الجراح

کو اسلامی لشکر کا کمانڈر مقرر کیا گیا ہے۔

خط پر مرقوم تاریخ دیکھنے سے انہیں معلوم ہوا کہ یہ خط مہینہ بھر پہلے کا آیا ہوا ہے چنانچہ انہوں نے سیدنا ابوعبیدہ الجراحؓ سے پوچھا آپ نے مہینہ بھر یہ خبر کیوں چھپاتے رکھی۔ انہوں نے جواب دیا میں اس وقت تمہارے اقتدار میں کسی کی کو پسند نہیں کر سکتا تھا جب تک دشمن سے برسرِ پیکار تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان سے رخصت ہو کر مرجھکاتے ہوئے آہستہ آہستہ اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ انہیں اس روز بڑی شدت اپنے دشمن، اپنے دوست اپنے ملائینا سیدنا ابوبکر صدیقؓ یاد آئے۔

۳ شعبان ۳ؓ تمام لشکر اسلام کو جمع کر کے اس تبدیلی سے آگاہ کیا گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ صرف تلوار کے دھنی ہی نہ تھے بلکہ وسعت نظری، عالی ظرفی اور بلند حوصلگی میں بھی نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے بلا تردد کہا اگر سیدنا ابوبکر صدیقؓ وفات پا گئے ہیں اور ان کی جگہ اب سیدنا عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں تو میں اب ان کا بھی اسی طرح فرمانبردار ہوں جس طرح سیدنا ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کا فرمانبردار تھا۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ میری طرف سے ذرہ بھر شکر رنجی کا اظہار بھی اسلامی فوج میں امتشاکِ سبب بن سکتا ہے وہ ایک سچے سپاہی اور مخلص مسلمان کی طرح اسی لشکر میں ایک عام سپاہی کی طرح کام کرنے کو تیار ہو گئے جس لشکر کے وہ کمانڈر انچیف تھے۔ عموماً ہوتا یہ ہے کہ اگر کسی سالار کے مرتبہ میں کمی کی جاتی ہے تو اسے یا تو اس مقام سے تبدیل کر دیا جاتا ہے یا وہ خود ہی فارغ ہو کر الگ ہو جاتا ہے مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ سب فروعی باتیں تھیں وہ جس طرح بحیثیت ایک سالار کے اسلامی خدمات انجام دیتے چلے آئے اسی طرح بطور ایک سپاہی کے کام کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔

## چوتھا دور

یہاں سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی چوتھا دور شروع ہوتا ہے۔ آج تک تاریخ عالم اس قسم کی کوئی مثال نہیں پیش کر سکی کہ کسی فوج کا سالار اعلیٰ اسی فوج میں بحیثیت ایک سپاہی کے کام کرنے کو تیار ہوا ہو۔ آپ کا یہ ایک عظیم ایثار و وسعت قلبی کا مظاہرہ اور بلند اخلاق کا نمونہ ہی نہ تھا بلکہ تاریخ کے درقِ اول سے درقِ آخر تک یعنی ابتداءً و آخرتاً سے تاقیامت ایک امنٹ نقش ہے۔

## جنگ ابوالقدس

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو فوج کی قیادت سنبھالے ابھی ایک ہفتہ نہیں ہوا تھا کہ ایک عیسائی عرب نے مسلمانوں کی خوشنودی محل کوٹنے کیلئے سپہ سالار کو اطلاع دی کہ ابوالقدس کے مقام پر ایک عظیم میلہ منعقد ہونے والا ہے۔ ابوالقدس جو آج کل ابلہ کے نام سے مشہور ہے۔ دمشق سے چالیس میل دور ہے۔ وہاں سے بہت سامان غنیمت ملنے کا امکان ہے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے پاس بیٹھے ہوئے مسلمانوں سے کہا کون ابوالقدس کے مقام پر چھاپہ مارنے کے لئے تیار ہے۔ سیدنا عبداللہ بن سیدنا جعفر طیار جن کی ابھی میں بھیگ رہی تھیں۔ اور جو کچھ کر گزرنے کی خواہش لے کر چند دن پہلے مدینہ سے یہاں پہنچے تھے اپنی خدمات پیش کیں۔

”یہ وہی عبداللہ بن جعفر طیار ہیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے داماد سیدہ زینبؓ کے شوہر اور حضرات حسنینؓ کے بہنوئی تھے۔ سیدنا حسینؓ جب مکہ سے عازم کوفہ ہوئے تو آپؓ نے انہیں روکا اور آپ کی زوجہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ

روانہ ہونے سے درکریں۔ تو آپ نے اپنا لڑکا علی الزینبی ان سے لے انہیں  
طلاق دے دی“

سیدنا عبداللہ پانچ سو سواروں کا دستہ لے کر القریٰ کی طرف بڑھے۔ سیدنا ابوذر غفاریؓ  
بھی اس دستہ میں شامل تھے۔ نو جوان سالار نے جوانی کے جوش میں اور بوڑھے صحابی نے  
حصول شہادت کے جوش میں پانچ ہزار رومی فوج پر حملہ کر دیا جو میلے کی حفاظت کے لئے وہاں  
موجود تھی۔ پانچ ہزار رومیوں کے تربیت یافتہ لشکر نے پانصد مسلمانوں کو گھیرے میں لے لیا  
ایک مسلمان کسی طرح سے بھاگ نکلا۔ اور اس نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے مطلع کیا  
سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ کیفیت سنی تو گھبرا اٹھے۔ ان کی سالاری میں لڑی جانے  
والی یہ پہلی جنگ تھی۔ اور اس طرح ناکامی کی شرمندگی ان کے لئے ایک روح فرسا صدمہ تھا۔  
چنانچہ ان کی زبان پر بے ساختہ خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نام آیا۔ اور اس جاننا زحل عظیم  
نے اپنے نئے سالار کے حکم کے سامنے تسلیم خم کر دیا۔

چنانچہ آپ اپنے متحرک سالے کو لے کر بجلی کے کوندے کی طرح لپکتے ہوئے سیدنا ہزار رضی  
ہمراہی میں ابو القریٰ پہنچ گئے۔ پھر جو ہونا تھا ہوا۔ رومی بھاگ نکلے۔ اور مسلمانوں کو شامدار فتح  
حاصل ہوئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اس جنگ میں بہت سے زخم آئے مگر ان کے  
لئے اس قسم کے زخم کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام صورت حال سے خلیفہ اسلام سیدنا فاروق اعظم رضی  
کو مطلع کیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی پہلی جنگ تھی۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ میں  
بیٹھے ہوئے فوجی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مقامات کا قلعین، میسرہ اور مینہ کی قیادت، ہراول  
اور جاسوسی کے متعلق تمام ہدایات خود جاری کرتے۔ اور اس قسم کے جاسوس مقرر کئے جو اپنے لشکریوں  
کے متعلق ہر قسم کی اطلاعات انہیں ہم پہنچاتے۔

اب انہوں نے سیدنا عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین، سیدنا یزید بن سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ

و مشق سیدنا شہر حبل رنہ کو اردن کے علاقے سوچیے۔ محص فتح ہو جانے کے بعد سیدنا ابو عبیدہؓ کو محص سنبھا لیا تھا۔ کل افواج کو مل کر جب کوئی کاروائی کرنی ہوتی تھی تو سالارِ اعلیٰ کے فرائض سیدنا ابو عبیدہؓ رنہ کو سنبھالنے ہوتے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ رنہ کو کوئی عہدہ نہ دیا گیا انہیں سیدنا ابو عبیدہؓ رضی اللہ عنہ کے ماتحت کام کرنا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بے پناہ قوتوں کے ساتھ نئے سپہ سالارِ اعلیٰ کی حمايت و اعانت میں کوئی کسر روانہ نہ کی۔

## جنگِ فحل جسے ذاتِ الروغمہ یعنی کیمچر کی جنگ کہا جاتا ہے

ابوالقدس کے واقعہ نے ہر قل کو بھنبھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ اپنے وقت کا حکمران ہی نہیں بلکہ ایک تجربہ کار سپہ سالار تھا۔ اب وہ امید کی آخری کرن تک اپنی جدوجہد کو جاری رکھنے پر تیار ہوا تھا۔ اس نے فوری طور پر شمالی شام، جزیرہ اور یورپ کے تازہ دم امدادی جیوش سے اپنی فوج کو اسے نو مرتب کیا۔ مرج الدیباج کے کچے کچے لشکر بھی اس کی فوج میں آکر شامل ہو گئے۔ اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ انطاکیہ میں اور دوسرا حصہ شام اور فلسطین کی بندرگاہوں پر جمع کیا۔ مسلمانوں کے ساتھ دو بدر و تصادم سے بھی بچنا چاہتا تھا اور اس کی یہ چال تھی کہ مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے اسلامی جیوش ایک دوسرے سے رابطہ قائم نہ کر سکیں فحل کے مقام پر پہلے ہی رومیوں کا ایک محافظ دستہ موجود تھا جسے سیدنا ابوالاعور کی قیادت میں لڑنے والے مسلمان فوجیوں نے الجھا رکھا تھا۔ مسلمانوں کو مقامی جاسوسوں کے ذریعے امدادی دستوں کی نقل و حرکت کی اطلاع مل رہی تھی۔ رومی فوج کی مجموعی تعداد اتنی ہزار تھی جس کی قیادت مشہور رومی سپہ سالار سقلار کر رہا تھا۔ یہ لشکر مشرق کی طرف بڑھ کر مسلمانوں کے مختلف جیوش کے درمیان حائل ہونا چاہتا تھا سیدنا ابو عبیدہؓ رنہ نے جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا۔ فیصلہ ہوا کہ پانچ جیوش میں اسلامی لشکر کو تقسیم کر کے مختلف محاذات پر متعین کیا جائے۔ مسلمانوں کی فوج کی مجموعی تعداد تیس ہزار تھی۔ سیدنا یزید بن سیدنا ابوسفیانؓ و دمشق کے حاکم تھے۔ سیدنا شہر حبل رنہ اردن کے حکمران تھے

اور انہی کی عملداری میں فیل بھی تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلامی فوج کی قیادت سپرد کی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اسی لشکر میں ہر اول کے دستے کے سردار تھے۔ رومیوں نے مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبر سن کر دیاتے اردن کا پانی روک کر نیشی علاقے میں پھوڑ دیا اس زیر آب رقبے میں چند خشک راستے بھی تھے مگر مسلمان ان سے واقف نہ تھے یہ زیر آب رقبہ دیکھ کر مسلمان ششدر رہ گئے۔ سیدنا شریحیل رضی اللہ عنہ نے شمال مغرب کے رخ میں اپنے لشکر کو صفت آرا کیا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن العاصؓ کو مہینہ اور میسرہ کی قیادت سونپی۔ نیم برہنہ مرد کار نثار سیدنا ضرار اسلامی رسلے کے سردار مقرر ہوئے۔ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو پیش قدمی کے لئے سب سے آگے متعین کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کچھ ہی آگے بڑھے کہ ان کا تمام ہر اول دستہ کچھڑ میں پھنس گیا۔ بصد مشکل واپس ہو کر اپنے ہیڈ کوارٹر میں پہنچے۔

رومی فوج کے سالار سقلار نے سوچا کہ مسلمان اب یہ سمجھ کر کہ ہمارے اور ان کے درمیان کچھڑ کی پٹی ہے اور وہ اس وجہ سے بے خبر ہوں گے ان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا، ۲۷ ذی قعد ۳۱ھ کو رومیوں نے حملہ کر دیا۔ مگر سیدنا شریحیل رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ان پر حملہ کر دیا۔ تمام رات اور تمام دن لڑائی جاری رہی۔ سقلار مارا گیا۔ اب دوسری رات آگئی رومی دل چھوڑ کر بھاگ نکلے سیدنا شریحیل رضی اللہ عنہ محفوظ کو تعاقب کا حکم دیا۔ رومیوں نے کچھڑ کی جو سیکم مسلمانوں کے خلاف بنائی تھی۔ اس نے انہیں جیل گئے نہ دیا۔ تقریباً دس ہزار رومی مارے گئے کچھ بیسیان پہنچ گئے اور باقی مختلف اطراف میں منتشر ہو گئے۔

## جنگ بیسیان اور فتح طبرہ وغیرہ

سیدنا عمرو بن العاصؓ نے آگے بڑھ کر قلعہ بیسیان کا محاصرہ کر لیا۔ اہل بیسیان نے جزیرہ کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ سیدنا شریحیل رضی اللہ عنہ نے طبرہ پر قبضہ کر لیا۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ نے تمام حالات سے سیدنا عمر فاروقؓ کو مطلع کیا۔ اور لکھا

کہ رومیوں کا اجتہادین کے مقام پر اجتماع ہو رہا ہے دربار خلافت سے حکم آیا کہ اجتہادین پر حملہ کر دو۔ آپ نے چند لوگوں میں اجتہادین، نابلی، عماس، غزہ اور نبیہ فتح کر لئے۔

سیدنا شرجیل نے عکا اور صور کے قلعے فتح کئے اور سیدنا یزید رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی سیدنا معاویہ نے جوان کے ماتحت ایک اہم عہدے پر فائز تھے۔ صیدا، عرق، جبیل، اور بیروت پر قبضہ کر لیا۔ قیساریہ کا قلعہ سب سے زیادہ مضبوط تھا۔ خلیفہ اسلام کے حکم سے سیدنا یزید رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ نے قیساریہ کا محاصرہ کر لیا مگر رومیوں کو نیند نہ بھڑکتی تھی۔ باقاعدہ ملک پہنچ رہی تھی۔ جنگ یہ کہ یوحنا سے یہ محاصرہ اٹھایا گیا آخر قیساریہ ۱۱۷۱ء میں فتح ہوا۔ ۱۱۷۱ء کے اختتام تک فلسطین، اردن، یروشلم اور قیساریہ کے سارا شمالی شام مسلمانوں کے قبضے میں آچکا تھا۔

## مرج الروم کی فتح

محرم ۱۱۷۲ء مطابق مارچ ۱۱۷۳ء سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد سیف اللہ جنگ کو وسعت دینے کیلئے شمال کی طرف روانہ ہوئے۔ دمشق کے جنوب مغرب میں ایک وسیع مرغزار تھا جسے مرج الروم کہا جاتا تھا۔ دمشق پر سیدنا یزید بن سیدنا ابو سفیانؓ کا قبضہ تھا ان کو سیدنا عمر فاروقؓ کی طرف سے حکم ملا کہ وہ اس کے ساحل کی طرف بڑھیں۔ بہر قتل کو جب مسلمانوں کی اس نقل و حرکت کی اطلاعات پہنچیں تو وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ مسلمان اب فلسطین اور اردن پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے تھیوڈورس نامی اپنے نئے سپہ سالار اور محرم میں موجود رومی لشکر کو حکم دیا کہ دمشق روانہ ہو جائیں۔ اس فوج کا قائد شنس نامی ایک رومی جنگجو تھا مسلمان مرج الروم پہنچے تو وہاں تھیوڈورس کو موجود پایا۔ اسی روز شنس بھی پہنچ گیا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تھیوڈورس چپکے سے کھسک گیا اس کا منصوبہ یہ تھا کہ شنس مسلمانوں کو الجھاتے رکھے اور میں دمشق میں مسلمانوں کے غمخواروں پر حملہ کر دوں۔ سیدنا یزید بن سیدنا ابو سفیانؓ نے جب تھیوڈورس کی فوج کو حملہ آور نہ انداز میں دیکھا تو مجبوراً جنگ شروع



کرنا پڑی۔ مگر تھیوڈورس کی کئی گنا زیادہ فوج کے سامنے ان کے قدم اکھڑنے لگے اچانک عراق کا ہراول دستہ لکک کو پہنچ گیا اور اچانک خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے تھیوڈورس ان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ رومی بے حساب مال غنیمت چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے اچانک پہنچنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے اپنی حربی بصیرت سے اندازہ لگالیا تھا کہ تھیوڈورس نے چالاکي سے دمشق پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ تھیوڈورس کو قتل کرنے اور اس کے لشکر کی پٹائی کرنے کے فوراً بعد اپنے محاذ پر پہنچ گئے۔ مارچ ۶۳۵ء مطابق سال ۶ میں یہ معرکہ لڑا گیا۔ اس شاندار فتح کے بعد سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو حصہ پہنچنے کا حکم دیا۔

## فتح حمص

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ خود بلبلک کی طرف بڑھے۔ ان لوگوں نے پرامن طور پر ہتھیار ڈال دیے۔ آپ اس فتح کے بعد حمص پہنچ گئے۔ محاصرے کے چند روز بعد اہل حمص نے وعدہ کیا کہ دس ہزار دینار اور ایک سوز رفت کی قبائیں دیں گے۔ معاہدہ تحریر ہونے کے بعد شہر کے دروازے کھول دیتے گئے۔ اہل حمص یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مسلمان جو چیز لیتے ہیں اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔

## اہل قنسرین سے معاہدہ

اہل قنسرین نے جب حمص کا حال سنا تو انہوں نے بھی ایسی ہی شرائط پر صلح کر لی۔ ان مقامات کے انتظامی امور سے فارغ ہونے کے بعد سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے شمالی شام کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ مختلف مقامات پر کئی بھڑپیں ہوئیں اور مسلمانوں کو بے حساب مال غنیمت ملا اور بے حساب قیدی حمص کے

مقام پر جمع کئے جنہوں نے زرفیہ دے کر اور ہزیرہ کا وعدہ کر کے آزادی حاصل کی۔  
 ان جھڑپوں میں کئی مہینے لگ گئے مگر سیدنا عارف اعظم رضی اللہ عنہ کسی بہت بڑی  
 فتح کی خوشخبری سننے کے متمنی تھے۔ انہوں نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مزید پیش قدمی  
 کے لئے خط لکھا۔

## جما، شیرز، اقامیہ، معرۃ حمص کی فتوحات

وسط رمضان ۳۸۸ھ میں اسلامی لشکر جماعی طرف بڑھا۔ ان لوگوں نے بخوشی شہر مسلمانوں  
 کے حوالے کر دیا۔ اسی طرح شیرز، اقامیہ، معرۃ حمص بھی فتح کر لئے گئے۔

## دوبارہ حمص

شیرز کے مقام پر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جاسوسوں نے بتایا کہ رومیوں کی تازہ دم  
 فوجیں قنسرین اور حمص کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ اب دوبارہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے  
 حمص پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بالآخر قرعہ فال سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے نام  
 پڑا آپ حمص پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں بے حساب رومی لشکر پہنچ کر قلعہ بند ہو چکا ہے۔ سیدنا  
 ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ مسلمانوں کی فوج کی تعداد پندرہ ہزار تھی اور رومیوں کے  
 آٹھ ہزار مگر وہ قلعہ بند تھے۔

محاصرے کی تمام ذمہ داری سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ محاصرہ دو مہینے جاری  
 رہا۔ مسلمان سخت سردی میں کھلے میدان میں تھے اور رومی مکانوں کے اندر قلعہ بند تھے۔ فردری  
 ۳۸۶ھ میں سیدنا عارف اعظم رضی اللہ عنہ کا حکم پہنچا کہ حبش عراق کو واپس عراق بھیج دیا جائے۔ اس  
 کی وجہ یہ تھی کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے مشہور ایرانی جرنیل رستم اپنی فوجوں  
 کو جمع کر رہا تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا باثم بن عتبہ بن ابی وقاص کی سرکردگی میں

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متحرک رسالے کو عراق روانہ کر دیا۔ اپنے کو اپنے رسالہ کی جدائی کا سخت صدمہ پہنچا اس رسالہ سے آپ کو ایک قلبی لگاؤ تھا۔ اور آپ نے بڑی محنت سے اس کی تربیت کی تھی۔

رومیوں نے مسلمانوں کے ایک جیش کو محاصرہ چھوڑ کر جلتے دیکھا تو انہیں کچھ حوصلہ ہوا مگر محاصرہ بدستور جاری رہا۔ اب سردیوں کا موسم ختم ہو کر مارچ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا رومیوں کے پاس رسد کا ذخیرہ بھی ختم ہو رہا تھا۔ اس وقت رومی فوج کا سالار ہرئیس تھا اس نے جرأت رندانہ سے کام لے کر ایک دن اچانک باب رستن سے باہر نکل کر مسلمانوں پر بڑی شدت سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑتے دیکھ کر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو رو میوں کا حملہ روکنے کے لئے بھیجا۔ اس رجل عظیم اور بطل جلیل رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں پہنچا تھا کہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ بڑی خونریز جنگ کے بعد مغرب کے قریب ہرئیس اپنے بچے لشکر کو لے کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔

رات کو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جنگی کونسل کا اجلاس بلایا۔ مختلف طریق کار زیر بحث آئے۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ آخر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خطاب کر کے کہا اے ابوسلیمان ؓ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تم نے کوئی مشورہ نہیں دیا۔ یہ سن کر آپ نے کہا امیر ایہ رومی ان تمام رو میوں سے زیادہ بہادر ہیں جن سے اب تک سابقہ بڑا ہے۔ اے سپہ سالار اکل ہم کو یہ محاصرہ اٹھالینا چاہیے۔ اور اپنا تمام منصوبہ پیش کیا جو اگلی سطور میں سامنے آئے گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی حربی صلاحیتوں پر تمام مسلمانوں کو پورا اعتماد تھا۔ ان کے اس مشورے کے خلاف کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ دوسرے روز مسلمان محاصرہ اٹھا کر چل نکلے۔ ہرئیس نے پانچ ہزار جریدہ بہادروں کے جیش سے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی امید برآئی انہوں نے پلٹ کر رو میوں کو تلواروں کی دباؤ پر رکھ لیا۔ مسلمانوں کے دودستے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق رو میوں

کے عقب میں پہنچ گئے۔ رومی بڑی بہادری سے لڑے۔ عقب سے سیدنا معاذ بن جبلؓ بھی پانصد کا جیش لے کر پہنچ گئے سیدنا خالد سیف اللہ چاہتے تھے کہ کسی طرح ہر بیس تک پہنچ جائیں مگر ایک تنومند اور قوی ہیکل رومی پہلوان نے ان کا راستہ روک لیا۔ آپس نے تلوار سے اس پر حملہ کیا مگر تلوار ٹوٹ گئی۔ پیشتر اس کے کہ رومی آپ پر حملہ کرتا آپس اس سے لپٹ گئے۔ اور اس دیو ہیکل رومی کو اس طرح بھیچا کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئیں اور وہ بے دم ہو کر مر گیا آپس اپنی گرفت ڈھیل کی تو وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار لے کر میدان میں گونجنا شروع کر دیا۔ بے حساب رومی قتل ہوئے۔ صرف ایک سو چھان بچا کر بھاگ سکے۔ مسلمان ۲۳۵ شہید ہوئے۔ دوبارہ جب مسلمانوں نے واپس پہنچ کر حمص کا محاصرہ کیا تو رومی گھبرا اٹھے۔ انہوں نے مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ہر اس رومی لشکر کو شکست دی جو ہر قتل نے ان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ انہیں شکستوں سے متاثر ہو کر ہر قتل نے اب از سر نو اپنی فوج کی تنظیم کی۔ اور اگر مسلمان احتیاط سے کام نہ لیتے تو انہیں واپس صحرائے عرب میں دھکیل دیا جاتا۔

## جنگ یرموک

یرموک اور قادسیہ کی جنگیں دنیا کی بڑی جنگوں میں سے نہیں بلکہ دنیا کی سب سے بڑی جنگیں ہیں اور یہ دونوں جنگیں حضور خاتم النبیین والمصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی تعبیر ہیں جو غزوہ احزاب کے موقع پر ایک چٹان توڑتے ہوئے جب اس چٹان سے چٹنگاریاں نکلی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے کلمات مقدس فرمائے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ردم اور ابران کی کبتیاں دی ہیں۔ اور اللہ کی شان کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ ”مجھے“ کی تفسیر سیدنا فاروق اعظمؓ نہ ثابت ہوئے۔ جن کے ہاتھوں قادسیہ اور یرموک کے مہر کے سر ہوئے۔ بلکہ اس کلمہ مقدس ”مجھے“ کی تفسیر وہ تمام غازی، مجاہد اور

شبیدیں۔ جنہوں نے ان جنگوں میں حصہ لیا تاریخ و سیرت کی کتب کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سعادت سے اللہ تعالیٰ نے سوائے ایک آدمی کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی کو محروم نہیں رکھا۔

جس خطہ کو یرموک کا میدان جنگ بننا تھا وہ ایک ایسے محل وقوع پر واقع ہے کہ جہاں متحارب گروہوں کے لئے قدرتی طور پر آسانیاں تھیں۔ رومیوں کے لئے بحیرہ روم ایک پناہ گاہ تھی اور مسلمانوں کے لئے صحرا کی وسعت، گویا اس رزم گاہ میں متحارب گروہوں کو اپنے اپنے طور پر پوری سہولیات حاصل تھیں۔

رومی سلطنت کا دار الحکومت قسطنطنیہ تھا۔ اور اس کی سلطنت میں سب سے زرخیز خطہ شام کی سرزمین تھی۔ وہ اس سے پہلے شمال کے بربروں، کیثیا کے ترکوں اور ایران کے مذہب ترینہ نجوسیوں کو شکست دے چکا تھا۔ مگر اب اسے کڑے گھونٹ پینے پڑ رہے تھے۔ شام میں متعدد معرکوں میں اس کی تربیت یافتہ رومی فوج عرب کے غیر متدن، لوگوں سے شکستوں پر شکستیں کھا چکی تھی اس نے بڑی دورانہوشی سے ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اپنے مشہور جرنیل قناتیر کو سیدنا ابوعبیدہ رحمہ کا راستہ روکنے کا حکم دیا۔

دوسرا فوجی جرنیل جبہ کو حمص کی طرف بھیجا۔

تیسرے فوجی جرنیل یرموک دیا کو حکم دیا کہ وہ حلب کی طرف آگے بڑھ کر جبہ کی مدد کرے۔

چوتھے فوجی جرنیل کو حکم دیا کہ دیرجان جب مسلمانوں سے برسر پیکار ہو اس کی مدد کرے۔

تمام رومی فوج کے سالار اعظم ہامان کو حکم دیا کہ حسب ضرورت ہر جرنیل کو فوجی کمک پہنچائے۔ اس طرح ہر قتل نے بزم خویش مسلمانوں کی فوج کو ایک طرح سے حصا میں لے لیا تھا۔ تمام پادری صلیبیں اٹھائے مختلف محاذوں پر پہنچ گئے۔

مسلمانوں کو پہلی مرتبہ سیزر کے مقام پر رومی قیدیوں کے ذریعے ہر قتل کے اس منصوبے کی خبر پہنچی۔ وہ عجیب ہشش و پنج میں پڑ گئے۔ اس کے بعد جو اطلاع بھی انہیں پہنچی پہلی سے بدتر تھی

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ رومیوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ صحراء کے قریب قائم کیا جائے۔ اور تمام مفتوحہ علاقوں سے اسلامی فوجوں کو اس مرکز پر جمع کر دیا جائے یہ حکم تمام سالاروں کو بھیج دیا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ مفتوحہ اور مقبوضہ علاقے کے ذمیوں سے جو رقم ہزیرہ کے طور پر لی گئی تھی انہیں واپس کر دی جائے اس حکم پر جب مسلمان سالاروں نے عمل کیا تو مقبوضہ مقامات کے ذمیوں نے ان کی واپسی کے لئے جی بھر کر دعائیں کیں۔ تاریخ عالم میں یہ ایک منفرد مثال ہے۔ مسلمانوں کا اندازہ تھا کہ رومی فوج کی تعداد دو لاکھ کے قریب ہے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مشاورت کے لئے جنگی کونسل کا اجلاس بلایا۔ ایک نے یہ تجویز پیش کی اسلامی فوج واپس عرب جا کر رومیوں کے طوفان ٹٹلنے تک انتظار کرے۔ مگر یہ تجویز رد کر دی گئی۔ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ ہرچہ بادا رہیں اور ابھی جنگ لڑی جائے۔ فتح دینے والا اللہ ہے۔ اس تمام بحث کے دوران سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ آخر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو مخاطب کر کے کہا اے ابوسلیمان! تم ایک جرات مند باعزم اور سمجدار انسان ہو مگر تم ابھی تک خاموش ہو آپ نے جواب میں کہا یا امیر! میری مائے کچھ اور ہے میں آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ تمام فوج کو یرموک کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا جائے اس طرح خلیفہ کی طرف سے لگ بھگ آسانی سے پہنچ سکے گی۔ اور آپ کے سامنے لڑنے کے لئے ایک وسیع میدان ہوگا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ آپ کو چار ہزار سواروں کے متحرک رسالے کے ساتھ عقب میں چھوڑا گیا۔ آپ نے عقب سے آگے بڑھنے والے رومی دستوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ سیدنا ابو عبیدہ اس مقام پر پہنچ گئے جو تاریخ عالم میں یرموک کے نمایاں لفظوں سے مرقوم ہے۔ جلد ہی سیدنا شہر جلیل رضی اللہ عنہ، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا یزید بن سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی فوجیں پہنچ گئیں۔ چند روز کے بعد رومی لشکر بھی پہنچنا شروع ہو گیا۔ ابھی رومیوں نے پوری طرح اپنے مورچے قائم نہیں کئے تھے کہ ہرقل کا قاصد

ماہان کے پاس پہنچا۔ اور ہر قل کا پیغام پہنچا یا کہ اس وقت تک جنگ شروع نہ کی جائے جب تک پرامن مذاکرات کے تمام ذرائع کامیاب ثابت نہ ہوں چنانچہ ماہان نے جر جبر کو سیدنا ابو عبیدہؓ کے پاس بھیجا۔ جر جبر نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا مسلمان وہ تمام مال و متاع لے جاسکتے ہیں جو شام میں انہوں نے حاصل کیا ہے۔ مگر اسلامی سپہ سالار نے نفی میں جواب دیا اس کے بعد ماہان نے جبلہ کو بھیجا۔ جبلہ عرب تھا۔ اس نے صلح کی بھرپور کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس کے بعد جبلہ اپنے عرب لشکر کو لے کر بھاری اسلحہ سے لیس وسط جولائی ۶۳۶ء میں مسلمانوں کی طرف بڑھا مگر شکست کھائی۔ مسلمانوں کو چھ ہزار کی مزید کمک پہنچ گئی اب مسلمان فوج کی تعداد چالیس ہزار کے قریب پہنچ گئی جس میں ایک ہزار اصحاب رسول تھے اور ایک سو بدری صحابی تھے جن میں حواریۃ رسولؐ سیدنا زبیرؓ بھی شامل تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر بھی زاد بھائی تھے۔ ان میں سیدنا ابوسفیانؓ اور ان کی زوجہ سیدہ ہندہؓ بھی شامل تھیں۔ مہینہ بھر دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے۔ اب ماہان خود صلح کا پیغام لے کر پہنچا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے گفتگو کی جو ناکام رہی۔ بقیہ تمام دن اور تمام رات فریقین بے چینی سے جنگ کی تیاریوں میں مصروف رہے۔

میدان جنگ وادی الرقاد اور دریائے یرموک کی گھاٹی کے درمیان تھا ایک طرف جبل المجموعہ تھا۔ جو مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ ماہان نے دولاکھ کے لشکر چار برابر حصوں میں تقسیم کر کے بارہ میل لمبے محاذ پر پھیلا دیا۔ دائیں طرف کی کمان جر جبر کے سپرد کی اور بائیں طرف کی کمان قناطر کے سپرد کی۔ قلب میں دیر جان تھا۔ اور ماہان اپنی اڑینی فوج کے ہمراہ قلب کے پچھلے حصے میں تھا۔ ۱۲ میل کے لمبے محاذ پر جبلہ کے عیسائی عرب سوار سب سے آگے تھے۔ جر جبر کے تیس ہزار فوجیوں نے دس دس ٹکڑیوں میں اپنے آپ کو زنجیروں سے بانڈھ لیا۔ مسلمانوں نے اپنی فوج کو بھی بارہ میل لمبے محاذ پر پھیلا دیا۔ مگر ان کی بمشکل تین صفیں بن

سکیں۔ اور ان کے مقابلے میں عیسائی لشکر کی بارہ سے لے کر پندرہ تک صفیں تھیں اب لڑائی کا توازن گویا ایک اور چار بلکہ ایک اور پانچ تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ایک کامیاب ترین سپہ سالار تھے۔ مگر اس موقع پر انہوں نے اپنے تمام فرائض سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دیئے۔ تمام جیوش کے کمانداروں کو طلب کر کے کہا کہ اب سپہ سالار اعلیٰ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ سیدنا خالد سیف اللہ نے پیادہ فوج کو ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر ایک میں آٹھ نو سو سپاہی تھے۔ دس ہزار سواروں کے رسلے کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر حصے میں دو ہزار سوار تھے اور چار ہزار سواروں کا متحرک رسالہ اپنی ذاتی کمان میں رکھا۔ میسرہ پر سیدنا زید بن سیدنا ابوسفیانؓ کو مقرر کیا۔ یمینہ سیدنا عمرو بن العاصؓ کے حوالے کیا۔ قلب میں سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ثر جزلؓ رہے۔ دیگر فوجی افسروں میں سیدنا عکرمہؓ سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جیسے جانا باز مجاہد تھے۔ قلب کے پیچھے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا اپنا رسالہ تھا۔ آپ نے سختی سے ہدایت کی کہ ابتداء میں صرف دفاعی جنگ لڑنا تاکہ فیکہ رومی تھک کر چور نہ ہو جائیں۔

عورتوں اور بچوں کو عقبی فوج کے پیچھے خیموں کی ایک قطاریں رکھا گیا۔ سیدنا ابو عبیدہؓ نے ان خیموں میں گھوم کر مسلم خواتین کو کہا تم خیموں کے ڈنڈے تیار رکھو اور پتھر جمع کر لو اگر ہم جیتیں تو سبحان اللہ اور اگر کوئی مسلمان بھاگ کر خیموں کی طرف آئے تو اسے ڈنڈوں سے پیٹو اور ان پر پتھر برساؤ۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے بارہ میل بے محاذ کا ایک چکر لگایا اور ہر کماندار کو مناسب ہدایات دیں۔ ایک سپاہی کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ رومی لشکر کس قدر زیادہ ہے۔ آپ نے اسے مخاطب کر کے قرآن کی اس آیت کی تلاوت کی جس کا ترجمہ ”کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر اللہ کی مرضی سے غالب

آگتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔“

اور یہ مشہور تاریخی فقرہ بھی اسی موقع پر آپ کی زبان سے نکلا کہ اگر میرے گھوڑے کے پاؤں



مضبوط ہوتے تو میں رومیوں کو کہتا کہ اس سے دگنا لشکر لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ پر اعتماد و یقین کی انتہا یہ اگست کے تیسرے ہفتے کی ایک گرم رات تھی۔ تمام رات مسلمان سورہ انفال کی تلاوت کرتے رہے اور اپنے اسلحہ کو صاف کرتے رہے۔

اگلی صبح اس صدی کی ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم کی وہ عظیم جنگ لڑی جانے والی تھی جس میں شامل ہر فرد بشارت رسول کی تعبیر تھا۔ جس کے ہر فرد کو چار پانچ رومیوں سے نہرواڑا ہونا تھا۔ ہلال و صلیب کے درمیان سب سے عظیم اور مہیب جنگ۔

**جنگ یرموک کا پہلا دن** | دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہیں۔ مکمل خاموشی ہے پتا پٹنے کی آواز بھی نہیں آتی۔ صرف دل کی دھڑکنوں کی آواز ہے۔ مختار بن فوجوں کے اڑھائی لاکھ کے قریب جو اندروں کو معلوم ہے کہ یہ جنگ فیصلہ کن ہے۔ کون جیتے گا اور کون ہارے گا؟ رومیوں کو اپنی تعداد پر ناز تھا مگر گذشتہ جنگوں کے مشاہدہ نے انہیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ نتیجہ الٹ بھی نکل سکتا ہے۔

اچانک رومی لشکر سے جریجہ نامی ایک سالار اپنے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کی طرف بڑھا اس نے بلند آواز میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو پکارا۔ آپ آگے بڑھے لوگوں نے دیکھا کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے مل گئی ہیں۔ دونوں فوجیں دم بخود ہیں کہ ان میں کیا گفتگو ہو رہی ہے۔

جریجہ نے پوچھا ہے خالد کیا یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک تلوار تمہارے پیغمبر کو بھیجی ہے اور انہوں نے وہ تلوار تمہیں دی ہے اور جب تم اس تلوار کو نکالتے ہو تو فتح تمہاری ہوتی ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ نہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ موتہ کی داستان سنائی جریجہ خاموشی سے سر نیچوڑاتے سن رہا۔ اور آخر پوچھا کہ تم مجھ سے کیا مطالبہ کرتے ہو۔ سیدنا خالد سیف اللہ

نے فرمایا۔ شہادت دو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ جبرہ نے پوچھا اگر کوئی تمہارے دین میں نیا یا داخل ہو تو اس کی حیثیت کیا ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ وہ کلمہ پڑھتے ہی سب مسلمانوں کے برابر سمجھا جائے گا۔ یہ سن کر جبرہ ایمان لے آیا۔ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا۔ اللہ کی شان چند گھنٹے بعد یہ نو مسلم بڑی جرأت سے اڑتا ہوا مرتبہ شہادت پر فائز ہو گیا۔ اس کے قبول اسلام کو مسلمانوں نے نیک فال سمجھا۔

اب مبارز طلبی کا دور شروع ہوا۔ رومی فوج سے بہترین جنگجو میدان میں اترے اور مسلمان مجاہد مقابلے کے لئے نکلے۔ تقریباً تمام رومی جنگجو مارے گئے۔ سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا صادق کبیر کے ہاتھوں پانچ رومی قتل ہوئے۔ دو پہر تک یہ مقابلے جاری رہے۔ رومی سپہ سالار اعظم ماہان نے فیصلہ کیا کہ تمام محاذ پر جنگ شروع کر دی جائے۔ چنانچہ رومیوں کی دس اگلی صفوں نے میدان جنگ میں پیش قدمی کی۔ چنانچہ اس انسانی سیلاب نے بظاہر مسلمانوں کی صفوں کو دھانپ لیا۔ مگر مسلمانوں نے بڑی شدت سے رومیوں

کے حملے کو روکا۔ غروب آفتاب کے وقت پہلے دن کا معرکہ ختم ہو گیا۔ رات امن سے گزری مسلمان خواتین نے اپنے زخمیوں کو سنبھالا۔ ان کی مرہم پٹی کی رات کا بیشتر حصہ تلاوت اور دوسرے دن کے جنگی تیاری میں گزرا۔ ادھر ماہان نے جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا اور فیصلہ ہوا کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے۔ ماہان ایک ٹیلے پر دو ہزار آدمیوں کے محافظ دستے کے ساتھ براجمان ہو گیا۔

**جنگ کا دوسرا دن** | رومیوں نے عین نماز فجر کے وقت حملہ کر دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ

اپنے مقامات پر پہنچا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے پورے محاذ پر رومیوں کو روکے رکھا۔ قناطیر نے پے درپے تین حملے کئے۔ مسلمانوں کی قوت مدافعت ٹوٹ گئی۔ کچھ لوگ پڑاؤ کی طرف پسا

ہوئے اور کچھ سیدنا شہر جبل بنی کے حبش سے جا کر مل گئے سیدہ دیکھ کر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے دوہزار سواروں کے رسلے کے ساتھ رومیوں کے حملے کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر رومیوں کے انسانی سیلاب کے سامنے ان کے دوہزار سوار بھی ٹھہر سکے اور اپنے پڑاؤ کا رخ کیا مگر اگے مسلم خواتین خیموں ڈنڈوں اور پتھروں سے لیس موجود تھیں۔ وہ چلا چلا کر کہنے لگیں ان پر اللہ کی لعنت جو دشمن سے بھاگتے ہیں۔ بعض عورتوں نے جھپٹ کر ان کے گھوڑوں کو اور ان کو ڈنڈوں سے پٹایا۔ یہ بے عزتی وغیرہ جنگجو برداشت نہ کر سکے اور پلٹ کر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حبش میں شامل ہو گئے۔ اور جوانی حملہ کر کے جبرجہیر کے لشکر کو پسپا کر دیا۔ رومیوں نے دوسرا حملہ سیدنا زید بن سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے حبش پر کیا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا حبش بھی پسپائی پر مجبور ہو گیا۔ اس حبش میں سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے باپ سیدنا ابوسفیان بھی تھے۔ سیدہ ہندہ اور سیدہ خولہ رضی اللہ عنہما نے انہیں اڑے ہاتھوں لیا۔ مسلمانوں نے پلٹ کر رومیوں پر حملہ کیا۔ اب عورتیں بھی ان میں شامل تھیں جن کی کمان سیدہ ہندہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں تھی۔ اسی دار و گیر میں دوپہر ہو گئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے متحرک رسلے کو لے کر آگے بڑھے۔ انہوں نے پہلے قناطیر کے دستے پر حملہ کیا۔ جن ہی میمنہ کی حالت سنبھلی آپ نے سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ دیر جان کی فوج پر حملہ کریں۔ رومی پسپا ہونے لگے مگر سلاسل کی وجہ سے ان کی پسپائی کی رفتار نہایت سست تھی۔ نیم برہنہ مرد کار نارسیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے دیر جان کو ہلاک کر دیا۔ مگر اس کے فوراً بعد رومیوں نے ان پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے رومیوں کا میمنہ اور میسرہ کسی حد تک پسپائی پر مجبور ہو گیا تھا۔ رات آئی اور گزشتہ رات کی طرح مسلمان خواتین نے اپنے زخمیوں کو سنبھالا۔ مجموعی طور پر مسلمانوں کے حوصلے بلند تھے۔ یہ دو دن مسلمانوں نے صرف دفاعی جنگ لڑی۔ مسلمانوں نے رات کچھ بے چینی سے گزاری۔ دیر جان کی جگہ قورین کو سالار مقرر کیا۔ اور فیصلہ کیا کہ اگلے روز مسلمانوں پر بھرپور حملہ کیا جائے۔

**جنگ کا تیسرا دن** | تیسرا دن جنگ کی آگ خوفناک شدت سے بھڑک اٹھی قورین کی

فوج نے سیدنا ابو عبیدہ کے حبش پر شدت سے حملہ کیا۔ مگر اس کا اصلی ہدف سیدنا خضر جیل رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حبش تھے۔ شروع شروع میں دونوں مسلمان سالاروں نے بڑی جوانمردی سے قرین کے حملے کو روکا مگر آخر میں ان کی صفوں میں سے شکاف پڑنے شروع ہو گئے۔ مسلمان خواتین ایک بار پھر ڈنڈوں سے لیس ان کے استقبال کو موجود تھیں۔ ایک مسلمان نے پیچھے ہوتے کہا رومیوں کا سامنا کرنا ان عورتوں کا سامنا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ مسلمانوں نے ازہر لونیا محاذ مرتب کر کے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جنہیں آگے چل کر فاتح مصر بننا محض بڑی جی داری سے حملہ کیا۔ اس مرحلہ پر ایک مسلمان خاتون دوڑتی ہوئی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور چیخ کر کہلایا امیر! فوج اپنے قاتلین کے حوصلے پر لڑتی ہے۔ اگر کوئی قاتل ہی لڑائی سے منہ موڑ لے تو لشکر کا کیا حال ہو گا۔ آپ نے اس خاتون کو یقین دلایا۔ کہ مسلم فوج کے قائد رومیوں سے نہیں ہاریں گے۔ اس وقت سیدنا خالد سیف اللہ نے اپنے رسلے سے ایک طرف سے اور سیدنا عمرو بن العاص اور سیدنا خضر جیل رضی اللہ عنہ نے اپنی پیدل فوج سے دوسری طرف سے حملہ کیا۔ رومی ایک چٹان کی طرح ڈٹے ہوئے تھے۔ سینکڑوں مسلمان شہید ہوتے مگر شام ہونے سے پہلے رومیوں کو واپس محاذ کی طرف دھکیلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس روز رومیوں کا بے حساب جانی نقصان ہوا۔ ماہان نے اپنے افسروں کو سخت مسست کہا۔ انہوں نے اگلے روز بہتر کارگزاری کا وعدہ کیا۔ مسلمان رنجی سپاہی عقب میں بھیج دیتے گئے اور مسلمان خواتین نے تمام لات ان کی مرہم پٹی میں گزاری۔

**لڑائی کا چوتھا روز** | چوتھے روز رومیوں نے اپنی پوری طاقت سے تمام فوج کو جنگ کی بھٹی میں بھونک دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ آج یا کبھی نہیں رومی قتل ہو ہو کر گر رہے تھے اور تازہ دم ان کی جگہ لے رہے تھے۔ مگر مسلمانوں کو یہ سہولت حاصل نہ تھی۔ صف اوّل کے تیر اندازوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچ رہا تھا۔ مسلمان اب صرف بیس ہزار جنگ کے قابل رہ گئے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان کو

از سر نو پانچ پانچ سو کے جیوشوں میں تقسیم کر کے نئے انداز سے حملہ کیا۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ اپنے میمنہ کو لے کر حملہ آور ہوئے۔ قناتلیہ کی سلاخی اور ابینی فوجوں نے ان کے حملے کو روک کر انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ اس بار مسلمان اپنی عورتوں کے طیش کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہ تھے وہ اپنے اپنے مقام پر ڈٹے رہے۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ رضی اللہ عنہ نے اس روز جس طرح شمشیر زنی کے جوہر دکھائے گئے وہ اپنی مثال آپ تھے۔ سیدنا خضر جیل رضی اللہ عنہ کے محاذ پر آرمینیوں کا پلہ بھاری نظر آ رہا تھا۔ یہی وقت تھا کہ سیدنا خالد سیف اللہؓ نے سیدنا ابو عبیدہؓ اور سیدنا یزید بن سیدنا ابوسفیانؓ کو کہا کہ بلا توقف رومیوں پر حملہ کر دیں۔ آپ نے اپنے رسالے کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ سیدنا قیس بن ہبیرہ کے سپرد کیا۔ اور دوسرے حصے کو لے کر سیدنا خضر جیل سے جنگ میں مشغول رومیوں کے پہلو کی طرف حملہ آور ہوئے۔ عیسائی عربوں کا سخت جانی نقصان ہوا۔ آرمینیوں کے پیچھے ہٹتے ہی آپ سلاخیوں پر حملہ آور ہوئے اسی طرح مسلمان میسرے پر رومی حاوی ہوتے چلے جا رہے تھے۔ تمام محاذ پر رومی تیر اندازوں نے اپنی تیر اندازی سے فضا کو ڈھانپ دیا۔ سات سو مسلمان اپنی ایک ایک آنکھ سے محروم ہو گئے۔ یرموک کی جنگ کا چوتھا روز آنکھ پھوٹی جنگ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

اس دن کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ سیدنا ابوسفیانؓ ایک آنکھ کا نذرانہ غزوہ حنین میں پیش کر چکے تھے اور دوسری آنکھ یہاں قربان کر دی۔ بلاشبہ اسلامی فوج کے لئے جنگ یرموک کا یہ سب سے بُرا دن تھا۔ رومی تیر اندازوں کی مار کے مقابلے میں مسلمان تیر اندازوں کی مار کم تھی۔ اس لئے سیدنا ابو عبیدہؓ اور سیدنا یزیدؓ نے رومی تیر اندازوں کی زد سے بچنے کے لئے پسپائی اختیار کی۔ اور دوبارہ آگے بڑھنے کی کوشش نہ کی۔ تیروں کے زخموں اور پھوٹی آنکھوں کی وجہ سے مسلمان کافی پریشان ہوئے۔ ماہان جزیر اور قورین نے ان حالات کا جائزہ لے کر از سر نو حملے کا حکم دیا۔ سرتے سیدنا عکرمہؓ کے حبش کے تمام جیوش پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ سیدنا عکرمہؓ نے اپنے حبش سے مرنے کی بیعت لی۔ چار سو مجاہدوں نے مرنے کی بیعت کی

آپ ان چار سو مقہد مسلمانوں کو لے کر رومی فوج کے سمندر میں گھس گئے۔ ان چار سو میں سے شاید ہی کوئی زندہ بچا اور جو بچا وہ بھی شدید زخمی حالت میں تھا۔ سیدنا عکرمہ اور ان کے فرزند سیدنا عمروؓ کو ہلک زخم پہنچے۔ سیدنا ابو عبیدہؓ رنہ اور سیدنا پنید کی لکک کے لئے زخمیوں سے خواتین بھی پہنچ گئیں ان خواتین نے سمجھ لیا تھا کہ جنگ کا یہی مرحلہ فیصلہ کن ہے۔ یہ واردات اس محاذ پر رومیوں کے فرار پر منتج ہوئی۔ مسلمانوں نے جب عورتوں کو رومیوں سے دست برد جنگ میں مشغول پایا تو وہ غیض و غضب کا لاوا بن کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے اب جنگ نے ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ ہر سپاہی فوق البشر طاقت سے اپنے مقابل سے ٹکرا رہا تھا کوئی سالاری کوئی ہدایت کوئی نظم باقی نہ رہا تھا سیدنا ابو عبیدہؓ اور سیدنا زبیرؓ کے جیشوں نے نہایت غضب ناک انداز میں رومیوں پر حملہ کر دیا۔ اور وہ تیزی سے پسپا ہونے لگے۔ جنگ سر پہر کے آخری حصے میں تمام محاذوں پر اپنے نقطہ عروج کو پہنچ گئی۔ کسی کو کسی کی تمیز نہ تھی کون سالار ہے اور کون عام سپاہی۔ کئی رومی مسلمان عورتوں کے ہاتھوں واصل بہنم ہوتے۔ سیدہ خولہؓ نے ایک رومی جنگجو پر حملہ کیا مگر رومی نے ان کے سر پر تلوار کا وار کیا۔ اور وہ گر پڑی۔ جب رومی پیچھے دھکیل دیتے گئے اور عورتوں نے سیدہ خولہؓ کو دیکھا تو وہ مردہ نظر آئیں۔ سیدنا ضرارؓ کی تلاش شروع ہوئی۔ مگر وہ شام سے پہلے نہ مل سکے۔ جب انہیں اپنی پیادہ ہن کی شہادت کا علم ہوا تو بھاگتے ہوئے وہاں پہنچے اپنے بھائی کو دیکھ کر وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

شام ہوتے ہی لڑائی ختم گئی۔ اور دونوں فوجیں اپنے اپنے مستقر پر پہنچ گئیں۔ یہ ایک وحشت ناک دن تھا۔ جسے مسلمان زندگی بھر نہ بھولے۔ رومیوں کو اس بات کا سخت رنج تھا کہ فتح ہوتے ہوئے رہ گئی۔ مردان سلاسل کا سب سے زیادہ نقصان ہوا۔ آرمینی اور عیسائی عرب بھی ہزاروں کی تعداد میں کھیت رہے مسلمانوں کا بھی گذشتہ دنوں سے زیادہ نقصان ہوا۔ مجروحین کی تعداد زخمی نہ ہونے والوں کے قریب زیادہ تھی۔ مگر سیدنا خالدؓ سیف اللہؓ مطمئن تھے۔ ان کی وہی حربی صلاحیتیں دیکھ رہی تھیں کہ سیلاب گزر چکا ہے۔ اب آخری چوٹ کا کام ہے۔

## حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا ایک مظاہرہ | اس روز سیدنا شرجیلؑ نے اپنا تک

دیکھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پریشان ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کی سرخ ٹوپی کہیں کھو گئی ہے۔ مزید تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے سر کے موٹے مبارک منڈوائے تو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کچھ موٹے مبارک اٹھا لئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا خالد رضی اللہ عنہ ان کو کیا کر دے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان مقدس بالوں کے ذریعے دشمن سے لڑتے وقت طاقت حاصل کروں گا۔ یہ سن کر حضور اکرم نے فرمایا تم اس وقت تک کامیاب رہو گے جب تک یہ تمہارے پاس ہیں۔ وہ موٹے مبارک سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں سوار کئے تھے۔ جس کی گمشدگی پر آپ اس قدر پریشان ہوئے۔ آخر آپ کو اپنی ٹوپی مل گئی۔ اندھیرا چھا چکا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے محاذ پر خون آلود زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ایک ڈاؤپر ان کے محبوب دوست، چینیئے عزیز نادر بچپن کے ساتھی سیدنا عکرمہ کا سر تھا اور دوسرے ڈاؤپر سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کے جوانمرد فرزند سیدنا عمر کا سر تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پاس پڑے لگن میں اپنی انگلیاں تر کر کے باپ بیٹے کے منہ میں قطرہ قطرہ پانی ڈال رہے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ دونوں باپ بیٹا ایک ہی ساعت میں فردوس یس کو سدھار گئے یہ رات بھی حسب معمول گزر گئی۔ اس سے پہلے طریقہ یہ تھا کہ ہر رات کو کسی نہ کسی سالار کو چوکی کے لئے مقرر کیا جاتا۔ مگر اس رات سالار اعظم سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ تمام سالدان لشکر اور تمام لشکری زخمیوں سے نڈھال ہیں یا سخت تھکے ہوئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے چپکے سے خود ہی یہ فریضہ اپنے ذمہ لے لیا مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بارہ میل لمبے محاذ پر جہاں سے بھی ان کا گزر ہوا۔ ہر سالار کو جو کس پایا۔ حواریتے رسول سیدنا دبیرؑ معہ اپنی زوجہ کے گھوڑے پر سوار گشت لگا رہے تھے۔

**لڑائی کا پانچواں دن** | پانچواں دن متحارب فوجیں اپنے اپنے مقام پر صف آرا ہو گئیں۔ آج کی کیفیت عجیب تھی۔ اگر ایک صحیح سالم سپاہی

اپنی صف میں کھڑا تھا تو اس کے ساتھ ایک مجروح بھی کھڑا تھا۔ بعض تو بصد مشکل کھڑے ہو رہے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے چپ چاپ کھڑی رہیں۔ اچانک رومی فوجوں کی صف سے ماہان کا لہجی نمودار ہوا۔ وہ چند روز کی عارضی صلح کی تجویز لے کر آیا تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اس تجویز کو قبول کرنے پر قریب قریب آمادہ تھے مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے روک دیا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے لہجی کو جواب دے دیا کہ ہم اس معاملے کو جلد ختم کرنا چاہتے ہیں یہ تمام دن بغیر جنگ کے گزر گیا۔ دونوں طرف کی افواج کے سالار اپنی اپنی فوج کی تنظیم نو اور ترتیب میں مشغول رہے۔

**لڑائی کا چھٹا دن** | جب ۱۵ اگست ۶۳۶ء کا چوتھا ہفتہ تھا۔ صبح دونوں فوجیں نہایت خاموشی سے ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئیں۔ مگر ہر

طرف بالکل سناٹا طاری تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس خاموشی کے اندر خاک و خون اور آتش و آہن کے کس قدر طوفان پوشیدہ ہیں۔

جبل الازدر پر طلوع آفتاب کا منظر کھربا تھا کہ لشکر سلاسل کا قائد جر جر جبر رومی قلب سے آگے بڑھا۔ اور مسلمانوں کے قلب لشکر کے سامنے آکر پکارا کہ مسلمانوں کا سالار اعظم سامنے آئے یہ سن کر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے لگے تو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ انہیں روکنے لگے مگر وہ نہ رکنے اور کہا اگر میں شہید ہو جاؤں تو فوج کے سالار اعلیٰ تم ہو گے۔ غرضیکہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی جر جر سے نبرد آزمائی شروع ہو گئی۔ دونوں غضب کے شمشیر زن تھے متحارب فوجیں دم سادے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ جر جر گھوم کر پیچھے ہٹنے لگا۔ سیدنا ابو عبیدہؓ آگے بڑھتے گئے جر جر یکے نخت پلٹ کر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ پر وار کرنا چاہا مگر ابھی اسکی تلوار اٹھ تھی کہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی تلوار نے اسے ڈھیر کر دیا آپ چند لمحات گھوڑے



پر خاموش بیٹھے رومی جرنیل کے وسیع قد و قامت کو دیکھ کر متعجب ہوتے رہے۔ پھر اس کے مرصع اور ہڑاد بکتر اور اسلحہ کو وہیں چھڑک کر وہ درویش سپاہی اپنے لشکر میں پہنچ گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن العاص رحمہ کو ساتھ لے کر رومی لشکر پر حملہ کر دیا اور رومی میسرے کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ سیدنا شمر جلیل رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل رومیوں پر حملہ کر دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ اور سیدنا عمر بن العاصؓ بھی پہنچ گئے۔ اور رومیوں کا سواروں پر مشتمل یہ جیش بھاگ نکلا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا منصوبہ یہ تھا کہ رومی سواروں کو بھگا دیا جائے پھر پیدل فوج سے نیٹنا آسان ہوگا۔ ماہان نے رومی رسلے کو پھر جمع کر کے قلب لشکر کے عقب میں جمع کر لیا۔ مگر بھاری بھر کم اسلحہ سے لیس رومی رسالہ مسلمانوں کے ہلکے پھلکے اسلحہ سے لیس رسالہ کے مقابلہ میں کوئی بہترین کارگزاری نہ دکھاسکا۔ اس روز کے معرکے کی خاص بات یہ تھی نیم برجنہ مردکارا اس میں شامل نہیں تھا۔ اور مسلمانوں کی نظر سے ہر طرف ان کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ مگر ان کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ رومیوں میں آرمینی فوج نے بڑی مضبوط سے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ایک چکر کاٹ کر عقب سے ان پر حملہ آور ہوئے۔ آرمینی ایک طرف بھاگ نکلے ان کے خیال میں وہ راستہ محفوظ تھا۔ دراصل سیدنا خالد سیف اللہ نے ایک ایسی جنگی چال چلی تھی کہ رومی فوج نے اپنے تینے اطراف میں مسلمان دستوں کو موجود پایا۔ صرف ایک طرف انہیں کھلی نظر آ رہی تھی۔ جب آرمینی فوج کے ساتھ سلاخی فوج کے پسماندگان بھی دادی الرقاد کی طرف بھاگ نکلے۔ تو باقی رومی فوج حوصلہ ہار گئی اور بڑے منظم انداز میں پسپا ہونا شروع ہوئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اسی وقت کے منتظر تھے۔ انہوں نے اپنے محفوظ کے تازہ دم دستوں کو حکم دیا کہ ان کا تعاقب کر دو۔ ابھی سورج پوری بلندی پر نہیں پہنچا تھا کہ پوری رومی فوج جو پیدل دستوں پر مشتمل تھی۔ میدان جنگ سے فرار ہو گئی۔ مسلم رسالہ کو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ رومیوں کے فرار کا شمالی راستہ بند کر دیا جائے اگرچہ ہزاروں رومی شمال کی طرف بھاگنے میں کامیاب

ہو گئے مگر یاقی نے وادی الرقاد کی طرف رخ کیا۔ وادی الرقاد کی جس ڈھلان کو رومیوں  
 نے بھاگنے کیلئے منتخب کیا اس کی چوٹی کے پیچھے نیم برہنہ مرد کا رزار اپنا حبش لے کر موت  
 کی شکل میں ان کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ جلد ہی رومیوں پر پتھروں کی بوچھاڑ نازل  
 ہو گئی۔ اگر کوئی رومی ہمت کر کے اوپر بڑھا تو تلوار کا لقمہ اجل بن گیا۔ اب صورت یہ تھی  
 کہ اگر ایک رومی زخمی یا مردہ حالت میں نیچے لڑھکتا تھا تو اپنے ساتھ پندرہ بیس کو نیچے لڑھکتے  
 کا سبب بنتا تھا۔ اس لحاظ سے ایک ایسی صورت پیدا ہو گئی تھی کہ گویا تمام رومی  
 پتھروں پر لڑھکنیاں کھاتے نیچے گہرے کھڈ میں گر رہے ہیں۔ ان کی چیخ و پکار سے  
 فضا میں ایک ارتعاش پیدا ہو رہا تھا۔ جو رومی ابھی وادی کے دوسرے کنارے پر تھے۔ جب  
 انہوں نے اپنے سامنے کی ڈھلان پر یہ منظر دیکھا تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ پیچھے مسلمان  
 فوج تھی سامنے بھاگنے کا راستہ موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ انہوں نے ایک بار پھر سنبھالا اور  
 تعاقب کرنے والے مسلمانوں کے مقابلے کیلئے تیار ہو گئے۔ دوپہر ڈھل رہی تھی۔ رومی اپنے  
 دد تہائی فوج کھوپچے تھے۔ مسلمانوں کی اجتماعی نفری ہلب تیس ہزار کے لگ بھگ رہ گئی  
 تھی۔ جن میں سے نصف سے زیادہ زخمی تھے۔ مگر جنگ کا گویا اب آخری مرحلہ تھا۔ رومی  
 سنبھل چکے تھے۔ مگر وہ ایسی تنگ جگہ میں ٹھسے ہوئے تھے کہ اپنا اسلحہ استعمال نہیں کر سکتے  
 تھے۔ ان کی پہلی صف جان توڑ کر لڑی مگر بے سود۔ مسلمان آگے بڑھتے رہے تلواروں سے  
 تلواریں لادنیروں سے نیرے ٹکراتے رہے جو گرتا اپنے ہی فوجیوں کے پاؤں تلے روند جاتا۔  
 سیدنا خضر رضی اللہ عنہ اپنا مورچہ سر کر کے وادی الرقاد کے اس کنارے پر پہنچ گئے جہاں رومی  
 زندگی اور موت کی آخری جنگ لڑ رہے تھے۔ رومیوں کے لئے سب سے خطرناک اسلحہ سلاسل  
 کا حبش ثابت ہوا۔ اگر اس کی ٹکڑی میں ایک مر گیا تو اس نے باقی نو کے لئے ہلاکت کا  
 راستہ ہموار کر دیا۔ اور دوسرے بچ کر بھاگ نکلنے والوں کے لئے بھی وہ سدا رہ ثابت  
 ہوتے۔

مسلمانوں کا خونخوار حملہ اتنا تیز تھا کہ رومی فوج کا بچا کچھا حصہ دوبارہ گھاٹی کے کنارے دھکیل دیا گیا۔ آخر وہ لوگ قطار در قطار کھڑے ہو کر مارے گئے ان کی دل ہلا دینے والی آہوں سے فضا ٹہر گئی تھی۔ اب سورج غروب ہو رہا تھا اور میدان پر مومک میں ایک زندہ رومی موجود تھا۔ رات کو مال غنیمت جمع ہوتا رہا انہیں کی مومم پٹی ہوتی رہی اور فضا میں تجید و تکبیر کی آوازیں گونجتی رہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ نے اگلی صبح ماہان کا تعاقب کیا۔ ماہان کا خیال تھا کہ مسلمان مال غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہوں گے وہ بڑے اطمینان سے اپنے بچے کچے فوجیوں اور زخمیوں کو لے کر دمشق کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں آدھے راستے میں جالیا۔ آرمینیا کا بادشاہ ایک مسلمان سپاہی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ کچی فوج بھاگ نکلی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دمشق میں داخل ہوئے۔ اہل دمشق نے دو سال پہلے کے معاہدے کے مطابق نیا معاہدہ کر کے مسلمانوں کو جزیرہ دینا قبول کیا۔ ہر قتل اس وقت انطاکیہ میں موجود تھا جب اسے یرموک میں شکست کی خبر ملی۔ یہ سن کر وہ خشکی کے راستے اپنے دارالسلطنت قسطنطنیہ روانہ ہو گیا جب وہ شام کی سرحد پر پہنچا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور اس کی زبان پر یہ کلمات تھے۔ اے سرزمین شام تجھے سلام ادا لو ورنہ اس کی طرف سے جو تجھ سے رخصت ہو رہا ہے۔ آہ کتنا اچھا ملک میں دشمن کے حوالے کئے جا رہا ہوں۔ آئندہ رومی صرف خوں کی حالت میں تیری طرف لوٹ سکیں گے۔

## جنگ یرموک پر ایک نظر

بلال و صلیب کا یہ معرکہ جس میں دو لاکھ تالیف پرستوں کو چالیس ہزار توحید پرستوں نے کھیل کر کر دیا تاریخ عالم کا ایک امنٹ فوق البشر کا نام ہے اس میں کئی قسم کے جوڑ لوڑ اور حربی تدبیریں استعمال کی گئیں مثلاً مبارز طلبی اور انفرادی جنگ۔ آٹھ سائے کی ڈبھیر، مقابل فوج میں مدخول، پہلو کے حملے۔ عقبی حملے اور دفع دشمن کی کاروائیاں یہ سب کچھ صرف سیدنا خالد

سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی حربی تدابیر اور جنگی صلاحیتوں کا بے مثال نمونہ تھا۔ پہلے چار روز صرف مافانہ جنگ لڑی گئی تاکہ دشمن ٹھک کر نڈھال ہو جائے۔ آخری دو دن بابر خانہ جنگ لڑی گئی جس نے دشمن کو شکست فاش دی۔ اس جنگ میں بقول طبری ایک لاکھ پینتیس ہزار آدمی قتل ہوئے۔ مگر یہ صرف مبالغہ آرائی ہے طبری متوفی ۴۵۰ھ نے اپنی تاریخ میں ہر واقعہ کے متعلق متعدد روایات جمع کی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر ایک قاری صحیح واقعہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ دوسرے مقام پر یہی طبری رومی مقتولین کی تعداد ستر ہزار بیان کرتا ہے۔ بلاذری ادباء ابن اسحق بھی ستر ہزار بتاتے ہیں۔ اور یہی تعداد قرین قیاس بھی ہے۔ ان میں سے آدھے میدان جنگ میں قتل ہوئے اور آدھے گھاٹی میں لڑھک کر مرے۔ مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ جن میں سے چار ہزار شہید ہوئے، سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو حالت کفر امیر مکہ ہونے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگیں لڑتے رہے نابینا ہو گئے۔ ان کی اہلیہ سیدہ ہندہ رضی اللہ عنہا مسلمان خواتین کو جوش دلا دلا کر مسلمانوں کو غیرت دلاواتی رہیں۔ اور جب پڑھ پڑھ کر مسلمان عورتوں کو ہمراہ لے کر میدان جنگ میں پہنچیں۔ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ سیدنا یزید رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں بحیثیت سالار حصہ لیا۔ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے چند دن پہلے اسلام لاپکے تھے اور ان کے دوسرے بیٹے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سال بھر پہلے اسلام لاپکے تھے وہ بھی اس جنگ میں شامل تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آگے چل کر سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد شام کے گورنر بنے۔ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے خلع خلافت کے بعد عالم اسلام کے منتخب امیر المومنین بنے۔ بیس سال آپ شام کے گورنر رہے اور بیس سال امیر المومنین رہ کر عالم جاودانی کو سدھارے۔ جنگ یرموک میں جو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سالاری اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی حربی تدابیر کے مطابق لڑی گئی۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک ایسی تربیتی جنگ تھی جس نے آگے چل کر آپؓ میں وہ حربی صلاحیتیں پیدا کیں کہ آپ کے زمانہ خلافت میں تثلیث پرستوں نے اسلامی ممالک کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ کی۔ بلکہ آپ کے دو خلافت میں جزیرہ قبرص فتح ہوا۔ جس کے متعلق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ اس جنگ میں شامل تمام فوج کے لئے جنت واجب ہے۔ آپ کے دور خلافت میں ہی قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا۔ جس میں شامل فوجیوں کے حق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ مغفرت یافتہ لوگ ہیں۔ اس لشکر مغفوریں سیدنا ابوالوہاب انصاریؓ، سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ، سیدنا ابن زبیرؓ، سیدنا حسین بن علیؓ و شامل تھے۔ اور اس لشکر کا سالار سیدنا امیر معاویہؓ کا بیٹا تھا۔

اسی جنگ میں سیدنا علیؓ بھی شہید ہوئے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب کے تحت جگر اور سیدنا ابوالعاصؓ کے بیٹے تھے۔ ڈاکٹر اقبال نے بانگ درا میں ایک نظم لکھی ہے۔

اک فوجوان صورت سیما مضطرب	آکر ہوا امیر عاکر سے ہم کلام
اے بو عبیدہ رخصت پیکارے مجھے	بیریز ہو چکا میرے صبر و کون کا کام
بولو امیر فوج کہ وہ فوجواں ہے تو	پیروں پہ تیرے عشق کا واجب احترام
پہنچے جو بارگاہ رسول امینے میں	کرنا یہ عرض میری طرف سے بس از سلام
ہم پر کم کیا ہے خلاتے غیور نے	پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضورؐ

## فتح کی تکمیل

برمک سے بچے کچے عیسائی شمالی شام اور بحیرہ روم کے شمالی حصے میں پہنچے۔ اب ان میں جنگ لڑنے کی کوئی سکت باقی نہ رہی تھی۔ اسلامی فوج کی اکثریت بھی زخموں سے نڈھال تھی مگر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک دستے کو دمشق پر قبضہ بحال رکھنے کیلئے بھیج دیا۔

اول اکتوبر ۶۳۶ء میں آپ نے جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا۔ ان کا اگلا ہدف قیسیۃ اور بیت المقدس تھے۔ مگر جنگی کونسل کسی حتمی فیصلہ پر نہ پہنچی آپ نے تمام صورت حال سے امیر المؤمنین کو مطلع کر کے مشورہ طلب کیا۔ دربار خلافت سے حکم پہنچا کہ پہلے بیت المقدس فتح کیا جائے۔ یہ حکم

ملتے ہی آپ بیت المقدس روانہ ہو گئے۔

## بیت المقدس کی فتح

سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہؓ کو متحرک رسلے کی سالاریٰ سپرد کر ہر اول کے طور پر آگے بھیجا۔ رومیوں کو معلوم ہوا تو وہ قلعہ بند ہو گئے۔ یہ محاصرہ چار مہینے جاری رہا۔ آخر دار المقدس کے بطریق سوفرونیاس نے ہتھیار ڈالنے اور جزیہ دینے کی پیش کش کی۔ مگر شرط یہ رہی کہ خلیفۃ المسلمین خود آکر اس معاہدے پر دستخط کریں۔ سوفرونیاس اپنے مذہب کا بڑا عالم تھا۔ اسے اپنی مذہبی کتب پر پورا عبور حاصل تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بیت المقدس کو فتح کرنے والے کا حلیہ کیا ہے۔ اس کی اس شرط میں یہ لازم پوشیدہ تھا۔ یعنی وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر مسلمانوں کے خلیفہ کا حلیہ اس کی مذہبی کتب میں مذکور فاتح بیت المقدس کے حلیہ کے مطابق ہو گا تو وہ بیت المقدس کو اس کے حوالے کر دے گا۔ ورنہ جنگ لڑے گا۔ اسے یقین تھا کہ دوسرا کوئی آدمی بیت المقدس پر قبضہ نہیں کر سکے گا۔ قرآن مجید میں بھی اہل کتاب کی مذہبی کتب کے متعلق موجود ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر تواریخ اور انجیل میں موجود ہے۔

سوفرونیاس کی اس شرط پر سیدنا شرجیلؓ نے مشورہ دیا کہ امیر المومنین کو اتنے طویل سفر کی تکلیف نہ دی جائے۔ بلکہ سیدنا خالد سیف اللہؓ رضی اللہ عنہ کو جو قدوقامت میں امیر المومنین کی طرح تھے۔ امیر المومنینؓ کی صورت میں سوفرونیاس کے پاس بھیجا جائے۔ مگر جب اس منصوبے پر عمل کیا گیا تو سوفرونیاس پہلی نظر میں ہی پہچان گیا کہ یہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔

آخر امیر المومنین کو بندہ ریعہ خط تمام حالات سے آگاہ کیا گیا۔

## دنیا کے عظیم حکمران کا بے مثال سفر

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوجبیرہ رضی اللہ عنہ کا خط ملا تو وہ اس حالت میں مدینہ سے عازم بیت المقدس ہوئے کہ ان کے ہمراہ صرف ایک غلام اور سواری کے لئے ایک اونٹ تھا آپ کے جسم مقدس پر دہی پیوند لگے کپڑے تھے بواکثر ان کے جسم پر رہتے تھے انہوں نے مدینہ سے نکلتے ہی غلام سے اس بات کا فیصلہ کیا کہ برابر برابر فاصلہ باری باری اونٹ پر سوار ہوں گے چشم ننگ نے یہ نظارے کہاں دیکھے تھے کہ چوالیس لاکھ مربع میل کا حکمران ایک طویل سفر کیلئے اپنے دار الحکومت سے روانہ ہو رہا ہے۔ کبھی خود اونٹ پر سوار ہوتا ہے اور غلام اونٹ کی ہمار پکڑ کر آگے آگے چل رہا ہے اور کبھی غلام اونٹ پر سوار ہوتا ہے اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین اونٹ کی ہمار پکڑے آگے آگے پیدل چل رہا ہے۔ امیر المومنین کا پہلا پڑاؤ جابلہ تھا۔ جہاں سیدنا بنیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد سیف رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا۔ سیدنا خالد سیف رضی اللہ عنہ اور سیدنا بنیر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی شہادت لے کر مدینہ اور زریفت پوشاک میں ملبوس تھے امیر المومنین کی نظر جوں ہی ان پر پڑی آگ بگولہ ہو گئے سواری سے اتر کر مٹی میں کنکریاں بھریں اور ان کی طرف پھینکتے ہوئے کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم اس حلیہ میں مجھے ملنے کیلئے آتے ہو۔ پھٹکار ہو اس افراط پر جس نے تمہیں اس حال تک پہنچایا ہے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس وقت پیوند زدہ سادے کپڑوں میں ملبوس تھے خلیفہ بننے کے بعد وہ زیادہ لاہم متراض ہو گئے تھے۔ سیدنا خالد سیف رضی اللہ عنہ اور سیدنا بنیر رضی اللہ عنہ نے اپنی قابیل کھول کر امیر المومنین کو دکھایا کہ وہ نیچے بکتر اور ہتھیار پہنے ہوئے ہیں امیر المومنین اس جواب سے کچھ نرم پڑ گئے۔ سیدنا ابوجبیرہ رضی اللہ عنہ سادہ لباس میں تھے۔ جاہلیہ سے یہ قافلہ بیت المقدس کو روانہ ہوا۔ بیت المقدس میں اسلامی فوج اپنے امیر المومنین کی زیارت اور استقبال کے لئے چشم بردہ تھی یہ دن گویا ان کے لئے روز عید تھا۔ اگلے روز جنگی مشاوت

طلب کی گئی۔ عصر کی نماز کا وقت آیا تو سب کی خواہش ہوئی کہ سیدنا بلالؓ  
 اذان دیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ نے اذان دینی ترک کر دی  
 تھی۔ امیر المومنینؓ کی بھی خواہش تھی کہ بلالؓ کی اذان سنیں چنانچہ سیدنا بلالؓ نے اذان دی  
 اور مسلمانوں کی آنکھوں میں وہ منظر گھوم گیا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ  
 میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان دیا کرتے تھے۔ اگلے روز معاہدہ کیا گیا اس پر مسلمانوں کی طرقت  
 سے امیر المومنین کے دستخط ہوئے اور بطور گواہ سیدنا خالد سیف، اللہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن  
 العاص رضی اللہ عنہ، سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، سیدنا معاویہ بن سیدنا ابوالوفیاء بن  
 نے دستخط کئے۔ یہ معاہدہ اپریل ۶۳۷ء میں لکھا گیا۔ حضرت امیر المومنین دس روز قیام فرما کر  
 واپس مدینہ روانہ ہو گئے۔

## بیت المقدس کی فتح کے بعد

امیر المومنین کے حکم کے مطابق سیدنا یزیدؓ نے دوبارہ قیساریہ کا محاصرہ کیا۔ سیدنا  
 عمر بن العاصؓ اور سیدنا شہر بن زیدؓ نے فلسطین اور اردن پر از سر نو قبضہ کرنے کیلئے کوچ  
 کیا۔ یہ دونوں مقامات جلدی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ مگر ۶۳۷ء میں فتح ہوا۔ سیدنا ابوعبیدہؓ  
 اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ستر ہزار کاشکر لے کر شمالی شام کی طرف روانہ ہوئے  
 دمشق، حمص اور مفسرین سے جوتے ہوئے خاظر پہنچے تو وہاں عیسائیوں نے ان پر زور دار  
 حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کا سالار منیاس نامی ایک جنگجو بہادر فوجی تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی  
 اللہ عنہ کی جوابی کارروائی کے پہلے ہی منیاس قتل ہو گیا۔ اس کی فوج نے جب اپنے سالار  
 کو قتل ہوتے دیکھا تو وہ غصے سے بے گل ہو گئی۔ وہ کفن بدوش نہایت غیض و غضب سے  
 مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مگر سب قتل ہوئے۔ مناظر کے باشندوں نے شہر سے نکل کر سیدنا  
 خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے امان طلب کی۔ سیدنا ابوعبیدہؓ نے حاضر کی جنگ کے



حالات لکھ کر جب امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں بھیجے تو امیر المؤمنینؑ نے سیدنا خالد سیفؓ کی بہت تعریف کی۔ اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا۔ خالدؓ کو سپہ سالاری قدرت سے درشتہ میں ملی ہے اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر اپنی رحمت نازل کرے وہ مجھ سے بہتر مردم شناس تھے۔

## حلب کا معرکہ

اس فتح کے بعد سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد سیفؓ رضی اللہ عنہ حلب کی طرف روانہ ہوئے۔ حلب کا حکمران یوقنہ ایک مشہور جنگجو فوجی سالار بھی تھا۔ وہ مسلمانوں سے کھلے میدان میں ٹکرا لینے کے لئے حلب سے چھ میل باہر آکر مسلمان لشکر پر حملہ آور ہوا۔ مگر پہلی جھڑپ میں ہی بھاگ کر قلعہ بند ہو گیا۔ حلب کے چاروں طرف ایک بلند فصیل تھی اور فصیل کے باہر چاروں طرف گہری کھائی تھی۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یوقنہ نے محاصرہ توڑنے کی کئی بار کوشش کی مگر ہر بار منہ کی کھائی۔ آخر اس نے ہر قل کو فوجی ملک کے لئے لکھا۔ مگر ہر قل ابھی تک یرموک کی شکست کے زخم چاٹ رہا تھا۔ اودیت المقدسؑ دوبارہ قبضہ کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ اس نے یوقنہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی آخر چار مہینے محصورہ کر یوقنہ نے اکتوبر ۶۳۷ء میں ہتھیار ڈال دیئے اس کی محافظ، فوج کو اجازت دے دی گئی کہ وہاں جانا چاہا جلی جائے۔ یوقنہ نے اسلام قبول کر کے اسلامی جھنڈے کے تحت لڑنا منظور کر لیا۔ اگلے چند مہینوں میں اس نے نہایت بے جگری سے جانبازی کا مظاہرہ کر کے مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر لیا اسکے بہ عزیز و غیر فتح ہوئے۔ غزاک کی فتح کے بعد اسلامی لشکر حرم کے راستے انطاکیہ کی طرف روانہ ہوا۔

## انطاکیہ کی فتح

انطاکیہ ابھی بارہ میل دور تھا کہ مسلمانوں کو دریائے اورنٹیرؑ حجاب نہر الا سی کے نام سے

موسوم ہے ہر ایک لوہے کا پل عبور کرنا ہے۔ پل عبور کرتے ہی رومی لشکر سے مسٹ بھیڑ ہو گئی۔ رومی بڑی جواخردی سے لڑے۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متحرک رسالے کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ کہا جاتا ہے کہ اجنادین اور یرموک کے بعد رومیوں کا یہاں سب سے زیادہ جانی نقصان ہوا۔ رومی بے تربیتی سے بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔ مگر مسلمانوں کے چند روزہ محاصرے کے بعد روم کی سلطنت کا یہ ایشیائی صدر مقام ۳۰ اکتوبر ۶۳۷ء کو ترکوں ہو گیا۔

انطاکیہ کی فتح کے بعد سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لازقیہ، جبکہ اورطوس کو فتح کرتے ہوئے واپس حلب پہنچ گئے۔ اب سالانہ مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو بحیثیت عامل اور سپہ سالار قنسرين جھوڑا اور خود صوبہ حمص کے حاکم کی حیثیت سے اپنے فرائض سنبھال لئے اب تمام شام میں مکمل امن و امان تھا۔ سیدنا عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین میں، سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ کو اردن میں، سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کو دمشق میں عامل مقرر کیا۔ اب صرف قیساریہ باقی رہ گیا تھا۔ جہاں سیدنا یزید بن سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے حیش نے محاصرہ کر رکھا تھا اور قیساریہ کی فتح ان کے ذمے تھی۔

## دوبارہ حمص

اتنی تباہ کن شکستوں کے باوجود ہر قل چین سے بیٹھنے والا نہیں تھا۔ اس نے اذسرنو عیسائی عربوں سے رابطہ قائم کیا۔ چنانچہ عیسائی عرب اس کے بہکائے میں آ گئے اور مشرق کی طرف سے شمالی شام پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہر قل کی اس نئی چال کو توڑنے کیلئے حمص میں مسلمان فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور صورت حال سے امیر المومنین کو بھی مطلع کیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ آسانی اس غیر تربیت یافتہ لشکر سے نمٹ لیں گے۔ احتیاطاً انہوں نے عراق میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ فوراً تین حیش مکہ کیلئے شام کی طرف بھیج دیں۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے

ایک حبش سیدنا سہیل بن عدیؓ نے کمان میں رقا کی طرف دوسرا حبش سیدنا عبداللہ بن نبیہ کی کمان میں نصیبین کی طرف اور تیسرا حبش ایاز بن غنم کی کمان میں درمیانی علاقے کی طرف بھیج دیا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے سیدنا قعقاع بن عمروؓ کو لکھا کہ وہ چار ہزار کا لشکر لے کر عراق سے دریائے فرات کے راستے سیدنا ابو عبیدہؓ کی مدد کے لیے پہنچ جائے عیسائی عرب محصور پہنچے۔ تو انہوں نے مسلمانوں کو قلعہ بند پایا انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے عراق سے بھیجے ہوئے حبش کے بعد دیگرے آگے بڑھنا شروع ہو گئے۔ اب عیسائی عربوں کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ ان کا اپنا علاقہ دشمنوں کے رحم و کرم پر تھا اور وہ ہر قتل کی مدد کر رہے تھے چنانچہ انہوں نے فوراً محاصرہ چھوڑا اور واپس عراق کی طرف بھاگ نکلے۔ سیدنا قعقاع کے محصور پہنچنے سے تین دن پہلے عیسائی عرب محصور سے نصبت بھیج چکے تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے ان کے فوجی سالاروں کو جب عیسائیوں کی واپسی کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے امیرؓ کو حالات سے آگاہ کیا۔ اور اپنے اپنے مقام پر رک گئے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کی اس جنگی چال نے عیسائی عربوں کو کھلا کر رکھ دیا۔ مگر اب ضروری ہو گیا تھا کہ ان عیسائی عربوں کو کچل کر رکھ دیا جائے۔ چنانچہ امیر المومنینؓ نے سیدنا ایاز بن غنمؓ کو فوج کا سالار مقرر کیا اور حکم دیا کہ ان کو بد عہدی اور غلامی کا عبرت ناک سبق دیا جائے۔ چنانچہ سیدنا ایاز بن غنمؓ نے چند ہفتوں میں دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقوں پر بغیر خون بہائے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سیدنا ابو عبیدہؓ کی درخواست پر سیدنا ایاز بن غنمؓ کو امیر المومنینؓ نے ان کی ماتحتی میں کام کرنے کا حکم بھیجا۔

## طرطوس اور مرعش

اسی سال موسم خزاں میں سیدنا ابو عبیدہؓ نے سیدنا خالد سیف اللہؓ اور سیدنا ایاز بن غنمؓ کی سرکردگی میں طرطوس اور مرعش کی فتح کا حکم دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ رضی اللہ عنہ کا نام ہی اب رومیوں کے لئے ہوتا بن گیا تھا۔ چنانچہ

ان کے کانوں میں جب سیدنا خالد سیف اللہ کا نام پہنچتا تو وہ اپنی اپنی جگہوں پر ٹھٹھک کر رہ جاتے۔ چنانچہ دونوں مقامات کے مالک حلی کے معاہدوں پر رضامند ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو ان شہروں کے مالکوں نے ہمارے ہمارے مال آپ چاہیں لے لیں اور ہماری جان بخشی کریں۔ پناہ پناہ کہا جاتا ہے کہ ان شہروں سے مسلمانوں کو اس قدر مال ملا جس کی مثال اس سے پہلے شاذ ہی دیکھنے میں آئی تھی۔ اس ہم سے مسلمان زندگی بھر کیلئے مالدار ہو گئے۔

## سیدنا خالد سیف اللہ کی زندگی کا پانچواں دور

### میدان جنگ سے رخصتی

#### تاریخ اسلام کا المناک اور حیرت ناک باب

آگے بڑھنے سے پہلے اپنے تخیل کی پرداز کو گذشتہ ابواب کی طرف لے جانے سے قارئین کو نظر آئے گا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ ایک خوش لباس، خوش اطوار، خوش گفتار، بلند کردار، عالی قدر انسان تھے۔ ہزاروں میں کھڑے دورے سے پہچانے جاتے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر شعبہ نفاست کا ایک عجیب سرچ تھا۔ ان کے ماتحت لڑنے والے ان پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ وہ جو کام کرتے تھے اس میں ایک خاص سلیقہ ہوتا تھا۔ وہ ایک طرف مصافحہ زندگی میں سیرتِ نوالہ کا پیکر تھے تو دوسری طرف شہستانِ محبت میں خوش اخلاق کا مجسمہ تھے وہ جس طرح خوش لباس تھے اسی طرح خوش خوراک تھے۔ انہوں نے زندگی میں بے حساب جنگیں لڑیں۔ قاعدے کے مطابق ان کو اپنے ہر مقابل کی شکست اور اس کے قتل پر کروڑوں سے متجاوز مال ملا۔ مالِ غنیمت سے ان کو الگ حصہ ملتا رہا اور اس کے علاوہ ان کی ماہانہ تنخواہ بھی بمبیت ایک سالار لشکر کے سب سے زیادہ تھی اگر بخشش و عطا دنیا میں وسعت میں ان کی جبلت حد سے بڑھی ہوتی نہ ہوتی

تو وہ اس درد کے سب سے بڑے امیر نہ سہی بڑے امیروں میں سے ایک ضرور ہوتے مگر دولت آئی اور ریت کی طرح ان انگلیوں سے بہ گئی۔ وہ زندگی بھر کبھی فروا کیلئے کچھ بھی پس انداز کرنے کی سوچ میں مبتلا نہ ہوئے۔ ان کے پاس درجنوں غلام تھے۔ انہوں نے متعدد شادیاں کیں۔ ان کی درجنوں اولاد تھی۔ ان کی خانگی زندگی ایک شاہانہ انداز رکھتی تھی مگر اس کے باوجود بھی اگر وہ پاتھتے تو ضرور کچھ نہ کچھ پس انداز کر سکتے تھے۔ خانگی اخراجات سے جو پچتاوہ ان ہادر سپاہیوں کو تقسیم کر دیتے جو ان کے ماتحت لڑتے تھے۔ ان کی یہ فیاضی امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی معلوم تھی مگر وہ فقیر منش، درویش طبع کفایت شعار خلیفہ اسے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی فیاضی نہیں بلکہ ان کا اسراف سمجھتے تھے۔

مرعش کی مہم سے چند روز پہلے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک خاص غسل کیا وہ جس طرح ہر کام نفاست سے کرتے تھے اس طرح ان کا یہ خاص غسل بھی ایک نفاست سے ہوتا تھا۔ وہ چند خوشبودار آمیزوں کی قسم کا مکمل ملا کر وہ خاص غسل کیا کرتے تھے جس سے وہ جسم میں سائزگی اور چستی محسوس کرتے تھے۔ آج عقل حیران رہ جاتی ہے کہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک ایک آدمی کے متعلق اس زمانہ میں کس طرح خبریں مل جاتی تھیں چنانچہ خلیفہ کی طرف سے انہیں خط ملا کہ تم نے اپنے جسم کی مالش ایک حرام شے سے کی ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ یہ خط پڑھ کر حیران رہ گئے کہ اسلام میں شراب پر پابندی کے مفہوم کو اس قدر وسعت دی جا رہی ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ بیرونی طور پر اس کا استعمال ناجائز نہیں چونکہ قرآن نے اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی اور پھر جس آمیزے سے وہ غسل کیا کرتے تھے اسے خوب ابال کر ٹھنڈا کر کے استعمال کرتے تھے۔ جس میں انکو حل کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ جلد ہی بعد مرعش کی جنگ سے آپ واپس آئے تو سیدنا اشعث رضی اللہ عنہ نے آپ کی شان میں ایک زوردار قصیدہ پڑھا اور آپ نے سیدنا اشعث کو دس ہزار درہم انعام میں دیئے۔ یہ خبر بھی امیر المومنین کو پہنچ گئی۔ اب آپ نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ خالد کو جنگی خدمات سے سبکدوش کر دیا جائے۔ اور اسے بربر عیث

لاکر اس کی دستار سے اس کے ہاتھ باندھ کر اس کے سر سے ٹوپی اتار لی جاتے۔ اور اس سے دریافت کیا جاتے کہ تم نے اشعث کو یہ دس ہزار کہاں سے دیتے ہیں۔ اگر مال غنیمت سے دیتے ہیں تو یہ خیانت ہے اپنے مال سے دیتے ہیں تو اسراف ہے۔

گذشتہ سطور میں سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، سیدنا خالد سیف اللہ اور امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم کو عالم اسلام کے تین بلند کردار انسانوں کے عنوان سے پیش کر چکا ہوں۔ یہاں پھر اسے مندرجہ کے کردار صفحہ ہستی کی سیلچ پر ہمارے سامنے اپنے اپنے کردار کا مظاہرہ کرتے نظر آ رہے ہیں۔ ۳۸ء مطابق ۳۸ھ موسم خزاں کے دن تھے کہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظمؓ نے سیدنا ابو عبیدہؓ کو لکھا۔

”خالد کو برسرِ جماعت لاؤ۔ اس کی دستار سے اس کے ہاتھ باندھو اور سر سے اس کی ٹوپی اتار دو اور اس سے پوچھو کہ اس نے اشعث کو کہاں سے پیسے دیئے ہیں۔ اپنی جیب سے یا مال غنیمت سے۔ اگر مال غنیمت سے دیتے ہیں تو اس نے خیانت کی ہے اگر اپنے مال سے دیتے ہیں تو یہ اسراف ہے دونوں صورتوں میں اسے معزول کر دو اور خود اس کے فرائض سنبھال لو۔“

اگرچہ امیر المؤمنین کا یہ طریقہ کار عربوں کے عام دستور کے مطابق تھا۔ مگر جس آدمی کے لئے اس قسم کی سزا تجویز کی گئی تھی وہ کوئی معمولی انسان نہیں تھا۔ اس سزا کو سرانجام دینے کے لئے بھی کسی اہم شخصیت یعنی کسی بلند مرتبہ صحابی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ قرعہ فال سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے نام پڑا۔ اور انہیں حکم دیا کہ پوری زلفار سے حصہ پہنچ کر اس پر عمل کرو۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے حصہ پہنچ کر خط سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنینؓ کا یہ خط پڑھا تو دنگ رہ گئے۔ ان کی ذہنی رسانی سے یہ بات بہت بلند تھی۔ یہ سب کچھ اللہ کی تلواریں سے ہو رہا ہے مگر اطاعت امیر کے جذبے کی انتہا۔

آپ نے سیدنا خالد سیف اللہؓ کو بلایا۔ آپ نے خیال کیا کہ شاید کسی کسی جنگی مشورہ

کے لئے انہیں بلایا گیا ہے۔ وہ غریش اور قنہری سے ابھی ابھی واپس لوٹے تھے۔ انہیں چین سے بیٹھنا پسند نہیں تھا۔ بلکہ وہ بزم کی نسبت، رزم کے زیادہ دلدادہ تھے۔ وہ اپنے سالار اعظمؑ کی خدمت میں پہنچے تو وہاں صورت ہی دوسری نظر آئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابو عبیدہؓ کے مہمان سے بکا بکا رکنے۔ آپ نے اپنی ہنس سے مشورہ کے لئے ایک دن کی ہنست مانگی۔ آپ اپنی ہنس سیدہ فاطمہؓ کے پاس پہنچے۔ وہ ان دنوں محض میں مقیم تھیں۔ اس جلیل القدر خاتون نے بھائی سے تمام باتیں سن کر کہا بھائی! تم پر ہر حال میں امیر المؤمنین کے حکم کی تعمیل کرنا واجب ہے۔ تم فوراً سپہ سالار اعظمؑ کی خدمت میں پہنچو اور جیسا وہ حکم دیے اس پر عمل کرو۔ آپ نے بن کہ بیشانی پر بوسہ دیا اور سیدنا ابو عبیدہؓ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اب دونوں سپہ سالار اس مقررہ مقام کی طرف چپ چاپ روانہ ہو گئے۔ جہاں تمام لشکر کو جمع ہونے کا حکم مل چکا تھا۔ ان میں سے اکثر اپنے محبوب سالار سے مصافحہ کرنے کو اڑ گئے بڑے مگر آپ سر جھکاتے سالار اعظمؑ کے ساتھ اس چوتھے پر پہنچ گئے جو ایک کنارے پر تیار کیا گیا تھا۔ سیدنا ابو عبیدہؓ کی ایک طرف سیدنا بلالؓ آکر بیٹھ گئے چاروں طرف خاموشی طاری تھی۔ مسلمانوں کو اس مجلس کا مقصد معلوم نہ تھا۔ اس اجتماع کے مقصد سے صرف تین آدمی واقف تھے۔ سیدنا بلالؓ نے استفہامیہ نظروں سے سیدنا ابو عبیدہؓ کی طرف دیکھا مگر انہوں نے منہ موڑ لیا ان کے نزدیک یہی کافی تھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو جنگی خدمات سے معزول کر دیا گیا تھا۔ وہ سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی برسرِ عام اس بے عزتی کو برداشت کرنے کی اپنے آپ میں ہمت نہیں پاتے تھے۔ سیف اللہ رضی اللہ عنہ، وہ سیف اللہ تھے جنہوں نے سالہ سے سلاہ جنگ کے قلیل ترین دور میں اسلام کے خلاف مرتدین کے بے پناہ سیلاب کے سامنے صرف بند ہی نہ باندھے بلکہ ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا، جنہوں نے عراق میں مجوسیوں کو گیدڑوں کی طرح بھگا بھگا کر مارا۔ جنہوں نے صحراۃ موت کو چند دنوں میں طے کر کے ان کے لشکر کو ایسے حالات میں رو میوں کی یلغار سے بچایا جو انتہائی خطرناک صورت اختیار کر چکے تھے۔ جنہوں نے تمام شام

کا علاقہ فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی کیفیت ملاحظہ کر کے خود کھڑے ہو گئے اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی طرف منہ کر کے بلند آواز سے کہا اے خالد رضی اللہ عنہ! تم نے اشعث کو دس ہزار درہم اپنی جیب سے دیتے یا مال غنیمت سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے دوبارہ یہ الفاظ دہرائے اور یہ کہتے ہوئے ان کے قریب پہنچ گئے کہ یہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا حکم ہے اور ان کے سر سے پگڑی اتار کر اسی پگڑی سے ان کے دونوں ہاتھ پشت کی طرف باندھ دیتے۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد تیسری بار اپنا سوال دہرایا۔ اب احتجاجاً سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا اپنے مال سے، یہ سن کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کھول دیتے اور اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پر عمامہ باندھا۔ اور کہا ہم اپنے حکمرانوں کی بات سنتے ہیں۔ اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ یہ کوئی الف میل کی داستان نہیں۔ یہ کوئی جوستان خیال کی کہانی نہیں۔ یہ تصورات مادرے کوئی قصہ نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ ہوا اور اسی سطح الزمی پر ہوا۔ ہزاروں کے مجمع میں ہوا۔ وقت کے امیر المؤمنین کے حکم سے بظاہر ایک حبشی غلام کے ہاتھوں ہوا۔ اور اس شخص کے ساتھ مہاجرو تاریخ عالم کا سب سے بڑا فاتح ہے۔ جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا خطاب مرحمت فرمایا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس حبشی غلام کو اسلام نے وہ مرتبہ عطا کر دیا تھا کہ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسے میرے آقا کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ اور تاریخ عالم کے سب سے بڑے فاتح کی تمام فتوحات اس کے اس اطاعت امیر کے کارنامے کے سامنے گروا رہ جاتی ہیں اس کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پھر حمص پہنچے سب کو خدا حافظ کہا اور مدینہ روانہ ہو گئے وہ جب مدینہ سے نکلے تھے۔ تو تمام مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن تھی جب ان کی فتوحات کے کارناموں کی خبریں مدینہ پہنچتیں تو مسلمان بڑی حیرانی اور اچھنجے سے ایک دوسرے سے پوچھتے اور سنتے۔ مگر اب وہ ایک کامیاب سالار جنگ کی حیثیت سے مدینہ نہیں پہنچ رہے تھے بلکہ ایک خوار آدمی کی حیثیت سے لوٹ رہے تھے۔



عجیب حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ سیدنا خالد سیف اللہؓ کا سب سے پہلے جس آدمی سے ٹکراؤ ہوا۔ وہ امیر المؤمنینؓ تھے۔ ایک طرف اس وقت کی معلوم دنیا کا سب سے بڑا حکمران اور دوسری طرف تاریخ اسلام کا سب سے بڑا فاتح۔

امیر المؤمنین کی نظر جو نبی سیدنا خالد سیف اللہؓ کے چہرے پر پڑی ان کی زبان سے فی البدیہہ چند شعر نکل گئے۔

تم نے وہ کام کئے ہیں جو کوئی اور آدمی نہ کر سکا  
مگر یہ کام انسان نہیں کرتے بلکہ اللہ کرتا ہے

سیدنا خالد سیف اللہؓ نے کہا آپ نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے میں اس کے لئے مسلمانوں سے احتجاج کرتا ہوں۔ واللہ اے عمرؓ آپ نے میرے ساتھ نا انصافی کی ہے۔ امیر المؤمنین نے پوچھا یہ تمام دولت کہاں سے آئی ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ رضی اللہ عنہ نے کہا مال غنیمت میں میرا حصہ ساٹھ ہزار درہم ہے۔ امیر المؤمنین نے مال کا جائزہ لیا تو انسی ہزار نکلا۔ بیس ہزار ضبط کر لئے۔ مگر یہ ساٹھ ہزار یا انسی ہزار کا حساب ایک محقق کی نظر میں نہیں ہجرت سیدنا خالد سیف اللہؓ کے ہاتھوں صرف عراق میں ایک لاکھ ٹوہیوں والے دو آدمی قتل ہوئے تھے۔ اور شام میں جو آدمی ان کے ہاتھوں قتل ہوئے ان کا مال بھی لاکھوں سے متجاوز تھا۔

یہ سب کچھ ہو چکا تو امیر المؤمنینؓ نے کہا اے خالدؓ! واللہ تم میری نظروں میں قابل احترام ہو اور عزیز ہو اور آج کے بعد تم کو مجھ سے کسی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ مگر وہاں اب شکایت کے موقع کے لئے باقی کیا رہ گیا تھا۔ چند روڈ کے بعد سیدنا خالد سیف اللہؓ تفسرین پہنچے، بہت جلد امیر المؤمنینؓ کو احساس ہو گیا کہ خالدؓ کے معاملہ میں مسلمانوں کے جذبات نہایت نازک ہیں اور ان کو یہ سب کچھ نہایت ناگوار گزر رہا ہے۔ اب انہیں تمام فوجی سالاروں کے نام ایک مراسلہ جاری کرنا پڑا۔

میں نے خالدؓ کو نہ اپنی ذاتی ناراضگی کی وجہ سے علیحدہ کیا اور نہ ہی ان کی کسی

بے ایمانی کی وجہ سے بلکہ صرف اس وجہ سے کہ لوگ ان کے بہت زیادہ ملازمت تھے۔ اور گمراہ ہو رہے تھے۔ مجھے خوف تھا کہ لوگ ان پر تکیہ کرنے لگیں گے میں چاہتا ہوں کہ لوگ یہ سمجھیں کہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کرتا ہے اور ملک میں کوئی فتنہ نہیں ہونا چاہیے۔

اس مراسلے کے بین السطور سے معلوم ہوتا ہے کہ فوج کی بہت بڑی تعداد سیدنا خالد سیف اللہ کی معزولی کی وجہ سے دل برداشتہ ہو رہی تھی۔ اگر سیدنا خالد سیف اللہ کو واپس ہوتی تو وہ سب کچھ کر سکتے تھے۔ جو وہ چاہتے —————۔ مگر ان کا سب کچھ اسلام اور صرف اسلام تھا۔ اللہ کی وہ تلوار جو کفار کے خلاف بے نیام ہوئی تھی اب واپس نیام میں چلی گئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ اس کے بعد کم و بیش چار برس زندہ رہے۔ یہ چار برس ان کے لئے کسی طور پر بھی خوشگوار نہ تھے۔ وہ اگرچہ مفلس نہ تھے مگر اپنی فیاضی کی وجہ سے تنگدست تھے۔ تیس ہزار درہم سالانہ وظیفہ پر گزر رہی تھی۔ اگرچہ میانہ روی سے دن گزارنے کیلئے یہ رقم کافی تھی۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ جیسے لکھ لٹ اور فیاض کا اس میں گزر بمشکل تھا۔ انہوں نے محض میں ایک مکان خرید کر مستقل رہائش اختیار کر لی۔ ان کے دوست اور عقیدتمندان کے پاس پہنچتے اور گزرے دنوں کی باتیں ہوتیں۔ ان کے لئے یہ متبادل زندگی ان کیلئے ایک بہت بڑا بار تھی۔ وہ اپنے اکثر احباب سے اپنی جنگی کاروائیوں کا ذکر کرتے کرتے دور فضاؤں کی طرف نظر لے جاتے اور ان پر ایک بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اب ان پر ایک اور آفت ڈھری محرم شہرہ میں غمواس کے قصبہ سے طاعون کی وبا پھوٹی۔ اور پھر اس نے تمام شام اور فلسطین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وبا میں اس بطل جلیل کے کہنے کے تمام افراد نذر اجل ہو گیا۔ اسی وبا میں سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، سیدنا شہر بن حنیظہ، سیدنا زید رضی اللہ عنہ، سیدنا ہزارہ رضی اللہ عنہ سب لقمہ اجل بن گئے۔ یہ سب ان کے گہرے دوست تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے چالیس بیٹے تھے جن میں سے سلیمان سب سے بڑے تھے۔ بعد میں وہ مصر کی جنگ میں شہید ہوئے دوسرے مہاجر تھے

جو صفین میں شہید ہوئے۔ تیسرے عبدالرحمن تھے جو ہم طہرا اپنے باپ کی مجسم تصویر تھے  
امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انہیں کسی نے زہر دے کر شہید کر دیا۔  
قاتل بعد میں ان کے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ ان کی بیٹیوں کی تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔  
مردوں میں ان کی نسل ان کے پوتے خالد بن عبدالرحمن بن خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے چلی۔

بنگش قبیلے کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں عموماً  
کی دہائے بعد مسلمانوں کا لشکر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سنبھالا اس دہائے میں پچیس ہزار مسلمان  
لقمہ اجل بنے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق اور اداریوں کا عامل اور فوجی سالار  
مقرر کیا۔ سیدنا ایاز بن غنم کو شمالی شام کے علاقے کا عامل اور فوجی سالار بنایا اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ  
فلسطین کے حاکم رہے۔

مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا۔ آپ نے مسلمانوں کی فتوحات  
کی خبریں پہنچتی رہیں مگر اب ان کی حالت اس عاشق کی سی تھی جس کے سامنے اس کی محبوبہ موجود  
ہو مگر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیتے گئے ہوں۔

اس عندلیب سوختہ سامان کی کچھ نہ بچھ

اجڑا ہوا جس کا آشتیاں فصل بہار میں

احباب اور بیٹے طاعون کی نذر ہو گئے۔ عرب جنگجوؤں میں سب سے غضب ناک اور  
کامیاب (گہن) بطل جلیل کی زندگی اب حسرتوں کا مرقع بن کر رہ گئی تھی۔ امیر المومنین کو ان  
کی بے بسی کے تمام حالات معلوم ہوتے رہتے تھے۔ مگر ان کی اپنی یہ حالت تھی کہ ان کی اکثر  
راتیں مسجد کی سیڑھیوں پر اونگھتے گزر جاتی تھیں۔ ان کی اپنی خوداک جو کی نیکیں روٹی خشک  
کھجوریں اور ریتوں کا تیل تھا۔ ان کا لباس بالکل معمولی ہوتا تھا۔ جس میں کئی پیوند لگے ہوتے  
تھے۔ وہ اپنے کنبہ کو بہتر نان و نفقہ کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ان حالات میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ  
کی حسرت ناک بے بسی کی زندگی کا کوئی ملادانہیں تھا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی بھی امیر المومنین کی خوبیوں کے معترف تھے۔ یہاں تک کہ موت کے وقت انہوں نے امیر المومنین کو اپنا وارث قرار دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی تاریخ عالم کے سب سے ہمہ دان قسم کے فوجی سالار تھے اور فوق البشری مہارت کے جبریل وہ حکمت حرب میں جینگنر اور پولین سے کہیں بڑھ کر تھے۔ حربی تدابیر میں تیمور لنگ اور فرڈرک سے کہیں بلند مقام کے حامل ذاتی طاقت اور سپہ گری میں لہران خیالی پہلوان رستم سے بلند تر تھے۔ تاریخ عالم ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے جنگ احد میں لڑائی کا پانسہ پٹا۔ اگر انہیں فوجی زندگی سے معزول نہ کیا جاتا تو وہ اسلام کا پھر ہر لہرتے بحیرہ اسود اور یاسفورس تک پہنچ جاتے۔

۱۱؎ میں ان کا عزیز ترین ساتھی سیدنا ایاز بن غنم چلا بنا۔ اسی سال سیدنا بلال رضی فوت ہوئے اور اسی سال سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا شکست خوردہ دشمن ہرقل مر گیا۔ اس سے اگلے سال ان کی اپنی باری آنے والی تھی۔

ان کی عمر اب ۵۸ سال تھی۔ ان کے جسم پر بالشت بھر جگہ زخموں سے خالی نہ تھی۔ سہ طویل عرصہ علیل رہے۔ ان کے قوی طویل علالت نے مضمل کر دیئے۔ آخری وقت ان کے پاس ان کا صرف ان کا ایک غلام حمام رہ گیا تھا۔

ایک دن آپ کا ایک دوست آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے بڑی حسرت سے اسے کہا کہ میں ہر جنگ میں یہ آرزو کر رہا ہوں کہ دشمنوں کی صفوں میں دور تک گھستا چلا جاتا رہا کہ شہادت کی موت نصیب ہو۔ مگر آج نہایت بے بسی سے بستر مرگ پر دراز ہیں حسرت دل میں لئے دنیا سے رخصت ہونے کے انتظار میں پڑا ہوں۔ دوست نے جواب دیا آپ کو لسان رسالت مآب سے سیف اللہ کہلانے کی سعادت نصیب ہو چکی ہے۔ پھر اللہ کی توفیق سے کیسے گزند پہنچ سکتا تھا۔ وہ آخری وقت اکیلے اپنے بستر پر دراز تھے اور ان کا جہاں قاتل غلام حمام ہجوم و غموم کے بے پناہ جذبات کو اپنے قلب میں سموئے اپنے جلیل القدر آقا کے چہرے

کی طرف ٹھنکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ دن ڈھلتے وہ آفتاب عالمتاب موت کی دادیوں میں کھو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔ آپ کی موت کی خبر جب مدینہ میں پہنچی تو ایک کھرام مچ گیا۔ عورتیں آہ و بکا کرتی ہوئیں بنو مخزوم کے گھروں کی طرف نکل کھڑی ہوئیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے گریہ و بکا کی یہ آواز سنی تو اپنے کمرے کے فرش سے درز لے کر باہر کی طرف لپکے۔ باہر نکلتے ہی ان کے کانوں میں ان کی اپنی بیٹی ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی زوجہ رسول کے رونے کی آواز پہنچی وہ ہٹھک کر کھڑے ہو گئے۔ کہ ایسا تو کسی عظیم انسان کی موت پر ہی ہو سکتا ہے آخر عقدہ کھلا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ آپ واپس آگئے اور درزے کو کھونٹی سے لٹکاتے ہوئے کہا مدینہ کی عورتوں کو خالد کی موت پر رونا ہی چاہیے۔ رونے والے ابو سلیمان جیسے لوگوں کے مرنے پر روتے ہی رہیں گے۔

## مرقد

جب کوئی سیاح یا رہ نور دمحص سے نکل کر شاہراہ حمایہ آگے بڑھتا ہے تو کچھ فاصلے پر شاہراہ کے دائیں طرف اسے ایک خوبصورت باغ نظر آتا ہے۔ باغ کے آخری کنارے پر ایک مسجد ہے۔ مسجد کا نام مسجد خالد بن الولید ہے۔ یہ مسجد بڑی خوبصورت اور عجب دار ہے۔ مسجد کا کٹادہ صحن پچاس مربع گز سے کم نہیں جس طرح مسجد خوبصورت ہے اسی طرح اسے بڑی خوبصورتی سے مزین کیا گیا ہے۔ مسجد کے شمال مغربی کونے میں ایک خوبصورت گنبد کے نیچے وہ مجاہد کبیر یوم النشور کے انتظار میں عواستراحت ہے۔ اگر اس مزار پر پہنچنے والا اس میں عوخاب مجاہد کبیر کے کارناموں سے واقف ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح اس کے دہ تمام کارنامے ایک ایک کر کے گزرتے جاتے گے جو اس مختصر تالیف میں قاریت کی نظروں سے گزر چکے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جاننے والے تو جانتے ہیں کہ یہاں کون بطل جلیل عو خواب ہے مگر جو نہیں جانتے ان کی نظر بھی جب اس مرقد کے تعویذ پر پڑتی ہے تو وہ اپنے

اندر چند لمحات کیلئے ایک مرغوبیت کی سی کیفیت محسوس کرتا ہے۔

نحالا عظم

عالم اسلام پر تیرے ان گنت انمٹ احسانات ہیں۔ آج تک تیری حبیبی صلاحیتوں کے سامنے تیرے بعد آنے والے ہر فوجی سالار نے عقیدت کے پھول نچا دیے۔ اس نے تیرے نقش قدم پر چلنے کی کوششیں کیں مگر وہ تیری گمراہ کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ تجھ پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی رضامندی رحمت کا نزول ہوتا رہے۔ آمین۔

# الْقَوْلُ الْبَفِیْحُ

سلسلہ

سیدنا حسینؑ کا اپنے موقف سے رجوع

کے جواب

”حضرت امام حسینؑ اور تیسری شہر“

کا جواب الجواب

حکیم فقیر عالم صدیقی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكُمْ وَبَنِيكُمُ الْمُؤْمِنِينَ

(القرآن)

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى أُمِّ الْكَوْثَرِ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَبَنِيكَ فِيهَا  
 (تحفة العوام - زاد المعاد)  
 من أذى بنيك فيها

# بنات الرسول

(طبع ثانی بہ ترمیم و اضافہ)

شیعہ علماء سے ایک فخر انگیز دینی و تاریخی مرا

تالیف و ترتیب

حکیم و فیض عالم صدیقی شہید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَتَعْلِيْلِهِمْ  
اے اہل بیت مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم، یہ نغمہ ارادہ کرنا ہے کہ ہمیں ہر طرح باطل پاکساز سے

# صَدِيقَةُ كَائِنَات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اَمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ  
سَيِّدَةُ كَائِنَات  
خَضِرَاءُ عَالِيَةِ صَدِيقَةِ

کے حالات کی تفقہ فی الدین میں آپ کا مقام  
اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ان صدیقہ کیوں  
اوعلم فیہم کا الراجحہ لام دشمن تحریکوں کی جانب سے  
ہمہما المؤمنین کی ذوقیہ کیخلاف اپنے غیظظم تقویٰ سے  
مشہر کے بار بار دھرائی جاتی ہیں وہ لوح اہلنت  
کی اکثریت نے ان فقرائے داریوں کے عاملیہ بال سے  
غرض اہل اور صرف نظر کرتے ہوئے انہیں حقیقت سمجھ کر  
اپنے دینی سرایہ کا ایک حصہ بنالیا۔

شہید ناموس آل رسولؐ

حکیم فیض عالم صدیقی شہید

رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهَا

فَارُوقِي كُتِبَ فَاَنهٗ بِرَبِّهِمْ مُلْكَانُ



# حکیم صاحب کی دیگر کتب

• داغ الطون ————— = ۵۶ روپے

• حقیقت مذہب شیعہ ————— = ۹۰ روپے

• اختلاف اُمت کا المیہ ————— = ۱۰۵ روپے

• بنات الرسول ————— = ۳۶ روپے

• القول المفتوح ————— = ۲۱ روپے

• صدیقہ کا بنات ————— = ۷۲ روپے

• حیاتِ سیدف اللہ

• خالد بن ولیدؓ { = ۵۱ - روپے

• مقام صحابہؓ ————— زیر طبع

• عبداللہ بن سبأ ————— =

• شہادت ذی النورین ————— =